

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ازدواجی زندگی اور ازواج
مولانا محمد رفیع کے مکانات شریف کا تعارف، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابرکت اور قابل
تقلید ازدواجی زندگی پر ایک ایمان افروز تحریر جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

تالیف

مولانا محمد رفیع الدار نقشبندی غفوری

www.besturdubooks.wordpress.com

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۳۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

فون: 021-34935493

رسول اکرم ﷺ

کی

ازدواجی زندگی

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ازدواجی زندگی اور ازواجِ رسول ﷺ کے مکانات شریف کا تعارف، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابرکت اور کاملی تمیز ازدواجی زندگی پر ایک ایمان افروز تحریر جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

تالیف

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر

ملکتیہ الشیخ، بہادر آباد، کراچی

جملہ حقوق ملکیت بحق مکتبہ الشیخ محمد طہطاوی

نام کتاب	درس تکریم عیسیٰ علیہ السلام
مؤلف	مولانا محمد رفیع الدین نقشبندی خجندی
ناشر	مکتبہ السیاح ۳۲۱، پورہ رانی، لاہور
پہلی شاعت	فروری 2009ء

(اشاعت)

مکتبہ خلیلیہ

مولانا: جملہ حقوق ملکیت بخوبی: ڈان، لاہور

دیکھنے کے لیے

کتاب خانہ شریف	آرڈر باز کرنا چاہی
زمزم پبلشرز	آرڈر باز کرنا چاہی
کتاب خانہ ظہیری	گلشن اقبال، لاہور
دارالافتاء	آرڈر باز کرنا چاہی
اسلامی کتب خانہ	نجوی، لاہور
کتابہ انعامیہ	آرڈر باز کرنا چاہی
کتابہ محمدیہ	پن پینل، لاہور
ادارہ تعلیمات اسلامیہ	ملتان
کتابہ توحید	ملتان
کتابہ انعامیہ	لاہور
کتابہ توحید	لاہور
مکتبہ احقرین	لاہور
اکبر الی	لاہور

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان
17.....	☆.....انتساب..
18.....	☆.....پسند فرمودہ.....
19.....	☆.....مقدور.....

﴿پہلا باب﴾

حضور نبی کریم ﷺ کی حکمت بھری شادیاں

22.....	☆.....محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت بھری شادیاں.....
22.....	☆.....(۱) تعمیری حکمت.....
25.....	☆.....(۲) قانون سازی کی حکمت.....
29.....	☆.....(۳) ایجابی حکمت.....
30.....	☆.....(۴) سیاسی حکمت.....
30.....	☆.....یکل مثال.....
33.....	☆.....دوسری مثال.....
35.....	☆.....بچہ داور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم و ترغیب.....

﴿دوسرا باب﴾

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

☆.....	ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد القرشیہ السدیہ
38.....	رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی.....

- ☆ 38..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح۔
- ☆ 39..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اکرم ﷺ کا معاہدہ تجارت۔
- ☆ 40..... رسول اکرم ﷺ کو بیٹا نام نکاح۔
- ☆ 41..... ازدواجی زندگی میں بندھن۔
- ☆ 41..... ورقہ بن نوفل کی تصدیق۔
- ☆ 42..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر پرین۔
- ☆ 42..... حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور مبارک بندھن۔
- ☆ 45..... نکاح کے حوالے سے ایک اور روایت۔
- ☆ 47..... سیدہ کا حق مہر۔
- ☆ 50..... بوقت نکاح سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر۔
- ☆ 53..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تحائف۔
- ☆ 54..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ۔
- ☆ 54..... خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا، کثیر الاولاد محبت کرنے والی خاتون۔
- ☆ 55..... پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کی رنجوشی کرنا۔
- ☆ 60..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کا جنت میں گھر کی خوشخبری دینا۔
- ☆ 61..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں مقام۔
- ☆ 61..... نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بکثرت تعریف کرنا۔
- ☆ 63..... آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سبیلوں سے حسن سلوک۔
- ☆ 64..... سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت۔
- ☆ 65..... سب سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت۔
- ☆ 65..... حضور ﷺ کے تعلقات والوں سے محبت۔
- ☆ 66..... سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد کرنا۔

- ☆..... محبت کا سلسلہ..... 69
- ☆..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا باردیکھ کر نبی کریم ﷺ کے آنسو بہنے لگے..... 70
- ☆..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کفن طلب کرنے پر حضور ﷺ کا آنسو بہانا..... 72
- ☆..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات..... 73
- ☆..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد..... 74
- ☆..... ہند بن ہند کے احوال..... 74

☆..... صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

ازدواجی زندگی..... 76

- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب..... 76
- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت..... 76
- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر کا رسول اکرم ﷺ کے پاس لایا جانا..... 77
- ☆..... دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ ہونے کا اعزاز خداوندی..... 77
- ☆..... نبی کریم ﷺ سے آسمانوں میں شادی کرنا..... 78
- ☆..... نبی کریم ﷺ کا پیغام نکاح اور شادی..... 78
- ☆..... مطعم بن عدی کا قضیہ..... 79
- ☆..... انعقاد نکاح..... 80
- ☆..... شادی کی سادہ و تقریب..... 80
- ☆..... رخصتی کے وقت عمر..... 81
- ☆..... ایک اور روایت اور عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا..... 82
- ☆..... نکاح اور رخصتی کا مہینہ..... 83
- ☆..... رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ مدت قیام..... 84
- ☆..... دنیا و آخرت میں زوجہ ہونے کا اعزاز..... 84

- ☆ 85 جنت میں زوجہ نبی ﷺ ہونے کا اعلان
- ☆ 85 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو (9) خصوصیات
- ☆ 87 حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
- ☆ 88 امور خانہ داری
- ☆ 89 محبوبانہ ادائیں
- ☆ 90 مزاج و دل نگہی
- ☆ 90 ہائے امیری دہن
- ☆ 92 محبت و الفت کے نرالی انداز
- ☆ 93 شوہر کا خیال و وفاداری
- ☆ 93 شوہر کی خدمت گزاری
- ☆ 94 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشک
- ☆ 95 غروب نہ ہونے والا آفتاب
- ☆ 97 دن کی ملاقات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز
- ☆ 97 قرآن کریم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوتا تھا
- ☆ 97 نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا
- ☆ 99 روزے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیار
- ☆ 99 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پسند نبی کریم ﷺ کی پسند بن جاتی
- ☆ 100 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سے واپسی کا نبی کریم ﷺ کو انتظار
- ☆ 100 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص طور پر سفر میں گپ شپ
- ☆ 101 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹنی دینا اور نرمی کا حکم
- ☆ 102 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نبی کریم ﷺ کا خاص احسان
- ☆ 102 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسمیلیوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھیلنا

- رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
- ☆..... گیارہ عورتوں کا قصہ..... 102
- ☆..... حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں گنگھی..... 109
- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگانا..... 109
- ☆..... ایک برتن سے غسل کرنا..... 109
- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر نماز..... 110
- ☆..... حالت حیض میں ایک لحاف میں سونا..... 110
- ☆..... آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگانا..... 110
- ☆..... نماز فجر سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمانا..... 111
- ☆..... حضور ﷺ کی تین پسندیدہ چیزیں..... 111
- ☆..... چند بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ میلان..... 117
- ☆..... غیرت کا بیان..... 130
- ☆..... غیرت سے متعلق دیگر احادیث کا بیان..... 133
- ☆..... اپنی سوکن سے بدلہ لینا..... 144
- ☆..... رسول اللہ ﷺ کا زندگی کے آخری ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کرنا..... 147
- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے لعاب کا جمع ہونا..... 149
- ☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات..... 150

☆..... ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی

ازدواجی زندگی..... 151

- ☆..... آنحضرت ﷺ کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح..... 151
- ☆..... پیغام نکاح کی ایک اور روایت..... 152
- ☆..... جنت میں اہلیہ ہونے کا اعزاز..... 154

رسول اکرم ﷺ کی اہل اہل رتہ کی

☆ حضرت خاتمہ رتہ رضی اللہ عنہا سے رجوع حضرت عمر رضی اللہ عنہ

پر شفقت تھی 155

☆ حضرت خاتمہ رتہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور خلافت شیخین کی بشارت 155

☆ حضرت خاتمہ رتہ رضی اللہ عنہا کی وفات 156

☆ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی

ازدواجی زندگی 157

☆ پہلا نکاح اور ہجرت 157

☆ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت 157

☆ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت 158

☆ رسول اللہ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح 160

☆ بیٹا اپنی والدہ کے نکاح میں ولی بن سکتا ہے 163

☆ نکاح کا سال 163

☆ روزانہ کی ملاقات کی ابتداء ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے 163

☆ مہواری کی حالت میں فراش رسول میں 164

☆ ایک برتن سے غسل 164

☆ عطا میں خصوصیت 164

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات 165

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد 165

☆ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

کی ازدواجی زندگی 167

☆ ابتداء کی حالات 167

- رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
- ☆..... رسول اللہ ﷺ کا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح 167
- ☆..... حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کی رسول اکرم ﷺ کو اپنی بہن سے شادی کی پیشکش 170
- ☆..... حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات 171
- ☆..... حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا غریب آخرت 172
- ☆..... ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد الشمس القریشیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی 173
- ☆..... رسول اللہ ﷺ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح 173
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا رد عمل 175
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کرنا 175
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان شن نزول آیت 176
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بکثرت صدقہ کرنا 177
- ☆..... حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حلوہ ملنے کا قصہ 177
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے نری 178
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان اتباع 178
- ☆..... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات 178
- ☆..... ام المؤمنین حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی 179
- ☆..... پیغام نکاح اور آسمانوں میں منکوری و نکاح 179
- ☆..... نام کی تبدیلی 180

☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تہاقر 180

☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی پر دلیر 181

☆ بیویوں کا ایک دوسرے پر فخر کرنا 181

☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی اور حجاب کا حکم 183

☆ وفات 186

☆ ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ بنت الحارث الہملالیہ

ہمیشہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی 187

☆ پہلا نکاح 187

☆ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات 187

☆ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث الہملالیہ رضی اللہ عنہا

کی ازدواجی زندگی 189

☆ نام و نسب 189

☆ نبی کریم ﷺ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح 191

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟ 192

☆ نفس کو بہہ کرنے والی 192

☆ ایک ہی رتن سے شغل 193

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات 193

☆ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی

ازدواجی زندگی 194

☆ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح 194

- ☆..... رسول اکرم ﷺ سے نکاح..... 194
- ☆..... سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی برکات..... 195
- ☆..... مہر کی رقم..... 196
- ☆..... غزوے سے واپسی..... 196
- ☆..... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کا قبول اسلام..... 196
- ☆..... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام تبدیل کرنا..... 197
- ☆..... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت..... 197
- ☆..... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات..... 198

☆..... ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا

کی ازدواجی زندگی..... 199

- ☆..... رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی..... 199
- ☆..... ولیے کا انتظام..... 199
- ☆..... مدینہ کے قریب حادثہ..... 200
- ☆..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ادب اور مشکل حالات میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرنا..... 201
- ☆..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کی جان کو خطرے سے بچانا..... 202
- ☆..... رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرنا..... 203
- ☆..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب..... 203
- ☆..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی تسلی..... 204
- ☆..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا دوسری زوجہ سے ناراض ہونا..... 205
- ☆..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا لطف و کرم..... 205

- ☆ 205... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رعایت میں خلیج کرام کو روکنا
- ☆ 206... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اکرام
- ☆ 206... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بردباری و صلہ رحمی
- ☆ 207... کھانا پکانے کا خاص سلیقہ
- ☆ 207... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات

﴿تیسرا باب﴾

ان ازواجِ مطہرات کا ذکر جن سے آپ ﷺ نے خلوت نہیں فرمائی

- ☆ 210... (۱) ام شریک قرظیہ، مریدہ رضی اللہ عنہا
- ☆ 212... ام شریک رضی اللہ عنہا کا آٹھی
- ☆ 212... (۲) خولہ بنت اذہل رضی اللہ عنہا
- ☆ 213... (۳) عمرہ بنت جندبہ رضی اللہ عنہا
- ☆ 213... وانہ کی صحیح
- ☆ 214... (۴) اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا
- ☆ 215... اسماء کا دوسرا نکاح
- ☆ 216... اسماء نے ایسا کیوں کیا؟
- ☆ 216... کیا اسماء رضی اللہ عنہا نے زندگی بھر شادی نہ کی
- ☆ 217... (۵) مسیکہ لیبیہ رضی اللہ عنہا
- ☆ 218... مسیکہ کو طلاق دینے کی ایک روایت
- ☆ 218... (۶) قاطرہ بنت ضحاک رضی اللہ عنہا

- سوال اکرم ﷺ کی اور اولیٰ کی
- ☆ آیت تحریر کے وقت ان کے حلقے میں اختلاف 219
- ☆ (۷) غالبہ بنت ظہیان رضی اللہ عنہا 219
- ☆ (۸) قتیلہ بنت قیس رضی اللہ عنہا 220
- ☆ عکرمہ سے نکاح 220
- ☆ اہوت اور قتیلہ کے مرتد ہونے کی روایت 221
- ☆ قتیلہ سے شادی نہ ہونے کی روایت 222
- ☆ (۹) سناء بنت اسماء بنت حلت سلمیہ 222
- ☆ نسب کا بیان 222
- ☆ جدائی ہونے کی وجہ 222
- ☆ (۱۰) شرافہ بنت ظلیفہ رضی اللہ عنہا (حضرت زیدہ کی رضی اللہ عنہ کی بیوی) 223
- ☆ (۱۱) لیلیٰ بنت تکم رضی اللہ عنہا 224
- ☆ الحی رضی اللہ عنہا کا نسب 224
- ☆ (۱۲) قبیہ تغار کی ایک خاتون 227

﴿چوتھا باب﴾

ان خواتین کا ذکر جنہیں رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا

- ☆ (۱) بمرہ بنت الحارث 230
- ☆ (۲) سود نامی قریشی خاتون 230
- ☆ (۳) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا 230
- ☆ ابوطالب کی طرف سے آپ ﷺ کے پیغم پر دہرے کو ترجیح دیا کی وجہ 230
- ☆ ام رضی اللہ عنہا ہانی کو دوبارہ پیغم 231
- ☆ (۴) بنو تميم کی صفیہ نامی خاتون 234
- ☆ (۵) علوم خاتون 234

☆ 235 ام ہانی سے نکاح نہ ہونے کا وجہ

☆ 235 (۶) تبعہ بعدیت عامر

﴿پانچواں باب﴾

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی وجہ سے نکاح نہیں ہوا

☆ 239 عمارہ بنت مزیہ کی تولیت کا فیصلہ

﴿چھٹا باب﴾

ازواج رسول ﷺ کے حجرات شریفہ یعنی مکانات شریفہ

حجرات شریفہ کا محل وقوع، حجرات شریفہ کا رقبہ

امہات المؤمنین کے حجرات کا تعارف

☆ 242 امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے گھر

☆ 242 بیوت النبی ﷺ

☆ 245 حجرات شریفہ

☆ 247 حجرات شریفہ کا محل وقوع

☆ 250 قول ہانی کے دلائل کا تجزیہ

☆ 253 حجروں کا طول و عرض

☆ 255 امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور ان کے گھر (اجمالی تعارف)

☆ 255 (۱) حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

☆ 256 آپ کا مکان

☆ 256 چند تہ تعادل اور نیا مٹی کا ایک واقعہ

- ۱۵ _____ رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
- ☆..... (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 257
- ☆..... (۳) حضرت حصہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 258
- ☆..... (۴) حضرت زینب بنت خزیمہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 259
- ☆..... (۵) حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 260
- ☆..... (۶) حضرت زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) 261
- ☆..... (۷) حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 262
- ☆..... ایک خواب اور اس کی تعبیر 262
- ☆..... (۸) حضرت جویریہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 263
- ☆..... (۹) حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 264
- ☆..... ایک خواب اور اس کی تعبیر 265
- ☆..... (۱۰) حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان 265
- ☆..... ”اہل بیت“ کی تحقیق 266
- ☆..... قول رائج اور اس کے اسباب ترجیح 269

﴿ساتواں باب﴾

رسول اکرم ﷺ کا گھریلو نظم و نسق

- ☆..... گھر کے سربراہ، خود حضور ﷺ 274
- ☆..... گھر، ایک بنیادی ضرورت 276
- ☆..... ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے گھروں کی تعمیر 277
- ☆..... گھر کی تعمیر میں فضول خرچی ناپسند 279
- ☆..... گھریلو سامان 282
- ☆..... چار پائی رسول ﷺ سے برکت کا حصول 287

- ☆ 288 گھر میں تکلفات آہستہ سے نفرت
- ☆ 292 زہد و قناعت
- ☆ 296 اخراجات نبوی ﷺ کی کہانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ثرہانی
- ☆ 299 مہمان داری
- ☆ 307 مختلف گھریلو امور
- ☆ 307 گھریلو کام کاج
- ☆ 309 گھریلو صفائی
- ☆ 310 گھر والوں کے آرام کالی کا
- ☆ 311 رات کے سوتے وقت دروازہ وغیرہ بند کرنا
- ☆ 312 عہد دست شیانہ
- ☆ 315 گھروں کا پرورد



اختساب

میں اپنی ناجیز مساعی کے اس سبک مایہ مگر مفید اخروی نتیجہ کو نہایت خلوص و ارادت کے ساتھ اس تحریری کاوش کو ایک گہر بار، ہرگزیدہ اور سراپا اخلاص شخصیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنے حق میں سرمایہ صد افتخار تصور کرتا ہے، اس سے مراد بندہ ناجیز و گنہگار کے پیر و مرشد، سرمایہ خاندان نقشبندیہ، خواص، بحر حقیقت، شہسوار میدان طریقت، مہر شریعت، پدر طریقت، پیشوائے واقفان طریقت،

حضرت مولانا شمس الرحمن العباسی نقشبندی غفوری دامت برکاتہم و آلہم و سلم
خلیفہ اجل عارف باللہ قافی فی اللہ، یگانہ جہاں و معتقدائے زمان، منبع اسرار، مرقع انوار، مرشد بحق حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب عباسی نقشبندی غفوری نور اللہ مرقدہ کی ذات اقدس ہے۔

جن کی نگاہ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے لئے آسان ہو گئیں اور ساتھ ساتھ ان کے اسم گرامی سے مستنون کر کے فخر و مباہات اخروی کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہوں۔ شاہان چہ عجب گروہ خاندان گدارا

کسی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسن انتخاب کی ہے

بندہ ناجیز و سراپا عیوب
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

فہمیدہ الشیخ، زینت المصباح حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی، امت برہم

جائیں شیخ الحدیث

نام اہل سنت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

نالہم بدرہہ مظلہ لعلہم جہدہ سہارہ نور (انٹریا)

بیت الخلق حضرت مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری صاحب زیدت عتایا حکم
السلام بیگم و رحمت اللہ و برکاتہ بندہ اپنے علاقت اور مشغولیت کی وجہ سے لمبی تحریر
نہیں لکھ سکا، اللہ تعالیٰ آپ کے تصنیف کے مشغلے میں برکت عطا فرماوے، امت کو زیادہ
سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کی ساری کتابیں مفید ہوں جو تصنیف ہو چکی ہیں مثلاً
(۱) خوشوار ازاد دینی زندگی کے رہنما اصول

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازاد دینی زندگی

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نواتیں کو قیمتی نصائح

(۴) دولہا کے لئے قیمتی نصائح

(۵) دولہن کے لئے قیمتی نصائح

(۶) فضیلت دعوت و تبلیغ اور بھی جو دیگر کتب ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے وقت میں اور عمر میں برکت عطا فرماوے اور تصانیف زیادہ
وقت لگا کر فائدہ پہنچے، ملت معاشرہ اور موعظت کے خلاف بھی رسالہ کی ضرورت ہے،
اللہ تعالیٰ آپ کی تصنیفات و تالیفات کو نافع بھی فرماوے اور امت میں عام فرماوے۔

فقط والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على رسوله خاتم
النبيين و رحمة للعالمين و اسوة حسنة للمؤمنين و آله و اهل بيته الطيبين
الطاهرين و اصحابه الباهرين الكاملين اما بعد!

نبی کریم ﷺ رؤف رحیم ﷺ کی ذات گرامی جنہیں از روئے قرآن مجید اللہ کریم
نے جملہ مسلمانوں عربی و عجمی، کالے و گورے، حاکم و محکوم، چھوٹے بڑے اور مرد و عورت
کے لئے آفتاب ہدایت، سرپا رہنمائی اور ہمہ جہتی کا کامل نمونہ بنا کر بھیجا تھا، کیسے ممکن تھا
کہ آپ ﷺ انسانی زندگی کے ایک جلی و فطری تقاضے اور اہم پہلو ازدواج و اہل و عیال
کے سلسلے میں لوگوں کے لئے کوئی مثالی نمونہ قائم نہ فرماتے چنانچہ آپ ﷺ نے جلی
و فطری اور جنسی تقاضوں کی تکمیل سے کہیں زیادہ تعلیم امت کی خاطر بھرپور ازدواجی
زندگی گزار کر امت کے لئے ایک بے مثال نمونہ چھوڑا کہ کس طرح جنت نظیر پرسکون اور
خوشیوں کا گہوارہ بنتا ہے۔

ازدواجی تعلقات گھریلو معاملات اور بال بچوں کے مسائل انسانی زندگی کا بڑا
نازک اور خاصا مشکل و صبر آزمائشی ہے۔

ہادی عالم ﷺ نے ایک کامل و اکمل رسول ﷺ کی حیثیت سے انسان کی اس
مشکل کو عملی طور پر آسان کر کے دکھایا اور شانہ روز ذکر و عبادت، تسبیح و تہلیل، دعا
و مناجات، تعلیم و تدریس اور تبلیغ و دعوت کے علاوہ جہادی، سماجی، حکومتی، سیاسی،
معاشرتی مصروفیات اور منصب نبوت کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ قابل
رشتہ پرست، پر امن اور محبت بھری زندگی گزارنے کی شاندار ہی نہیں بلکہ لاجواب
مثال قائم فرمائی۔

سیرت نبوی ﷺ کا یہ گوشہ جہاں بڑا ایمان افروز روح پرور اور سبق آموز ہے
وہاں اس کا یکجا ملنا بھی بہت مشکل ہے، یہ دلچسپ موضوع سیرت کی کتابوں میں اور کہیں

زیادہ حدیث کی کتابوں میں تحریر ہوا ہے، اس ضرورت کے پیش نظر راقم نے نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے مفسرین، محدثین، مؤرخین و سیرت نگاروں کے کماں بحث اور حقیقہ سے جمع کئے گئے احادیث و سنن کے غریبوں سے چند جوہرات اور آبدار موقی حاصل کئے اور کلشن سیرت سے کچھ حصہ وغیریں بھول جن کراپنی ناقص فہم کے مطابق ایک مہر پرست اور مخلص بنام ”رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی“ جاننے کی کوشش کی ہے۔

بہر حال بحر سیرت سے جتنے موقی اور کلشن سیرت سے جتنے بھول جن کر میں اپنے تنگ دامن میں سیٹ رکھوں دو شائقین اور دو شہان رسول ﷺ کے سامنے حاضر ہیں، آخر میں مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے، اس لئے بقدر منائے بشریت غلطی کا صدور و بیدار امکان نہیں۔ اس لئے قارئین خصوصاً اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اگر ان کی نظر میں خدائے کوئی غلط یا قابل اصلاح چیز آئے تو اس سے ناچیز مؤلف کو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ تسمد و اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

و صلی اللہ تعالیٰ و سلم علی خیر خلقہ عبدنا و مولانا محمد و

آلہ و صحبہ و ازواجہ و بناتہ و موالیہ و خدامہ و اہل بیتہ اجمعین

شفاعت اہل بیتہ علیہم السلام

محمد روح اللہ نقشبندی نقوری

﴿پہلا باب﴾

حضور نبی کریم ﷺ

کی

حکمت بھری شادیاں

محمد رسول ﷺ کی حکمت بھری شادیاں

رسول اللہ ﷺ کی متعدد شادیاں کرنے میں بہت ساری حکمتیں ہیں جن کو ہم درج ذیل طور میں بیان کریں گے۔

(۱) تعلیمی حکمت (۲) قانون سازی کی حکمت

(۳) اجتماعی حکمت (۴) سیاسی حکمت

ہم ان چار حکمتوں میں سے ہر ایک پر مختصری بحث کریں گے اور اس کے بعد اہمات المؤمنین الطاہرات کے بارے میں گفتگو کریں گے اور مستقل طور پر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ شادی کی حکمت بھی بیان کریں گے۔ (انشاء اللہ)

(۱).....تعلیمی حکمت

رسول اللہ ﷺ کا متعدد شادیاں کرنے میں ایک بنیادی مقصد عورتوں کے لئے کچھ تعلیمات تیار کرنا تھا جو ان کو شرعی احکام کی تعلیم دیتیں اس لئے کہ عورتیں بھی معاشرے کا نصف حصہ ہیں اور جو امور مردوں پر فرض کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر عورتیں بعض شرعی امور سے متعلق نبی ﷺ سے سوال کرتے ہوئے شرماتی تھیں اور خاص طور پر تو ایسے امور سے متعلق جو ان کے ساتھ مخصوص تھے جیسے حیض، نفاس، جنابت اور باہمی تعلق خاص اور ان کے علاوہ بھی کئی ایک احکام ہیں اور بعض اوقات اس قسم کے مسائل کے متعلق سرکارِ دو عالم ﷺ سے سوال کرنے کا ارادہ کرتے وقت عورت اپنی حیا پر غالب آجاتی تھی۔ (یعنی کہ مجبوراً اسے ڈھنائی بھی اختیار کرنی پڑتی) آپ ﷺ اخلاقی اعتبار سے کامل الہیاء تھے جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ آپ ﷺ (اشد حياء من العذراء فى خدرها) ”آپ ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا دار تھے“۔ (صحیح مسلم،

کتاب الفضائل، باب کثرة حیائہ علیہ السلام)

پس آپ ﷺ عورتوں کی طرف سے پیش ہونے والے سوالات کا جواب

کامل صراحت سے نہیں دے سکتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات کنایہ میں بیان کر دیتے اور بسا اوقات عورت سمجھ نہیں پاتی تھی کہ آپ کی اس کنایہ سے کیا مراد ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کسی انصاری عورت نے حیض کے غسل سے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے بتا دیا کہ وہ کس طرح غسل کرے پھر آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ خوشبو لگا ہوا کوئی ٹکڑا (یعنی کہ روئی کا ٹکڑا جس میں خوشبو لگی ہوئی ہو) لے لو اور پھر اس سے پاکیزگی حاصل کرو۔ عورت کہنے لگی کہ میں اس ٹکڑے سے پاکی کیسے حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کر لو۔ عورت نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس ٹکڑے سے طہارت کیسے حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ اس سے طہارت حاصل کر لو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کہا کہ اسے فلاں فلاں جگہ پر رکھ لو اور اس سے خون کے نشان صاف کر لو اور اسے صراحت سے بتایا کہ روئی کے ٹکڑے کو کس جگہ پر رکھنا ہے۔

تو آپ ﷺ اس جیسی وضاحت سے شرماتے تھے اور اسی طرح ایسی عورتیں بھی بہت کم ہوتی تھیں جو اپنی حیا اور نفس پر غالب آ کر پیش آنے والے واقعات کے متعلق نبی پاک ﷺ سے واضح طور پر سوال کر سکتی ہوں اس کی مثال ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو کہ صحیحین (صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب اذا احتلمت المرأة، صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة) میں مروی ہے۔ وہ پیش کرتے ہیں۔ جس میں آپ فرماتی ہیں کہ ام سلمہ (ابو طلحہ کی بیوی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول بے شک اللہ حق (بیان کرنے) سے نہیں شرماتا۔ (آپ ﷺ بتائیے کہ) کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ عورت پانی دیکھے اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اور کہا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر بچہ اپنی ماں کے مشابہہ کیسے ہوتا

ہے؟

یہ کہنے سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ بچہ مرد اور عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے بچہ کبھی کبھار ماں کی شکل و صورت پر پیدا ہوتا ہے۔ جیسا قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (الدھر: ۲)

بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں پھر ہم نے اسے دیکھنے والا اور سننے والا بنادیا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امشاج یعنی اخلاط اور مِشج اور مِشج ایسی شے کو کہتے ہیں جو آپس میں ملی ہوئی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے جب وہ آپس میں مل جائیں اور دیگر مشکل سوالات کی مثال بھی ایسی ہے کہ ان کے جوابات دینا بعد میں امہات المؤمنین کے حوالے ہوتا تھا۔ لہذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”نعم النساء نساء الانصار ما منعهن الحياء ان يتفقهن في الدين“ (صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب استحباب استعمال المغسلة من الحيض فرصة من مسك) کہ انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں کہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں انہیں کسی قسم کی حیا مانع نہیں ہوتی تھی۔

انہی انصار میں سے بعض عورتیں ایسی تھیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس امدھیرے میں آتیں اور بعض دینی امور اور حیض، نفاس اور جنابت اور ان کے علاوہ دیگر مسائل پوچھتیں تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ان کے لئے بہترین معلومات اور مناسب توجیہ بتانے والی ہوتی تھیں جن کی وجہ سے عورتوں نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کر لی۔

ایسے حالات میں کون ہوتا جو آپ ﷺ کے گھریلو افعال و احوال کو ہمارے واسطے بیان کرتا؟ سوائے ان عورتوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس عزت سے نوازا کہ

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
وہ امہات المؤمنین اور رسول کریم ﷺ کی دنیا اور آخرت میں بیویاں بن گئیں۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے تمام احوال اور گھریلو افعال اور
عادات کو نقل کرنے میں بہت بڑا مقام رکھتی ہیں آپ ﷺ کی ان ازواج مطہرات
میں کئی ایک معلمات اور محدثات بنیں جنہوں نے آپ ﷺ کی ہدایات کو نقل کیا اور
وہ قوت حفظ، فصاحت اور ذکاوت کے لحاظ سے مشہور ہوئیں۔

(۲)..... قانون سازی کی حکمت

قانون سازی کی حکمت، یہ بھی آپ ﷺ کی متعدد شادیاں کرنے کی حکمت کا
ایک جز ہے اور یہ حکمت انتہائی واضح ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی کثرت
سے شادیاں کرنے سے جاہلیت کی مکروہ عادات کا خاتمہ ہو جائے اور اس کی مثال ہم
”منہ بولا بیٹا بنانے کی بدعت“ دے سکتے ہیں۔ کہ جو عرب میں اسلام سے پہلے رائج
تھی اور یہ بدعت ان کے ہاں متوارث دین بن چکی تھی ان میں سے کوئی بھی ایک کسی
ایسے شخص کو جو اس کا حقیقی بیٹا نہ ہوتا تھا اپنا بیٹا بنا لیتا تھا اور اس کو وہ اپنے بیٹے کے حکم
میں شامل کر دیتا تھا اور اسے حقیقی بیٹا سمجھتا تھا اور پھر وراثت، شادی، طلاق، محرمات،
مصاہرت (سسرالی رشتہ) اور محرمات نکاح وغیرہ میں اس کا حکم نسبی بیٹوں کا سا ہوتا
تھا اور اس کے علاوہ بھی کئی ایک امور تھے جن پر وہ لوگ کاربند رہتے تھے اور یہ تقلیدی
دین تھا جس کی جاہلیت میں اتباع کی جاتی تھی ان میں سے کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنانا
اور اسے کہتا کہ ”الت ابنی ازک و توفی“ (یعنی تو میرا بیٹا ہے میں تیرا وارث
ہوں اور تو میرا وارث ہے) اس قسم کے حالات میں اسلام ان کو باطل پر غمخوار ہوا بھی
پسند نہیں کرتا تھا۔ اور نہ ہی ان کا جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے پھرتا پسند کرتا تھا۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو الہام فرمایا کہ آپ کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنائیے
اور یہ واقعہ بحث نبوی ﷺ سے پہلے کا ہے۔ آپ ﷺ نے دور اسلام سے قبل عرب کی
عادات کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔

منہ بولا بیٹا بنانے میں ایک تعجب خیز قصہ اور عجیب و غریب حکمت ہے۔ جیہ کہ مفسرین اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور یہاں پر مناسب موقع نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور اس طرح نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اور اس دن کے بعد لوگوں نے اسے زید بن محمد ﷺ کہنا شروع کر دیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مروی ہے کہ
ان زید بن حارثہ مولی رسول اللہ ﷺ ما کنا ندعوہ الا
زید بن محمد حتی نزل القرآن "ادعوہم لابائہم
هو اقص عند اللہ" فقال النبی ﷺ انت زید بن حارثہ
بن شراحیل (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ
الاحزاب، باب ادعوہم لابائہم)

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ہم اسے زید بن محمد ﷺ ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن نازل ہوا "ان کو ان کے باپوں (کے نام) سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے"۔ جس پر نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو حارثہ بن شراحیل کا بیٹا زید ہے۔

اور آپ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش الاسدی رضی اللہ عنہا سے کر دی تھی۔ اگرچہ یہ کچھ عرصہ زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں مگر سرمد مہری سے پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ان کے آپس کے تعلقات بگڑنے لگے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سخت سخت باتیں کہنا شروع کیں اور اپنے آپ کو زیادہ معزز سمجھنے لگیں۔ کیونکہ وہ نبی پاک ﷺ کے بیٹا بنانے سے قبل ایک غلام تھے اور یہ حسب و نسب والی تھیں۔ اور ایک خاص حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ زید رضی اللہ عنہ زینب رضی

والا ہے۔

اور یہ شادی اللہ کے حکم سے تھی۔ خواہش اور شہوت کو پورا کرنے کے لئے نہیں تھی۔ جیسا کہ بعض جھوٹی اور لغو باتیں پھیلانے والے اللہ کے دشمن کہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی یہ شادی پاکیزہ مقصد اور بہت بڑی غرض سے تھی اور وہ تھا جہالت کی عادات کا باطل کرنا اور بے شک اللہ عزوجل نے اس شادی کی غرض کو وضاحت سے بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

لِكَيْلَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ

إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (الاحزاب: ۲۷)

تاکہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کر لیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

ان زینب رضی اللہ عنہا کانت تفخر علی ازواج

النبی ﷺ تقول زوجک اہالیکن وزوجنی اللہ من

فوق سبع سموات

زینب رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دوسری بیویوں پر فخر کرتی تھیں

کہ تمہاری شادیاں تمہارے گھر والوں نے کی ہیں اور میری

شادی اللہ نے سات آسمانوں پر کی ہے۔

اور اسی طرح یہ شادی قانون شریعت کے لئے تھی اور حکیم و عظیم اللہ تعالیٰ کے

حکم سے تھی۔ پاک ہے جس کی حکمت کا عقل کے ذریعے احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور اللہ

تعالیٰ نے سچ فرمادیا ہے:

وَمَا أَوْثَقُكُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ○ (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

اللہ عنہا کو طلاق دے دیں جب ایسا ہوا تو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو نوبت رسی عنہا سے شادی کرنے کا حکم دے دیا تاکہ (منہ بولا بیٹا بنانے) اور واج باطل کر دیا جائے اور دین کی بنیاد مستحکم کر دی جائے اور رسم جاہلیت کو اس کی بنیادوں سمیت ختم کر دیا جائے۔ لیکن نبی پاک ﷺ منافقوں اور فاجر لوگوں کی باتوں سے ہلچکھاتے تھے کہ مبادا وہ اس میں زبان درازی کریں اور کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی پس آپ ﷺ ابھی اس معاملے میں مذہب تھے کہ رب تعالیٰ کا حکم نازل ہوا:

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَذْعِبْنَاهُمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝ (الاحزاب: ۳۷)

اور آپ لوگوں (کے طعن و تشنیع) سے ڈر رہے ہیں حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں پس جب زید نے ان سے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے آپ کا اس سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کو اس بات میں حرج نہ ہو کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے شادی کر لیں جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کر لیں اور اللہ کا کام ہر حال میں پورا ہو کر رہتا ہے۔

اور اس طرح منہ بولے بیٹے کا حکم ختم ہوا اور جن عادات کی دور جاہلیت میں پیروی کی جاتی تھی وہ باطل ہو گئیں۔ حالانکہ وہ ایک ایسا تقلیدی دین بن چکی تھیں کہ جن سے چھٹکارا پانا ممکن نہ تھا چنانچہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (الاحزاب: ۴۰)

محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتے

(۳) اجتماعی حکمت

تیسری حکمت اجتماعی تھی جو کہ آپ ﷺ کے وزیر اقبال ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے میں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کے وزیر ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے اور خود کو قریش کے رشتہ دامادی و نسب میں لانے اور ان کی متحدہ عورتوں سے شادی کرنے میں ظاہر ہے۔ اور یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ کا متعدد قبائل اور خاندانوں کے ساتھ مضبوط ترین رابطہ پیدا ہو گیا اور آپ ﷺ نے ان کے دلوں کو ایسا بنادیا کہ وہ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور دعوت ایمان اور اسلام کی سر بلندی کے لئے آپ کے ساتھ متحد ہو گئے۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور بے شک وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور انہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے دفاع اور حمایت کے لئے پیش کر دیا تھا اور انہوں نے اسلام کی راہ میں شدید اذیتوں کو برداشت کیا تھا۔

پس نبی ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی صلہ نہ پایا کہ آپ نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر لی اور اس طرح ان کے درمیان (سسرالی رشتہ) قائم ہو گیا۔ جس نے ان کی باہم دوستی اور رابطے کو مزید مستحکم کر دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مزید استحکام صداقت اخلاص اور راہ دین میں جان نثاری کی صورت میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جن کے ذریعے اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور جینا رہ اسلام کو بلند کیا۔ آپ ﷺ کا ان سے دامادی کے رشتے سے منسلک ہو جانا ان کی راہ

اسلام میں دی جانے والی قربانیوں کا بہترین صلہ تھا اور اس طرح نبی کریم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اپنے وزیر اڈل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین شرف و منزلت اور مصاہرت میں مساوات فرمادی۔

پس آپ ﷺ کا ان دونوں بزرگوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا ان کے لئے بہت بڑا شرف تھا۔ بلکہ بہت بڑا صلہ اور احسان تھا۔ اس شرف کے علاوہ کسی اور شرف سے انہیں اپنی زندگی میں عزت دینا ممکن بھی نہ تھا۔ تو پھر اس اعتبار سے آپ ﷺ کی سیاست کس قدر عظیم ہوئی؟ اور اپنے مخلص وفاداروں کے لئے کتنا عظیم صلہ ہوا اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اس اکرام کو حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹیاں بیاہ کر مساوی کر دیا۔

اور یہ ہی وہ چار ہیں جو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بڑے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی شریعت کو پھیلانے اور آپ ﷺ کی دعوت کو قائم کرنے میں آپ ﷺ کے خلیفہ بھی تھے۔ تو پھر اس سے بڑھ کر اور کیا حکمت اور کیسی گہری نظر ہو سکتی ہے؟

(۴)..... سیاسی حکمت

آپ ﷺ نے بعض عورتوں سے شادی قبائل کو اپنے ساتھ ملانے اور لوگوں کی تالیف قلب کے لئے بھی کی تھی۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہی ہے کہ جب آدمی کسی قبیلے یا خاندان کی عورت سے شادی کرتا ہے تو اس کے اور قبیلے والوں کے درمیان سرکاری نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص اپنی طبیعت کی بدولت انہیں اپنی نصرت و حمایت کے لیے جمع بھی کر لیتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند مثالیں بھی بیان کریں گے تاکہ ہمارے لئے اس کی حکمت مزید واضح ہو جائے۔

پہلی مثال:

قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا ہے۔ جو اپنی قوم اور خاندان کے ساتھ قید ہوئیں تھیں۔ قید ہونے کے بعد

انہوں نے اپنا فدیہ دینا چاہا لہذا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ ﷺ سے کچھ مالی امداد حاصل کریں۔ جس پر آپ ﷺ نے (جویریہ رضی اللہ عنہا) کے سامنے فدیہ معاف کرنے اور ان سے شادی کرنے کی تجویز پیش فرمائی۔ جسے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے قبول فرمایا اور آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے دیگر رشتہ دار جن مسلمانوں کی قید میں تھے جب انہیں نبی پاک ﷺ کی اس شادی کی خبر ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سرالی ہماری قید میں ہوں؟

لہذا انہوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جب بنو مصطلق نے اس شرافت، بلندی کردار اور مروت کو دیکھا تو تمام کے تمام اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو گئے اور مؤمن بن گئے۔

آپ ﷺ کی یہ شادی خود سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی قوم اور خاندان کے لئے برکت کا باعث بنی۔ کیونکہ یہی (شادی) تو ان کے اسلام لانے اور آزادی کے حصول کا سبب بنی تھی۔ اس اعتبار سے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لئے عظیم البرکت ثابت ہوئیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

اصاب رسول الله ﷺ نساء بنی المصطلق فاخرج
الخمس منه ثم قسمه بین الناس فاعطی القرس
سهمین والرجل مہما فوقع (جویریہ بنت
الحارث) فی سهم ثابت بن قیس فجاءت الی
الرسول فقالت یا رسول الله انا جویریہ بنت الحارث
سید قومہ وقد اصابنی من الامر ما قد علمت وقد
کاتبنی ثابت علی تسع اواق فاعنی علی فکاکی فقال
علیہ السلام اوخیر من ذلک؟ فقالت ماہو؟ فقال
اودی عنک کتابک واتزوجک فقالت نعم

یا رسول اللہ فقال رسول اللہ قد فعلت غزوہ بنی مصطلق کے نتیجے میں مال غنیمت کے طور پر بہت سارے قیدی رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئے ان میں عورتیں بھی تھیں تو آپ ﷺ نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال لیا پھر باقی ماندہ مال غنیمت کی تقسیم آپ ﷺ نے اس طرح فرمائی کہ گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ تو جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: ”اے اللہ کے رسول میں جویریہ بنت حارث ہوں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور میں جس مصیبت میں مبتلا ہو کر حاضر ہوئی ہوں آپ اس سے واقف ہی ہیں ثابت میری رہائی کے مسئلے میں، ۱۹ اوقیہ پر مجھ سے مکاتبہ کر لی ہے۔ لہذا میری آزادی کے مسئلے میں میری مدد فرمائیں۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے جویریہ یہ کیا اس سے بہتر کی بھی تمہیں ضرورت ہے؟“ تو جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ”وہ کیا ہو سکتی ہے؟“ جس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ”میں آپ کی طرف سے زر کتابت ادا کر کے آپ سے نکاح کر لیتا ہوں۔“ تو جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے یہ تجویز قبول ہے۔

اور جب یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو انہوں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سرال قید میں ہوں؟ ان کے ہاں بنی مصطلق کے جتنے بھی قیدی تھے ان سب کو انہوں نے آزاد کر دیا اور اس طرح نبی پاک ﷺ کی اس قوم کے سردار کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے (۱۰۰) گھروں تک آزادی کی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ (مختلف الفاظ سے جویریہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان ہوا ہے مگر الفاظ کی مناسبت سب سے زیادہ مستدرک حاکم سے ہے۔ (۱) مستدرک حاکم، الجزء الرابع، ص ۲۸، (۲)

مسند احمد، الجزء السادس، حدیث نمبر ۲۶۴۱۹، ص ۳۰۸، (۳) سقن ابی داؤد
 کتاب العتق، باب فی بیع المکاتب اذا فسخت المکاتب، (۱) سیرت النبی ﷺ (شبلی
 نعمانی) جلد اول، ۵۵ غزوہ مریسیع (ص ۲۳۷، ۲۳۹)، (۵) سیرت ابن ہشام
 (حصة چهارم)، ص ۳۲۱، طبع اول ۱۹۶۱ء، (۶) زاد المعاد (حصة دوم، اردو)،
 ص ۲۰۶، ناشر نفیس الکیڈمی، کراچی، (۷) الرحیق المختوم، (اردو)، ص ۵۶۵

دوسری مثال:

اور اسی طرح آپ ﷺ کا صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے شادی
 کرنا تھا جو غزوہ خیبر میں اپنے خاوند کے قتل کے بعد قید ہو گئی تھیں اور ایک مسلمان کے
 حصے میں آئیں تھیں۔ اہل رائے اور صاحب مشورہ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بوقریظہ کے
 سردار کی بیٹی ہیں اور یہ نبی پاک ﷺ کے لئے مناسب رہیں گی۔ لہذا انہوں نے یہ
 مسئلہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور دو
 باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیدیا۔ (۱) یہ کہ آپ ﷺ انہیں آزاد کر دیں اور پھر
 ان سے شادی کر لیں اور وہ آپ ﷺ کی بیوی بن جائیں۔ (۲) یا پھر انہیں آزاد کر دیا
 جائے اور وہ اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ
 آپ ﷺ انہیں آزاد کر دیں اور وہ آپ ﷺ کی بیوی بن جائیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں
 نے آپ ﷺ کی جلالت و عظمت اور حسن معاملہ کو دیکھا تھا۔ تو نہ صرف یہ کہ وہ خود بھی
 اسلام لے آئیں بلکہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے کئی اور لوگ بھی اسلام لے آئے۔
 صفیہ رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان
 سے فرمایا کہ یہودیوں میں سب سے زیادہ تمہارا باپ میرا دشمن تھا۔ یہاں تک کہ اللہ
 تعالیٰ نے اسے قتل کر دیا جس پر صفیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول!
 (ﷺ) اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (الانعام: ۱۶۵)

ترجمہ: کوئی جان کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب آپ کو اختیار ہے اگر آپ اسلام قبول کریں گی تو میں آپ کو اپنے لئے روک لوں گا اور اگر آپ یہودیت کو پسند کریں گی تو میں آپ کو آزاد کر دوں گا۔ پھر آپ اپنی قوم میں واپس چلی جانا جس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) میں نے اسلام کو پسند کر لیا اور میں نے آپ کی تصدیق تو اس سے قبل ہی کر دی تھی۔ جب آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا اور یہودیت میں اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ میرا اس میں باپ اور نہ ہی بھائی ہے اور آپ نے مجھے کفر اور اسلام کا اختیار دیا۔ پس اللہ اور اس کا رسول مجھے آزادی اور اپنی قوم کی طرف لوٹ جانے سے زیادہ محبوب ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے لئے روک لیا۔

اور اسی طرح آپ ﷺ کا سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرتا ہے اور ابوسفیان اس وقت شرک کا علبردار اور نبی پاک ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور اس کی بیٹی مکہ میں اسلام لا چکی تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ اپنے دین کے تحفظ کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور وہیں پر ان کے شوہر فوت ہو گئے اور وہ تنہا اکیلی رہ گئیں ان کا کوئی مددگار اور نگرہ نہ تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کو ان کی تنہائی اور بے بسی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ (نجاشی) کی طرف پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ ﷺ سے کر دیں نجاشی نے جب یہ پیغام ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا تو انہیں اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کیفیت کو رب ہی جانتا ہے اس لئے کہ اگر وہ اپنے والدین اور خاندان کی طرف لوٹ جاتیں تو وہ انہیں مرتد بنانے اور پھر سے کفر کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے یا انہیں سخت ترین سزا دیتے اور نجاشی نے اپنی طرف سے انہیں چار سو دینار اور کچھ عمدہ تحائف بھی دیئے جب وہ مدینہ لوٹ آئیں تو نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔

جب ابوسفیان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اس شادی کو برقرار رکھا اور کہا کہ ”ہو الفحل لا یفرع انفہ“ کہ وہ ایسا نہ ہے کہ جس کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی اور اس نے

رسول اللہ ﷺ پر فخر کیا اور اپنے ساتھ نبی پاک ﷺ کی رشتہ داری کو برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اسلام کی ہدایت عطا فرمادی۔

اور یہاں سے ابوسفیان کی بیٹی کے ساتھ آپ ﷺ کی شادی کرنے میں ہمارے لئے بہت بڑی حکمت ظاہر ہوتی ہے وہ اس طرح کہ یہ شادی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی تکالیف و اذیتوں میں تخفیف کا سبب بنی۔ خاص طور پر نبی اکرم ﷺ اور ابوسفیان کے درمیان نسبت و قرابت ہونے کے باوجود اس وقت بنو امیہ میں سے رسول اللہ ﷺ کا سب سے زیادہ مخالف ابوسفیان ہی تھا اور آپ ﷺ اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا۔ ان حالات میں آپ ﷺ کا اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا خود اس کے اور اس کی قوم اور خاندان والوں کے دل کو نرم کرنے کا سبب بنی کیونکہ آپ ﷺ نے بھی تو دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کرنے کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے انہیں اپنے لئے پسند فرمالیا تھا۔

بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم و ترغیب

رسول اللہ ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم اور بنیادی سبب امت کو بیوہ اور بے سہارا خواتین سے شادی کی تعلیم و ترغیب دینا تھا۔ اسلام سے قبل عرب عہد جاہلیت، دنیا کے مذاہب اور مختلف انسانی معاشروں میں عورتوں کا کیا مرتبہ و مقام تھا؟ وہ انسانی تاریخ کی ایک المیہ داستان ہے، چہ جائیکہ عورت اور وہ بھی بیوہ و بے سہارا۔ اس کے مقام و مرتبے کے متعلق کچھ کہنا اور لکھنا تحصیل حاصل سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ انسانی تاریخ کے اس تاریک ترین دور اور عرب کے اس نیم وحشی معاشرے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے دین کی دعوت اور انسانیت کا درس دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیوہ و بے سہارا خواتین سے شادی کر کے ایک عظیم مثال قائم کی، جو امت کے لئے الائق تقلید ہے۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محسن انسانیت، پیغمبر رحمت حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات میں غالب اکثریت بیوہ و بے سہارا خواتین پر مشتمل تھی، چنانچہ

ام المومنین حضرت صدیق اکبرؓ کی، حضرت سیدہ، حضرت زینب بنت خزیمہؓ،
 ام سلمہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
 تمام یہ وہ فدا قین تھیں۔ ان سے شادیاں کر کے رسول اللہ ﷺ نے عظیم مثال قائم
 فرمائی۔ جسے کسی بھی سنگین فاضل، عترتِ انس نہیں گرا دانا جاسکا۔

مذکورہ بالا متذق اور اسباب کے جان لینے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو کر
 سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شادیوں میں متعدد حکمتیں پنہاں تھیں اور ان کے
 انکی تاگزیر اور ہر کیر اسباب تھے، نہ کہ وہ جو مستشرقین اور ان کے ہمنواؤں کے غیر مسلم
 ضلعی اعتراضات و شبہات کی صورت میں سامنے لاتے ہیں، آپ ﷺ کی ذات اطہرہ
 ہر فہم تقید سے پاک ہے۔



﴿دوسرا باب﴾

رسول اکرم ﷺ

کی ازدواجی زندگی

بسم الله الرحمن الرحيم

ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد القرشیہ الاسدیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ابتدائی حالات

اصل نام مع عرف ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور لقب طاہرہ ہے۔
والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ، والد کا نام خویلد اور خاندان قریش ازاد لاد قصبی ہے۔

حضور ﷺ سے پہلے دو نکاح ہوئے، (۱) حقیق بن عاکف مخزومی جو لاولد و دنیا
سے رخصت ہوئے، (۲) ابوہالہ عبد بن نیش جن کی اولاد ہوئی۔

حضور ﷺ سے اتنی عمر میں نکاح ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ۳۵ سال تھی۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ۲۵ برس یا ۲۳ برس چھ ماہ رہیں۔

وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی جب کہ حضور ﷺ کی عمر ۵۰ سال تھی اور حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۵ سال تھی۔ (تاریخ اسلام، ص ۱۰)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو نکاح ہوئے تھے، ان کے پہلے شوہر حقیق بن عابد بن
عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم تھا، جس سے ایک بیٹا حارثہ پیدا ہوا، اس کے بعد ان کی شادی
قبیلہ بنو اسید بن غیسر کے آدمی ابوہالہ انسی سے ہوئی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب ان کی شادی عتیق بن عابد سے ہوئی تو یہ اس وقت کنواری تھیں، پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کا شادی ابو ہالہ مالک بن النباش بن زرارہ سے ہوئی، جو قبیلہ بنی عمر بن تیم کے شخص تھے اور یہ قبیلہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا، ابن اسحاق رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ابو ہالہ سے ان کے دو بچے پیدا ہوئے جن میں سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی، پھر جب ابو ہالہ کا بھی انتقال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کی۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو ہالہ کا نام مالک بن نباش بن زرارہ تھا۔ امام قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے البتہ ابو ہالہ کا نام ہند بن زرارہ بن نباش نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابو ہالہ سے جو بیٹا پیدا ہوا تھا اس کا نام ہند بن ہند تھا۔ امام زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ پہلے ان کی شادی ابو ہالہ سے ہوئی اس کے بعد عتیق بن عابد سے ہوئی، علامہ دولابی رحمہ اللہ اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام زہری کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو صحیح کہا ہے، اور علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے صرف عتیق بن عابد ہی کو نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ سے قبل فقط انہیں سے شادی ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اکرم ﷺ کا معاہدہ تجارت

حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مالدار اور نہایت شریف تاجر خاتون تھیں، وہ اپنا مال تجارت پیشہ لوگوں کو بطور مضاربہ دیا کرتی تھیں، اس زمانے میں خاندان قریش کے لوگ بڑے مانے ہوئے تاجر سمجھے جاتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ و شرافت و دیانت کی خبر پہنچی تو بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے نبی ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال لے کر تجارت کے لئے تشریف لے جائیں تو جتنا حصہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دو گنا آپ کو دوں گی اور ساتھ میں ایک غلام بھیجنے

کی بھی پیشکش کی جسے میسرہ کہا جاتا تھا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش قبول کر لی اور ان کا مال اور غلام ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہو گئے، شام میں ایک جگہ آپ ﷺ نے قیام کیا وہاں عیسائیوں کا ایک عبادت خانہ تھا جس کے قریب ایک درخت تھا، نبی کریم ﷺ اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے، گرجے میں ایک راہب تھا جب اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو بڑا متاثر ہوا کہ کس قدر عظیم وجاہت والا شخص ہے، اس نے غلام (میسرہ) سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ آدمی کون ہے؟ جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے، اس نے کہا یہ ایک قریشی نوجوان ہے جو حرم مکہ میں رہتا ہے، اس راہب نے کہا میرا بڑا طویل تجربہ ہے جس درخت کے نیچے تمہارا یہ ساتھی بیٹھا ہوا ہے اس کے نیچے آج تک نبی کے بغیر کوئی نہیں بیٹھ سکا۔ پھر کچھ ہی دنوں میں نبی کریم ﷺ جو سامان وغیرہ ساتھ لائے تھے اسے فروخت کیا اور جو کچھ خریدا چاہتے تھے وہ خریدا اور پھر مکہ کے لئے واپس روانہ ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کے وقت شدید گرمی ہوتی تو آسمان سے دو فرشتے آتے اور نبی ﷺ پر سایہ کرتے اور آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھے ہوئے ہوتے۔

جب نبی کریم ﷺ مکہ واپس پہنچے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وہ مال پیش کیا تو اس کا منافع حالات سے بڑھ کر دو گنا یا اس کے قریب تر تھا، پھر جب میسرہ غلام نے ان سے وہ راہب کا قصہ نیز دو فرشتوں کا سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ تمام حالات (مال کا منافع عام حالات سے بڑھ کر اور پھر آپ کی امانت و دیانت) دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔

رسول اکرم ﷺ کو پیغام نکاح

پھر (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود بھی نہایت سمجھدار اور مدبرہ خاتون تھیں)

انہوں نے نبی ﷺ کے پاس ایک پیغام بھیجا جس میں آپ فرماتی ہیں کہ مجھے آپ کی طرح معلوم ہے آپ اپنی قوم (خاندان) میں نہایت شریف، دیانتدار، باعزت، امین، اور انتہائی کریمانہ اخلاق کے حامل ہیں اور پھر میری آپ سے اتنی رشتہ داری تو پہلے سے ہے کہ آپ خاندان قریش کے نہایت ہی تابندہ چشم و چراغ ہیں اور میں بھی قبیلہ قریش سے ہی ہوں، اگر آپ مجھ سے شادی کر لیں تو میں اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کی ممنون رہوں گی۔ چونکہ یہ زمانہ نبی کریم ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے کا تھا ہر چند کہ آپ بہت سے اعتبار سے اپنے خاندان میں نمایاں کردار کے حامل تھے لیکن اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی خاندانی لحاظ سے بڑے اعلیٰ حسب نسب کی حامل تھیں اور پھر ساتھ ساتھ مال و متاع کی مالک اس قدر تھیں کہ ہر ایک قریشی کی خواہش تھی کہ ان سے میری شادی ہو جائے۔

ازدواجی زندگی میں بندھن

نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ پیغام پہنچا جو درحقیقت اپنے اندر ہر طرح کی سچائی سمیٹے ہوئے تھا تو آپ ﷺ نے خاندان کے بڑوں سے بات کی اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد کے پاس گئے اور نکاح کا پیغام دیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا اور پھر نبی کریم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور آپ ﷺ نے حق مہر بھی دیا اور جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہ کی۔

نبی اکرم ﷺ کی جس قدر اولاد ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے ہوئی البتہ ایک بڑا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا۔

ورقہ بن نوفل کی تصدیق

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خویلد کی بیٹی تھیں، ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن

نوفل کے نام سے پہچانے جاتے تھے اور وہ انفرادی تھے۔ کتب مابود پر ان کی بڑی گہری نظر تھی، پھر انہوں نے بھی لوگوں سے نبی کریم ﷺ کے مانت و اقدت من رکھے تھے، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا خدیجہ! دیکھو جو کچھ لوگوں سے میں من رہا ہوں اگر یہی حقیقت ہے تو بہ صورت یہ من ضرور اس امت کا نبی ہوگا، وقتہ نے مزید یہ بھی کہا کہ مجھے انہی طرح معلوم ہے کہ ایک زمانے سے امت کے نبی کا انتظار کیا جا رہا ہے (یا اس جیسی کوئی بات وقتہ نے کہی) اور وہ خود ان کا انتظار کرنے لگے اور بہت تاخیر محسوس کرتے اور کہتے کب یہ نبی مبعوث ہوگا؟ کب ہوگا؟ کب ہوگا؟

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھڑ پین

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ جوان ہوئے اور آپ کی صداقت و دیانت کی خبر ہر سو پھیلی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کچھ مال دیا اور ساتھ قریش کا ایک اور آدمی کر دیا اور کہا فلاں بازار چلے جاؤ، آپ ﷺ نے اسی واقعہ کو ایک مرتبہ یاد کرتے ہوئے فرمایا:

اگر میں نے کوئی اچھی عورت دیکھی تو خدیجہ ہی دیکھی، ہم دونوں (میں اور میرا ساتھی) جب بھی بازار سے واپس آتے تو خدیجہ نے ہمارے لئے کچھ نہ کچھ کھانے کی چیز رکھی ہوتی اور وہ ہمیں پیش کیا کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور مبارک بندھن

مکہ کے سردار اور بڑے بڑے رئیس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے خواہش مند تھے، مگر انہوں نے سب کو ٹکار کر دیا لیکن نبی کریم ﷺ میں انہیں جو خوبیاں نظر آئیں ان کی وجہ سے ان کا رخ اس طرف ہو گیا اور انہوں نے اپنا پہلی

نفیسہ بنت منبہ (نفیسہ بنون کے پیش اور قاء کے زیر کے ساتھ ہے، منبہ ان کی والدہ کی طرف نسبت ہے، بعض کتابوں میں لکھا ہے "بنت امیہ" اور امیہ والدہ ہیں۔ یہ مشہور جلیل اللہ رحمہ اللہ بنی ہاشم بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہے) کو اپنے دل کی بات بتادی تو یہ نفیسہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ کے بارے میں بات کی اور کہا کہ اے محمد! (ﷺ) آپ کو شادی سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں شادی کے لئے کچھ نہیں۔ تو انہوں نے کہا اگر تمہیں کفایت ہو جائے اور خوبصورتی، مال، شرافت اور کفایت کی طرف دعوت ملے تو کیا حامی نہیں ہجو گے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا خدیجہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرے ذمہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔

نفیسہ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مہم میں کامیابی کی خبر لے کر لوٹیں اور انہیں بتایا کہ محمد ﷺ شادی کے لئے تیار ہیں، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی کرا دیں تو وہ آگئے اور آنحضرت ﷺ آل عبدالمطلب کو لے کر آئے جن میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابوطالب تھے اور ان کا استقبال حضرت خدیجہ کے چچا اور چچا زاد بھائی نوفل نے کیا اور ابوطالب نے خطبہ پڑھا اور حیرت انگیز الفاظ کہے، ہم ان میں سے کچھ نقل کرتے ہیں:

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے بنایا، اور ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا اور ہمارے لئے ایک محترم گھر اور محفوظ حرم بنادیا، پھر یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جس کا شرافت، ذہانت اور فضیلت میں اگر قریش کے کسی آدمی سے موازنہ کیا جائے تو اسی کو ترجیح دی جائے گی،

رسول اکرم ﷺ کی ازودہائی زندگی

اور (حضرت) محمد (ﷺ) کی قرابت کو تقریباً جانتے ہو، اور انہیں

خدیجہ بنت خویلد میں رغبت ہے اور خدیجہ کو بھی ان میں رغبت

ہے اور جو مہر آپ چاہیں میں دیتے کو تیار ہوں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ضعیف چچا عمرو بن اسد (دیکھئے کتاب الاستقانی

ص ۹۱) نے ان کی سوانحیت کی اور کہا کہ یہ دائر ہے جسے ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔

(یہ محاورہ ہے جو ایسے معزز شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو بہادری کا ہے، عربوں کے ہاں رواج تھا کہ وہ

بب کی ہانت کو خراب نسل دیکھتے تو اس کی ناک میں زخم لگا دیتے تاکہ وہ اونٹنی کے پاس نہ جائے اور اگر

اچھی نسل کا ہو تو اس کو ایہ نہیں کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی مراد یہ تھی کہ ان کا رشتہ

مکھڑا نہیں پاسکتا)

تو نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور ان

کے مہر میں جس جو ان اونٹ دے چکے، جنہیں ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا، علامہ

یوسری نے اپنے اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے:

وراءه عديحة والنقى والزهره دفيه مجة والحياء

وانما ان الهدامة والسوح اظلمت منهما الفياض

واحاديث ان وعد رسول الله بالبعث حبان منه الوفاء

قد عتبه الى الزواج وما اح سن ان يبلغ النسي الاذكيا

”اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے ان میں تقویٰ، زہد اور حیا چمکتی دیکھی۔

اور اس کو سمجھ آیا کہ بادل اور سرس نامی درخت ان دونوں کا سایہ اس پر ہے۔ اور رسول

اللہ کے بیعت ہونے کا جو وعدہ کیا ہے اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ تو انہوں

نے زواج کی دعوت دے دی اور کیا اسی اچھا ہوا کہ آرزو میں اچھے لوگ پہنچیں۔“

اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی جو ماں ہونے کی

پوری عمر ہے اور محمد ﷺ کی پچیس سال عمر تھی جو عین شباب کا زمانہ تھا اور مبارک زواج

میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی محبت کے ساتھ ایک وفا شعار خاتون ثابت ہوئیں

اور یہ دلجوئی، شفقت، توجہ میں کامل تھیں جس طرح بکری اپنے بچے کے لئے۔

نکاح کے حوالے سے ایک اور روایت

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میں اور میرا ساتھی سوق جہاش سے واپس لوٹے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا چلو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلتے ہیں، وہاں کچھ دیر ٹھہریں گے اور بات چیت ہو جائے گی، لہذا ہم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے، ابھی ہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ قریش کی چھوٹی سی ایک بچی آئی، جب اس نے نبی ﷺ کو دیکھا تو کہا "اھذا محمد؟" کیا محمد (ﷺ) یہی ہیں؟ پھر اس نے کہا اس ذات کی قسم! ان کا آنا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام لے کر آئے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہرگز ایسا نہیں میں نکاح کا پیغام نہیں لایا، فرماتے ہیں کہ جب میں اور میرا وہ ساتھی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس سے نکلے تو میں نے سوچا کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو پیغام نکاح دینے میں کیوں پس و پیش کر رہا ہوں؟ اللہ کی قسم! اگر کوئی قریشی خاندان کی عورت تیرا کفو (برابر) ہو سکتی ہے تو وہ یہی عورت ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد دوبارہ میرا اور میرے ساتھی کا خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جانا ہوا، اب کی بار بھی وہی لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ آج بھی نبی ﷺ پیغام نکاح لے کر آئے ہیں، میں نے شرماتے ہوئے کہا ٹھیک ہے میں اسی کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ سنتے ہی نہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے تاخیر کی اور نہ ان کی بہن نے کوئی تاخیر کی، میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد بن عبد العزی کے پاس چلا گیا، وہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا، اس کی بیٹیوں نے اپنے والد سے کہا یہ تمہارے بھتیجے محمد بن عبدالمطلب ہیں (یہاں ان بچیوں نے آپ کی نسبت دادا کی طرف کر دی جب کہ آپ کے والد کا نام عبد اللہ تھا، عبدالمطلب آپ

کے دادا تھے، لیکن چونکہ عرف میں ایہ ہوتا تھا اور پھر آپ ﷺ اپنے دادا کی پرورش میں رہے تھے اس لئے بچیوں نے آپ ﷺ کی نسبت عبدالمطلب کی طرف ترقی دی اور یہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، خولید نے آپ کو ہلا کر پڑ چھا کیا تم واقعی خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دے دیا اور اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو خلوک وغیرہ کی خوشبو لگائی (یہ ایک خاص قسم کا رنگ ہوتا ہے جو عرب لوگ خوشی کے مواقع پر استعمال کرتے تھے) اور چھ سالہاں پہنایا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات ہوئی، چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد نے جو نکاح نہ لیا تھا اس وقت وہ نشہ کی حالت میں تھے، اس لئے جب شراب کا نشہ ختم ہوا تو اپنے لباس پر خوشبو کا اثر دیکھ کر پوچھا یہ خوشبو کس نے لگائی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا کی بہن نے خولید کو بتایا کہ یہ جو کپڑوں کا جوڑا ہے آپ کو محمد بن عبدالمطلب نے پہنایا ہے کہ آپ نے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے ان کی شادی کر دی ہے وراپ ان کی رخصتی ہو چکی ہے، خولید نے یہ سب سن کر انکار کر دیا اور کہا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا پھر جب معاملہ ان کی کچھ میں آگیا تو وہ خاموش ہو گیا اور تسلیم کر لیا اور پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور انکے سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

ایک اور روایت

اسی مقبوم کی ایک اور روایت ہے جسے علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے آیا تو انہوں نے تقریب کا انعقاد کیا اور اس میں اپنے والد اور خاندان قریش کے بھی کچھ رؤسا کو مدعو کیا اور خوب خاطر تواضع کی، جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ مجھ

سے نکاح کی رغبت رکھتے ہیں، تو ان کے والد نے آپ ﷺ سے نکاح کر لیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو اچھی خوشبو لگائی اور عمدہ لباس پہنایا اس لئے کہ عرب لوگ جب اپنی بیٹیوں کا نکاح کرتے تو ایسے ہی کرتے تھے۔

سیدہ کا حق مہر

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہود نے نکاح کیا تو ان کا مہر میں جو ان اونٹ قرار پایا، جنہیں زبح کر کے لوٹوس کو کھل دیا گیا۔
ابن اسحاق کی روایت میں ہے:

كانت خديجة امرأة حازمة، شريفة لبيبة، مع ما اراد الله بها من كرامته فلما اخبرها ميرة بما اخبرها به بعث الى رسول الله ﷺ فقالت له فيما يرعمون يا ابن عم اني قد رغب فيك لفرابتك، و سلطنتك في قومك، و امانتك و حسن خلقك، و صدق حديثك، ثم عرضت عليه نفسها، و كانت خديجة يومئذ اوسط نساء قريش نساء، و اعظمهن شرفاً، و اكثرن مالاً كل قومها كان حريصة على ذلك منها لو يقد عليه (سيرت ابن هشام، ج ۱ ص ۲۰۰۔ السمعة النخبين، ص ۱۲۔ شرح زرقاني، طبع جديد، ج ۴ ص ۳۷۱ (ترجمة، ص ۱۲۰) ابن هشام اردو، ج ۱ ص ۱۲۰)

چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک نہایت ذی عقل، شریف اور شرافت پسند، پاک نفس و در پاک عورت تھیں، اس لئے ان واقعات کو سن کر اس بات کی محتمل ہو گئیں کہ مضوراً کرم ﷺ ان کو اپنا زواجیت میں قبول کریں اور انہوں نے اس پر ایسے میں

حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اے میرے چچا زاد! چونکہ آپ مجھ سے قرابت قوی رکھتے ہیں اور امانت و صدق اور اخلاق حسنہ کے ساتھ موصوف ہیں لہذا مجھ کو آپ کے ساتھ رغبت ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی سب عورتوں میں شریف اور بزرگ اور ساری قوم سے زیادہ مالدار تھیں اور ہر ایک شخص ان سے شادی کرنے پر جریض تھا۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بے حد سمجھدار صاحب ثروت سلیقہ شعار اور شریف خاتون تھیں، اللہ جل مجدہ نے وافر مال و دولت سے نوازا تھا، شرف و عظمت کے لحاظ سے ایک خاص مقام کی حامل تھیں، لہذا ہر شخص ان سے نکاح کا خواہشمند تھا اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، لیکن مقدر کا ستارہ کسی اور سے مل چکا تھا اور سیدہ رحمت عالم ﷺ پر دل فدا کر چکی تھیں، چنانچہ نصیب بن مزیہ کی معرفت آپ ﷺ کی خدمت میں پیغام نکاح بھیجوا یا ار آپ ﷺ کے راضی ہونے پر نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۶۶)

اور آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوطالب نے بھی اسے پسند کیا، نکاح کے لئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، ابوطالب اور دیگر معززین خاندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے، ابوطالب جو عمر میں بزرگ تر تھے خطبہ نکاح پڑھا اور ۵۰۰ درہم مہر مقرر ہوا، اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد انتقال کر چکے تھے، اس لئے ان کا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے کرایا۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۰۰)

بعض روایات میں ہے کہ یہ رشتہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ خولید نے کیا تھا جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے لیکن مبرد اور دوسرے مؤرخین فرماتے ہیں کہ سیدہ کے والد تو جنگ فجار میں یا اس سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے، اس لئے نکاح کے وقت آپ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا دو فیروہ کا قول ہی درست اور صحیح ہے اور یہی سیدنا جبر بن مطعم، سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک روایت میں منقول ہے، آپ کے چچا ابوطالب نے جو خطبہ نکاح پڑھا تھا اس کے آخری الفاظ یہ تھے:

اما بعد! فان محمد ممن لا يوازن به فتي من قريش الا
رجح به شرفاً و نبلاً و فضلاً و عقلاً، و ان كان في المال
قل فانما المال ظل زائل، و عارية مسترجعة، و له في
خديجة بنت خويلد رغبة و لها فيه مثل ذالك (الروض
الانف، ج ۱ ص ۱۲۲۔ شرح زرقانی طبع جديد، ج ۱ ص ۳۷۶)
اما بعد! محمد (ﷺ) وہ ہیں کہ قریش کا کوئی نوجوان بھی شرف
ورفعت اور عقل و فضیلت میں آپ کے ساتھ تو لا جائے تو آپ
(ﷺ) ہی بھاری رہیں گے، اگرچہ آپ مال کے لحاظ سے کم
ہیں لیکن مال تو ایک زائل ہونے والا سایہ ہے، اور ایک مستعار
چیز ہے جو واپس کی جانے والی ہے، یہ خدیجہ بنت خویلد کے
ساتھ نکاح کی طرف مائل ہیں اور اسی طرح خدیجہ بھی آپ سے
نکاح کی رغبت رکھتی ہے۔

ابوطالب نے خطبہ نکاح کی ابتداء میں فرمایا: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے
ہے جس نے ہمیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی
نسل، معد کی اصل اور مضر کے عنصر سے پیدا فرمایا اور ہمارے لئے ایسا گھر مقرر کیا
جس کا قصد کر کے لوگ دور دراز سے آتے ہیں اور اس کی چار دیواری کو امن والا بنایا
اور ہم کو اپنے گھر کا امین اور محافظ مقرر کیا، پھر ہمیں اور لوگوں پر حاکم بنایا۔

(السمط الثمین، ص ۱۰۔ زرقانی، ج ۱ ص ۳۷۲)

جناب ابوطالب کے خطبہ نکاح کے ختم ہوتے ہی سیدہ خدیجہ کے چچا زو بھائی

ورق بن نوفل اچھے ورثہ نشیت والی یوں دیا ہوئے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے ہے جس نے ہمیں ایہ فی ہایا جیسا کہ آپ (یو طالب) نے فرمایا اور ہمیں ایسی ہی انضامیتیں عن فرماں میں کہ آپ نے تیار کیں۔ ہم عرب کے سردار اور راجہ ہیں اور آپ سب بھی کوئی قبیلہ اور کوئی شخص آپ ﷺ کے فضائل اور فخر و شرف کا انکار نہیں کر سکتا اور ہمیں آپ (ﷺ) کی شرافت اور نجابت اور قومیت سے تعلق پیدا کرنے کی رغبت ہوئی ہے، پس اے قبائل قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبد اللہ (ﷺ) سے کر دیا ہے۔

جب ورق بن نوفل خاموش ہوئے تو جناب ابو طالب کہنے لگے کہ بہتر ہوگا کہ عمرو بن سعد (سید بنہاشی) بھی اس کی توثیق کریں، اس پر عمرو بن سعد کھڑے ہوئے اور کہا: اے قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کے نکاح میں دے دیا ہے۔

ایجاب و قبول اور نکاح سے فارغ ہو کر سرداران قریش نے ابو طالب اور دیگر مدینہ ہونہام کو مبارک باد دی اور اس طرح سلسلہ نکاح اختتام پزیر ہوا۔

(ذرقانی، شرح مواہب، ج ۲، ص ۳۷۶)

بوقت نکاح سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر

محمد شین، مؤرخین اور انساب نے نکاح کے وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کے متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں: پچیس سال، ستائیس سال، تیس سال، چونتیس سال، پچیس سال، اور پینتالیس سال۔ علامہ ذرقانی رحمہ اللہ نے مختلف علماء انساب کا قول نقل کیا ہے کہ پالیس سال والی روایت صحیح ہے۔

(ذرقانی، شرح مواہب، ج ۲، ص ۳۷۷)

اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ۲۵ سال والی روایت کو واضح قرار دیا ہے۔

(ذرقانی، ج ۲، ص ۳۷۷)

امام ابن سعد رحمہ اللہ التوفی ۲۴۳ھ کہتے ہیں:

و تزوجھا رسول اللہ ﷺ و هو ابن خمس و عشرين سنة، و خدیجة یومئذ بنت اربعین سنة (البیہ، ج ۲ ص ۱۹۴)

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ التوفی ۴۶۳ھ رقمطراز ہیں:

و كانت اذ تزوجھا رسول اللہ ﷺ بنت اربعین سنة، فاقامت معه ﷺ اربعاً و عشرين سنة، و نوفیت و هی بنت اربع و ستین سنة و ستة الشہر (طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۲۹۵)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ التوفی ۶۳۰ھ فرماتے ہیں:

و كان عمرھا حينئذ اربعین سنة و اقامت معه اربعاً و عشرين سنة (الایضاب، ج ۲ ص ۶۸۰)
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ التوفی ۷۷۴ھ کہتے ہیں:
و كان عمرھا اذا ذاک خمساً و ثلاثین، و قبل خمساً و عشرين سنة (امد القاب، ج ۵ ص ۴۲۵)

و عن حکیم ابن حزام: قال كان عمر رسول اللہ ﷺ يوم تزوج خدیجة خمساً و عشرين، و عمرھا اربعون سنة، و عن ابن عباس كان عمرھا ثمانیا و عشرين سنة (البدایہ و النہایہ، ج ۲ ص ۲۹۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ التوفی ۸۵۲ھ کہتے ہیں:

و تزوجھا سنة خمس و عشرين، و عمرھا اربعون سنة، و عن ابن عباس كان عمرھا ثمانیا و عشرين سنة

و تزوجها سنة خمس و عشرين من موندہ فی قول
الجمہور، و ماتت علی الصحیح بعد المبعث بعشر
سنین فی شہور رمضان فاقامت معہ خمساً و عشرين

سنة علی الصحیح (فتح الباری، ج ۷ ص ۱۳۴)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ المتوفی ۹۲۳ھ مواعظ اللہ فیہ میں لکھتے ہیں:

و کان لہا حین تزوجها بالنبی ﷺ من العمر اربعون

سنة (زرقانی، ج ۲ ص ۳۷۴ جدید)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ سے نکاح
کیا تو ان کی عمر چالیس سال تھی۔

اس کی شرح میں علامہ زرقانی رحمہ اللہ المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

من العمر اربعین سنة، رواہ ابن سعد، و اقتصر علیہ

اليعمری و قدّمہ مغلطانی و البرہان، قال فی الغرور

و هو الصحیح (زرقانی شرح مواعظ جدید، ج ۲ ص ۲۷۴)

عمر مبارک چالیس سال تھی، اسے امام ابن سعد رحمہ اللہ نے

روایت کیا ہے، اور اسی پر یمری نے اعتماد کیا ہے، مغلطانی اور

برہان نے اسے قبول کیا، غرر میں کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے۔

مغلطانی نے سیدہ کی عمر ۳۵ سال، ۳۰ سال اور ۲۸ سال روایت کی ہے۔

(زرقانی، ایضاً)

ابن ہشام رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک سیدہ خدیجہ رضی اللہ

سے نکاح کے وقت ۳۵ سال تھی، اکثر اہل علم جن میں ابو عمر و المدنی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں

نے ۳۵ سال ہی بیان کی ہے، اور آپ ﷺ کا نکاح قریش کے تعمیر بیت اللہ شریف کے

وقت ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح نقل فرمایا ہے کہ

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
سیدہ سے نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی، اور سیدہ خدیجہ کی عمر اس
وقت ۳۵ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ ۲۵ سال تھی۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سیدہ کے انتقال کے وقت جس عمر کو صحیح قرار دیتے ہیں
وہ ۶۵ سال ہی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

و بلغت خديجة خمسا و ستين سنة و يقال خمسين و

هو اصح (الهداية و النهاية، ج ۲ ص ۲۹۴)

اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۵ سال ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے
کہ آپ ﷺ کی عمر ۵۰ سال ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تحائف

علامہ ابن السری رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس
وقتاً فوقتاً کچھ ہدایا وغیرہ بھیجا کرتی تھیں تاکہ نبی ﷺ وہ ہدایا اپنی طرف سے ان کے
والد کی خدمت میں پیش کریں جس کی وجہ سے خویلد کے دل میں محبت پیدا ہو جائے او
روہ نبی ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ نبوت سے
پہلے نبی ﷺ نے صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے نکاح کیا تھا اور جب تک
ان کا انتقال نہ ہوا آپ نے دوسری شادی نہ کی، جب آپ ﷺ کی شادی حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو ان کی عمر چالیس سال تھی اور چوبیس سال آپ ﷺ
کے ساتھ رہیں، جب وفات ہوئی تو عمر اکٹھ سال تھی اور ایک قول پینسٹھ سال کا بھی
ہے، اسی طرف اکثریت کا رجحان ہے، آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ
عنہا سے ہوئی سوائے ایک صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو حضرت ماریہ
رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جب آپ ﷺ نے انہیں رخصتی کر کے اپنے گھر لے جانا چاہا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) کہاں جا رہے ہیں آپ پہلے ایک دو اونٹ وغیرہ ذبح کریں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں چنانچہ آپ ﷺ نے یہاں ہی کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا یہ پہلا ولیمہ تھا جو نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے موقع پر کیا۔

خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا، کثیر الاولاد محبت کرنے والی خاتون

یہ شادی بڑی ہی مبارک اور نیک بخت تھی اور محمد ﷺ بہترین شوہر اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بہترین وفا شعار بیوی تھیں، یہ دونوں بڑے خوش و خرم رہے اور ان میں مثالی محبت قائم رہی، قائم رہنے کے عوامل بھی طویل تھے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے زیارہ کرم اور نیک میں حیرت انگیز مثال قائم کی اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے شوہر زید بن حارثہ کو پسند کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا تمام انہیں بہ کر دیا اور اس سے ایک منزلت آپ ﷺ کے دل میں اور بڑھ گئی۔

اور جب آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی محمد بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لیا تو حضرت نبی رضی اللہ عنہ نے خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مشفق ماں، مہربان دل اور نیک معاملہ کر کو پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس مبارک شادی کو امداد کے ذریعے کمال عطا فرما دیا اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہوئی، پھر زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور یہ قبل از نبوت پیدا ہوئے اور اسلام میں عبد اللہ کی ولادت ہوئی جنہیں طیب اور طاہرہ کا نام دیا گیا اور ہر بچے کے ماہین ایک سال کا فرق تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کے لئے دودھ پلانے والی دایا تلاش کر کے بچے

کی پیداائش سے پہلے ہی تیار کر کے رکھتیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ قاسم، عبداللہ، زینب، رقیہ (دلائل النبوة، بیہقی، ج ۲، ص ۷۰)، فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم و عنہن اجمعین اور ایک بیٹے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کے سب صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پا گئے البتہ لڑکیوں نے دور اسلام کو پایا اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما ایک بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ (تہذیب الاسماء و اللغات، ج ۱، ص ۲۶، تاریخ اسلام، ذہبی، ج ۱، ص ۶۶۔

الفصول لابن کثیر، ص ۲۴۶)

اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب صاحبزادیاں آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کی

دلجوئی کرنا

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے وحی کا آغاز دیکھنے والے سے ہوا چنانچہ آپ ﷺ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو بالکل واضح و شفاف ہوتا کسی وضاحت کی ضرورت نہ ہوتی پھر آپ ﷺ کو غلوت نشنی اچھی لگنے لگی، آپ ﷺ غار حرا (جسے موجودہ زمانہ میں جبل النور کہا جاتا ہے) تشریف لے جاتے اور وہاں کئی دن تک عبادت کیا کرتے اور گھر واپس نہ لوٹتے حتیٰ کہ توشہ ختم ہو جاتا پھر آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ توشہ وغیرہ لے کر غار حرا

تشریف لے جاتے یہاں تک کہ ایک دن آپ ﷺ غار حراء میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس وحی لے کر تشریف لائے اور آپ ﷺ سے فرمایا "اقرا" یعنی پڑھئے، آپ ﷺ نے فرمایا میں نہیں پڑھ سکتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے مجھے اس قدر زور سے بھیجا کہ میری طاقت اپنے منہ پر کوبہنچ گئی یعنی میری طاقت جواب دینے لگی، جبریل امین نے پھر مجھے چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ، میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا، جبریل امین نے مجھے تیسری دفعہ بھیجا اور اس قدر شدت سے کہ مجھے لگا کہ اب میری جان نکل جائے گی، پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا: "اقرا باسم ربک الذی خلق" (یہاں تک کہ "ما لم یعلم" تک) پڑھ کر سنایا۔

جب نبی کریم ﷺ یہ آیات سن کر گھر تشریف لائے تو آپ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کا خوف کم ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے انہیں سارا قصہ سنایا اور فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا، جب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہو گا بلکہ آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کریں گے، آپ رشتہ داری قائم رکھتے ہیں آپ صادق ہے، آپ ضعیفوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، آپ اپنے مال سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں، پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ورقہ ابن نوفل کے پاس آئیں، یہ ان کے چچا زاد تھے جو جاہلیت میں نصرانی تھے اور یہ عربی زبان میں لکھا کرتے تھے اور انجیل کا ترجمہ عربی زبان میں کیا کرتے تھے اور اس وقت یہ بوڑھے اور تاجینا ہو چکے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا: اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو، ورقہ نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا بھتیجے کیا دیکھا تم نے؟ آپ ﷺ نے اسے سب کچھ بتا دیا، جب ورقہ نے سب سن لیا تو کہا یہ وہی راز داں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا، پھر ورقہ نے کہا کاش میں ایام دعوت میں جوان اور قوی ہوتا تو میں آپ کی پوری حمایت اور مدد کرتا، پھر کہا کہ اگرچہ میں نو جوان نہ ہوتا تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ میں اس زمانہ میں ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔ ورقہ کا یہ جواب سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں (یہ سنت انبیاء ہے) آپ جو بات لے کر آئے ہیں اس جیسی بات جب بھی کوئی نبی لایا ہے اس کے ساتھ عداوت کی گئی ہے اور عداوت کا انجام دور تک پہنچتا ہے، آدمی کو اپنا وطن تک چھوڑنا پڑتا ہے، اگر تمہارا وہ دن مجھ کو مل گیا تو میں تمہاری زبردست مدد کروں گا، پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وہی بھی کچھ عرصہ کے لئے موقوف ہو گئی۔ (کشف الباری)

وحی موقوف ہو جانے کی وجہ سے آپ ﷺ پر بڑا غم لاحق ہوا، آپ ﷺ بارہا گھر سے نکلے کہ کسی پہاڑ کی بلندی سے اپنے آپ کو گرا ڈالیں، آپ جب بھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے جاتے تو جبریل امین آپ ﷺ کے سامنے آ جاتے اور فرماتے اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ کے رسول ہیں آپ برحق ہیں، اس سے آپ کو اطمینان و قرار آ جاتا، پھر جب کافی طوالت ہو گئی تو آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو جبریل امین پھر حاضر ہوئے اور آپ کو تسلی دی (جس سے آپ ﷺ کو اطمینان ہو گیا)۔ (بخاری، ج ۱ ص ۳، مسلم، ج ۱ ص ۲۷۹)

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال ایک ماہ غار حراء میں گزارا کرتے اور وہاں عبادت کیا کرتے تھے اور خاندان قریش کے لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں وہاں جایا کرتے تھے، جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ غار حراء میں تشریف فرما تھے اور یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔

فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غار حراء میں وقت گزارتے تو اس اثناء میں اگر کوئی مسکین آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ اسے کھانا وغیرہ کھلاتے تھے،

جب آپ ﷺ غار حراء سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے کعبۃ اللہ جاتے اور پھر چکر لگا کر طواف مکمل کرتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے، پھر جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو عہدہ نبوت سے سرفراز فرمایا یہ رمضان کا مہینہ تھا جس میں آپ ﷺ مجاورت کے لئے غار حراء تشریف لے گئے تھے اور آپ کے اہل و عیال بھی ساتھ تھے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام اچانک آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں غار حراء میں سو رہا تھا کہ جبریل امین تشریف لائے اور ریشم کے کپڑے میں لپیٹی ہوئی ایک کتاب ان کے ہاتھ میں تھی، مجھ سے فرمایا "اقراء" یعنی پڑھو! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے مجھے اس قدر سختی سے بھیجا کہ مجھے ایسا لگا جیسے میں مرجاؤں گا، پھر مجھے چھوڑا اور فرمایا: پڑھ! میں نے کہا کیا پڑھوں؟ میں جب بھی یہ کہتا تو جبریل مجھے سینے سے لگا کر بھینچتے، پھر جبریل امین نے فرمایا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے معزز ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔ اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آیات کو پڑھا یہاں تک کہ آیات ختم ہو گئیں، اور جبریل امین واپس لوٹ گئے اور میں خیند سے بیدار ہو گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کتاب میرے دل میں لکھ دی گئی ہو۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں غار سے نکلا اور چلنا شروع کر دیا،

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
ابھی پہاڑ کے وسط میں تھا کہ آسمان سے میں نے ایک ندا سنی کہ اے محمد! (ﷺ) تم
رسول ہو، اور میں جبریل ہوں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں یہ نبی آواز سن کر حیران
کھڑا رہا نہ آگے ہو سکا اور نہ پیچھے ہٹ سکا، اور آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھا تو یہی
آواز سنائی دی پھر میں جس طرف بھی دیکھتا مجھے یہی سنائی دیتا، میں اسی حالت میں
حیران و پریشان کھڑا رہا اور گھر جانا بھی بھول گیا چنانچہ میرے گھر والوں نے میری
تلاش میں آدمی بھیجا وہ مکہ میں تلاش کر کے چلا گیا مگر میں اسے نہ مل سکا اور ملتا بھی کیسے
میں تو اسی پہاڑ کے وسط میں کھڑا تھا، پھر میں کافی دیر سے گھر پہنچا اور خدیجہ (رضی اللہ
عنہا) کی رانوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، (حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھ سے
پوچھا: ابوالقاسم! آپ کہاں تھے، میں نے خادم کو بھیجا وہ مکہ تک ہو کر آیا مگر آپ کہیں
نہیں ملے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا حال سنایا تو خدیجہ
(رضی اللہ عنہا) نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے آپ کو بشارت ہو، قسم ہے اس ذات
کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ آپ اس امت کے نبی
ہوں گے۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم رحمہ اللہ کے
طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی کا آغاز ہوا تو
آپ ﷺ کو خواب میں کچھ اشارے ملنے لگے، جو آپ ﷺ پر انہماکی شاق گزرے،
آپ ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا، آپ
رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور فرمایا پریشان مت ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے
ساتھ بہتری کا معاملہ فرمائیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ
میرا پیٹ چاک کر کے اندر سے سب کچھ نکال کر دھویا گیا اور پاک کیا گیا اور پھر اسی
طرح رکھ دیا گیا جیسے پہلے تھا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بھی بھلائی کی بات ہے
مبارک ہو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ کا جنت میں گھر کی خوشخبری دینا

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دیجئے جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں ہر طرح کی آسائش موجود ہوں گی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک ہوا، اور حضور ﷺ نے مجھ سے اس وقت تک شادی نہ کی جب تک خدیجہ بقید حیات تھیں، رشک کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے انہیں جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی تھی جو موتیوں کا بنا ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کوئی مشقت اور شور و شغب نہ ہوگا۔

علامہ دوالابی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس قدر کثرت سے فرماتے کہ مجھے ان پر غیرت آنے لگی کہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے تین سال بعد مجھ سے شادی کی، اور اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں ہر طرح کا سکون و الطمینان ہوگا۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو جنت میں ایسے محل کی بشارت دوں جو موتیوں سے بنا ہوگا اور اس میں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ کوئی مشقت ہوگی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنت میں مقام

علامہ ابن سری رحمہ اللہ نے یونس بن اسحاق رحمہ اللہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسول اللہ! (ﷺ) میری زندگی مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی حتیٰ کہ آپ میری والدہ کے متعلق جبریل امین سے دریافت فرمائیں کہ ان کا مقام کہاں ہے؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جبریل امین سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ خدیجہ جنت میں سارہ و مریم رضی اللہ عنہما کے درمیان ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بکثرت

تعریف کرنا

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ فرماتے تو بہت ہی ان کی تعریف فرماتے، ایک دن مجھے غیرت آگئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کیوں اس لال باچھوں والی عورت کا تذکرہ بکثرت فرماتے ہیں جب کہ اللہ رب العزت نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت فرمادی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بیوی عطا نہیں فرمائی، خدیجہ کی شان تو یہ تھی کہ جب سب لوگوں نے مجھ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو خدیجہ مجھ پر ایمان لائی اور جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو خدیجہ نے میری تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو خدیجہ نے اپنے مال سے میری مدد کی، اور جب ساری عورتوں کی اولاد نے مجھے محروم کیا تو اللہ نے خدیجہ کے ذریعے مجھے اولاد عطا کی۔ (رواہ احمد فی مسند)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری یہ بات سن کر شدید غضبناک ہوئے چنانچہ میں نے دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ آج کے بعد کبھی بھی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر برے انداز میں نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھڑت یاد فرماتے تھے، میں نے کہا یہ رسول اللہ! (ﷺ) آپ قریش کی اس لالہ بانچھوں والی بوڑھی عورت کو کیوں اتنا یاد کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے ابھی بڑی عنایت فرمادی ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسے رنگ نرول دئی کے وقت آپ کے چہرے کا ہوا کرتا تھا، جسے دیکھ کر گمان کیا جاسکتا تھا کہ یہ رحمت کی وجہ سے ہے یا عذاب کے خوف کی وجہ سے ہے۔

علامہ دوبالی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے کرتے نہ ٹھکتے تھے، ایک دن آپ ﷺ نے اسی انداز میں دوبارہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو مجھے کچھ غیرت آگئی اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا سے بڑھ کر اچھی عورت آپ کے نکاح میں دے دی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر حضور ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ مجھے خود اپنی ذات پر عداوت ہونے لگی اور میں نے دل ہی دل میں یہ دعا کی اے اللہ! اگر آج میرے رسول کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو میں تاحیات کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ برے انداز سے نہ جھگڑو گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ ﷺ نے میری عداوت کو دیکھا تو فرمایا عائشہ تم نے کس طرح یہ بات کہی ہے؟ تمہیں معلوم ہے جب سارے لوگ مجھ پر ایمان لانے سے منکر ہو گئے تو خدیجہ مجھ پر ایمان لائی، اور جب سارے لوگ مجھے جھوڑے تو خدیجہ نے مجھے ٹھکانہ دے کر قریب کیا اور جب تمام لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ نے میری تصدیق کی اور جب تم لوگوں نے مجھے اولاد سے محروم کیا تو خدیجہ نے مجھے اولاد سے مال مال کیا، حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ مجھ سے ایک ماہ تک قریب نہ ہوئے۔

آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں سے

حسن سلوک

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی اور آپ انہی کا تذکرہ بکثرت فرماتے تھے اور اگر کبھی کوئی بکری وغیرہ ذبح کرواتے تو اس کا گوشت آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی بھیجا کرتے تھے، یہ دیکھ کر آپ ﷺ سے میں کہا کرتی ایسا معلوم ہوتا ہے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہے، آپ ﷺ فرمایا کرتے ”انہا کانت و کانت“ یعنی وہ تو تھی اور تھی۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ جب کوئی بکری ذبح کی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ یہ گوشت کا تھوڑا سا حصہ خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دو، فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے آپ ﷺ کو نفعہ دلا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک دن خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انداز یاد آ گیا جس سے آپ کو بڑی راحت محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہالہ ہی ہو سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر سخت غیرت آئی میں نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ اس بوڑھی عورت کو کیوں یاد کرتے ہیں، جس کے دانت گر جانے کے بعد صرف سوڑھے ہی باقی رہ گئے تھے اور اب ایک زمانہ گزر چکا وہ اس دنیا سے بھی چلی گئی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر اچھی عورت مرحمت فرما

دی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت ذکر کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ غیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں کھاتی تھی جب کہ میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ پایا بھی نہ تھا البتہ نبی کریم ﷺ بکثرت ان کا ذکر فرماتے اور جب کوئی گوشت وغیرہ کا موقع ہوتا تو آپ ﷺ ان کی سیلیوں کو بھی بھیجا کرتے تھے۔

علامہ دولابی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی چیز بطور ہدیہ آتی تو آپ ﷺ فرماتے اس کو خدیجہ کی فلاں کھلی کے گھر لے جاؤ کہ وہ خدیجہ سے بڑی محبت کرتی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے اسلام کا نور چکا اور ساری دنیا کو منور کر دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ گھر پھلدار، زرخیز اور مبارک جگہ قرار پائے۔ اس گھر کی ایک برکت تو یہ تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود اور ان کی صاحبزادیاں (بنات رسول ﷺ) سب سے پہلے اسلام لائیں، بلکہ ہر وہ شخص جو اس گھر کی حقیقت کے نیچے تھا اس نے اسلام لانے میں پہل کی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دونوں پہلے اسلام لائے اور یہ آنحضرت ﷺ کے خاندان کے تحت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک گھر میں قیام پذیر تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس گھر کو بڑی مبارک فضیلت اور مرتبہ حاصل ہے۔ محب طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ افضل جگہ تھی۔ واللہ اعلم (اور یہ بات غالباً اس لئے کہی گئی کہ آنحضرت ﷺ طویل عرصے اس میں مقیم رہے اور اس میں آپ ﷺ پر وحی

نازل ہوتی رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اس کو خرید لیا اور اسے مسجد بنادیا جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ (جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۲۶ بحوالہ شفاء الغرام بالخبار البلد الحرام، ج ۱ ص ۱۳۸)

سب سے پہلے نماز پڑھنے کی سعادت

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ وہ نمازیں سب سے پہلے پڑھیں جو نماز خمسہ کے فرض ہونے سے پہلے تھیں یعنی دو رکعت صبح اور دو رکعت رات کو۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز آنحضرت ﷺ پر فرض ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضور ﷺ مکہ سے آگے کسی اونچی جگہ پر تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام انہیں پیچھے وادی میں لے گئے، وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار ہجود کے ساتھ پڑھیں، پھر آپ ﷺ لوٹ آئے اور آپ ﷺ کی آنکھیں سرور سے اور دل خوشی سے لبریز تھا، آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھام کر اس چشمے تک لائے اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار ہجود کے ساتھ دونوں نے پڑھیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چھپ کر نماز پڑھنے لگے۔ (جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۲۸)

حضور ﷺ کے تعلقات والوں سے محبت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تقریباً چوتھائی صدی (۲۳ سال اور چند ماہ) کے قریب عرصہ گزارا اور اپنی اس مبارک زندگی میں اپنے شوہر کی ہمدرد اور دل بوجہ ثابت ہوئیں، وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہر غم و خوشی میں شریک ہوئیں، اور آپ ﷺ کی خوشی اور رضا کا لحاظ رکھتیں اور جن سے آپ ﷺ کو انیت ہوتی (جن لوگوں سے آپ ﷺ کو تعلق و محبت ہوتی) ان سے نیک سلوک روا

رکھیں تاکہ آپ ﷺ کے دل میں ان کا رتبہ بڑھے۔ ان کے نیک سلوک اور کرم و ادائیں سامنے آئیں جنہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اونچے اور باعزت مرتبے پر فائز کر دیا۔

ایک سال لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا (یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ہونے کے بعد کی بات ہے) اسی سال حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ) آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں اور جب واپس لوٹیں تو ان کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا ایک اونٹ تھا، جس پر پانی لدا تھا اور چالیس بکریاں بھی ساتھ دیں۔

اور ان کا سلوک اس کے بعد بھی ظاہر ہوا کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کی پہلی رضاعی والدہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو ان کا خوب اعزاز و اکرام کرتی حضور ﷺ سے تعلق کی بنا پر۔

(حسنت کی خوشخبری پہلنے والی حواتین، ص ۲۷، ۲۸)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر سیدہ خدیجہ

رضی اللہ عنہا کو یاد کرنا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب عبد طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو ان کا برین تربیت کی طرف سے نکاح کے پیغام آنا شروع ہو گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اظہار فرمایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا اختیار قبضہ قدرت میں ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے ان کو بھی اسی طرح کا جواب دیا۔

ایک دن حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں تشریف فرما تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گفتگو فرما

رہے تھے، انہوں نے کہا کہ اکابرین قریش کی طرف سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھیجا جانے والا نکاح کا پیغام کسی کے لئے بھی قبول نہیں ہو، علی نے ابھی تک پیغام نہیں دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ علی کے سامنے رکاوٹ مال کی کمی ہے، خدا اور اس کا رسول ان کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کرنے پر راضی ہیں، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ ہم علی سے ملیں اور ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دیں۔ چنانچہ یہ تینوں اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! کوئی نیکی ایسی نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے جاتے ہوں اور پھر آپ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایسا مقام و مرتبہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کا اس میں شریک و دخل نہیں، آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے نکاح کا پیغام دیں چنانچہ ان کے ترغیب دلانے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پاس بٹھالیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جا رہے تھے جس طرح کہ کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کر سکتا ہو، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! میرا خیال ہے تم کسی چیز کے خواہش مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کر رہے ہو، جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو، تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا مدعا بیان کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے علی! گھریلو ضروریات کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے جسے تم وسیلہ بناؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایک تلوار، ایک اونٹ اور زرہ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تلوار کی تمہیں ضرورت ہے ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتے ہو، اور اونٹ تمہاری سواری کے لئے ہے وہ بھی ضروری ہے، میں تیری طرف سے زرہ پر اکتفا کرتا ہوں اور اے علی تجھے بھی بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا نکاح

آسمان میں بلند ہو دیا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق میرٹھ حال مقرر ہوا، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر تشریف لے گئے اور نکاح کا اعلان فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یہ ڈھال جا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت لے آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ڈھال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی جب انہوں نے ڈھال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور قیمت وصول کر لی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! آپ اس ڈھال کے زیادتی وار ہیں، میں یہ ڈھال آپ ہی کو بیہ کرتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اللہ ہی میں ڈھال اور درہم لے جا کر پیش کر دیئے اور ساتھ ہی تمام واقعہ بھی بیان کر دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حق میں دعائے خیر فرمائی، پھر ان درہم میں سے سبھی بھر دو درہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریات خانہ داری خریدنے کے لئے دیئے اور حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ اگر زیادہ وزن میں جائے تو نفا کر لے آئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم باہر نکلے اور غنمی کی تو یہ یمن سو ماٹھ درہم تھے، ان تمام سے میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے سامان خریدا، ایک مصری مدیہ جو کہ بٹم سے بھرا ہوا تھا، ایک چڑی کا مدیہ جس میں کھجور کے پتے تھے، ایک پروہ عباد خیبری اور چند مٹی کے برتن تھے، یہ تمام سامان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لائے، حضور ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ دعا

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

فرمائی، اے اللہ! اس قوم میں برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔
جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ
حسرت آمیز باتیں شروع کر دیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خدیجہ رضی
اللہ عنہا کا تذکرہ کیا اور کہنے لگیں کہ اگر خدیجہ رضی اللہ عنہا آج زندہ ہوتیں تو فاطمہ
رضی اللہ عنہا کے متعلق ہمیں کوئی پریشانی نہ ہوتی اور ہماری آنکھیں روشن ہوتیں۔ یہ
سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: خدیجہ جیسا کوئی بھی
نہیں ہے، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب نے تکذیب کی، اپنے
سارے مال کو مجھ پر خرچ کر دیا اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کیا، یہاں تک کہ میں نے اس
کی زندگی میں ہی اسے جنت کی بشارت دی۔ (سیرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

محبت کا سلسلہ

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی
نہایت خوشگوار تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد بھی ان سے محبت و
اُنس کا سلسلہ جاری رہا، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
مجھے سیدنا رسول کریم ﷺ کی موجود ازواج مطہرات کے متعلق کبھی رقابت کے
جذبات پیدا نہیں ہوئے لیکن مرحومہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں میرے
دل میں بعض اوقات رقابت کا احساس پیدا ہونے لگتا تھا۔ (بخاری شریف)

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھتی تھیں کہ حضور نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ و السلام کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی اور ان کی یاد آپ
ﷺ کے دل کی گہرائیوں میں جگہ لئے ہوئے تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار دیکھ کر نبی کریم ﷺ

آنسو بہ نکلے

حضرت زینب بنت محمد ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدی حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ (اپنے شوہر) کی رہائی کے لئے فدیہ میں اپنے والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کا وہ ہار بیجا جو انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر تحفے میں دیا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اس نشانی کو دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ بے اختیار رو پڑے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی بہنوں میں سب سے بڑی تھیں، حضور نبی کریم ﷺ کے حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے پانچ برس بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی اس وقت عمر مبارک ۳۰ سال تھی، ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً دس برس کو پہنچ چکی تھی۔

حضرت زینب بنت محمد ﷺ کا نکاح سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہالہ بنت خویلد کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا، ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم ﷺ سے گزارش کی کہ حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا جائے، آپ نے ان کا مشورہ قبول فرماتے ہوئے سیدہ کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ وہ ایک متول، امانت دار اور حجرات پیشہ آدمی تھے، طبیعت میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ (الجدابہ و النہایہ)

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر دوسری اشیاء کے علاوہ عقیق کا ایک پیش بیا قیمت یعنی بارہ بھی تحفے میں دیا جو ماں کی مانتا کی ایک انمول نشانی تھی۔

غزوہ بدر کے موقع پر ۷۰ کھار قیدی بنا لئے گئے، ان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے خاوند حضرت ابوالعاص بن ربیع بھی شامل تھے، جب

قیدیوں سے قیدیہ لے کر ان کو رہا کیا جانے لگا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر کو چھڑانے کے لئے قیدیہ میں وہی قیمتی ہار جو ان کے والدہ نے انہیں شادی کے موقع پر تحفہ میں دیا تھا، بھیج دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا ہار دیکھا تو ۲۵ برس پہلے کا محبت انگیز واقعہ یاد آگیا، اپنی اہلیہ محترمہ کا ہار دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بے اختیار رو پڑے اور آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔

رسول رحمت ﷺ نے صحابہ کرام سے ڈبڈباتی آنکھوں سے فرمایا ”اگر تمہاری اجازت ہو تو میں بیٹی کو ماں کی یادگار لوٹا دوں“۔ سب نے سر اطاعت خم کر دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے وہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔ (تلاویح طبری، ابو داؤد)

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا، اُن کا ذکر سن کر آپ ﷺ اُن کی یاد سے تڑپ اٹھے، آپ ﷺ کا دل بے قرار ہو گیا اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد متعدد بیویاں حضور نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں، لیکن آپ ساری زندگی حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو دل سے نہ بھلا سکے۔

حضور نبی کریم ﷺ اگر کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح کرتے تو رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گوشت بھیجتے تھے۔

(طبرانی، بخاری، کبیر)

کبھی کوئی خوشی یا غمی کا موقع آتا تو فرماتے: ”کاش آج خدیجہ زندہ ہوتی۔“

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اُن کی بہن ”ہالہ“ حضور نبی کریم ﷺ سے ملنے تشریف لائیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی (اُن کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی تھی) رسول اللہ ﷺ کے کانوں میں اس آواز کا پڑنا تھا کہ آپ کو

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آگئی۔ حضور نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”ہالہ ہوں گی“ حضرت صدیقہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس موقع پر موجود تھیں، انہیں بے حد رشک آیا، کہنے لگیں: آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے اس بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو مر چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے اچھی بیویاں دی ہیں۔ (البدایہ و النہایہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کفن طلب کرنے پر حضور ﷺ کا آنسو بہانا

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا رحمت کائنات ﷺ کے ساتھ ۲۵ سال کی رفاقت کے بعد رمضان المبارک یا شوال ۱۰ نبوی یعنی ہجرت سے تین سال پہلے اپنے شوہر نامہ دار کو داغ مفارقت دے گئیں، چند دنوں کے وقفے سے ابو طالب اور سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال ہوا۔ (صحیح بخاری)

ان دونوں کی رحلت سے حضور نبی کریم ﷺ کو سخت صدمہ پہنچا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سال اس بے پناہ صدمے سے مغموم رہنے لگے، جب سیدہ خدیجہ کی یاد آتی تو اکثر آپ کا دل بھرتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

(بخاری، مسلم، ابن ہشام)

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضور کریم ﷺ اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) سے تعبیر فرمایا کرتے تھے، حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی مثالی اور قابل رشک ازدواجی زندگی نے سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر گہرے نقوش چھوڑے، آپ ﷺ اکثر سیدہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بڑے اچھے الفاظ اور محبت بھرے انداز سے فرماتے تھے، سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت تک چونکہ نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی لہذا سیدہ کو اسی طرح دفن کر دیا گیا، حضور نبی کریم ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی نمکسار و جان نثار زوجہ مکرمہ کو قبر کی آغوش میں رکھا۔

(امہات المؤمنین تالیف مولانا محمد عبدالمعبود)

مشارق النوار میں ہے کہ عذاب قبر کی کئی صورتیں ہیں: اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مردے کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے، ایک موقع پر حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کرایا کہ میرے مرنے کے بعد آپ ﷺ مجھے اپنے مٹاے یا چادر میں کفن دیں گے؟ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال سن کر رونے لگے، اور ان کے پاس آ کر فرمایا:

لو اردت جلدی لاعطینک

اگر تم میری کھال مانگو تو بھی میں دوں گا۔

لیکن اس سے تم کیا فائدہ سمجھتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: تاکہ اس کی برست سے عذاب قبر مجھ پر نہ ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے دے دی، اور کوئی وصیت کرو۔ عرض کیا کہ مجھے قبر میں رکھنے کے بعد آپ میرے حال کی تفتیش فرمائیں گے، ایسا نہ ہو کہ قبلہ کی طرف سے میرا منہ پھیر دیا جائے، آپ ﷺ پھر رونے لگے۔

حضور نبی کریم ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اُن کی قبر میں اترے تو دیکھا کہ وہ سیدھی لیٹی ہیں، آپ ﷺ پریشان ہو گئے اور اُن کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا، وہ پھر سیدھی ہو گئیں، آپ ﷺ پریشان ہو گئے، حکم ہوا: اے میرے حبیب! میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بیوی کا چہرہ گرد آلود ہو، اُن کو یونہی رہنے دو تاکہ وہ آرام سے سیدھی سویا کریں۔ آپ ﷺ خوش ہو گئے۔ (جلس الناصحین)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

امام ابو حاتم و ابو عمرو و ابوالابی رحمہم اللہ کی تصریح کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات قبل از ہجرت تین سال مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ساٹھ سال کی تھیں جب ماہ رمضان میں "النجہ ن" نامی جگہ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

صاحب السنۃ فرماتے ہیں کہ قبر میں اتارنے کے لئے نبی کریم ﷺ نیچے اترے، اس وقت تک میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی سنت شروع نہیں ہوئی تھی۔
ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی وفات ایک ہی سال میں بعثت رسول ﷺ کے دس سال بعد ہوئی۔

علامہ دلالی رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز فرض ہونے سے پہلے ہوئی، نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں میں نے خدیجہ کا گھر دیکھا جو موتیوں کا بنا ہوا تھا۔
ماتنے سیرت میں نقل کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ابوطالب کی وفات سے تین دن بعد ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

نبی کریم ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا کی جو اولاد تھی اس کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے، البتہ آپ ﷺ سے قبل بھی ان کی کچھ اولادیں تھیں جس میں ایک بچی تھی جس کا نام ہند بن عقیق بن عابد بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی نے اسلام قبول کیا اور ایک شخص سے ان کی شادی ہوئی جسے ہند کہا جاتا تھا اور انہیں ہالہ بھی کہا جاتا تھا اور اسی وجہ سے ان کی کنیت ابو ہالہ ٹھہری۔ (ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے الامساب میں لکھا ہے کہ ہند سے سہیل بن امیہ بن عامر نے نکاح کیا تھا جو ان کے چچا زاد تھے۔ ان سے محمد بن سہیل پیدا ہوئے، انہی محمد کی اولاد کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے احرام کی وجہ سے "ہوالا ہرہ" کہا جاتا تھا)

ہند بن ہند کے احوال

علامہ ابن قتیبہ و ابوسعید و ابو عمر رحمہم اللہ کی تصریح کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہند بن ہند نبی کریم ﷺ کی تربیت میں رہے اور مسلمان بھی ہوئے اور واقعہ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اسی جنگ میں ان کی شہادت

اور یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ بصرہ میں رہا، اطلالوں پر بیٹھی جس میں ان کا انتقال ہوا، اور سب لوگوں نے دوسرے جنازے پھوڑے دیے اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے رقیب ہیں۔ (اسناد قدیمہ میں مذکور ہے کہ، یزید بن ابی سفيان نے اپنے بھائی کے ان حضرت مدح بن زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے لائے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ ۶۱ھ تھا، ایک قول یہ ہے کہ بصرہ میں خاندان کے دوران ان کی وفات ہوئی، انہی ہی کے لڑنے بھی "ام تیغاب" میں لڑی ہے۔ (مسند العلاء، ج ۱، ص ۱۰۱)﴾

یہ بڑے فتوح و فتح آدھی تھے، انہی کے چھٹے کا حیدر مبارک انہوں نے اپنے جامع انداز میں بیان کیا کہ بعد کے لوگوں میں وہی قدر اول بظہر جہ نے جگا، اور فرمایا کرتے کہ میں خاندانی حسب و نسب میں سب سے زیادہ باعزت شخص ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ میرے والد محترم ہیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا میری والدہ ہیں۔ اور میرے بھائی قاسم ہیں اور عیشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ان حدیث میں تصدیق ہے کہ حضرت عقیق بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بن عمر بن ابی قحزہ رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ اور فقہانی سے اپنی کتاب رطوۃ میں تصدیق اور کہا ہے کہ یہ اسلامائیں و مالکی شافعی سنن میں سے ہوں، ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔)



صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نسب

عائشہ بنت خنیسہ بنہا فیصل ابی بکر (رضی اللہ عنہ) ابن ابی قحافہ عثمان بن عمار بن عمرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت

آپ رضی اللہ عنہا کو بطور کنیت ام عبد اللہ کہا جاتا تھا، ایک ضعیف روایت کے مطابق آپ کا اصل ساقہ ہو گیا تھا، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ان کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی جد سے پڑی۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو میں ان کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ نے ان کے دامن میں اپنا لعاب مبارک ڈالا، اس طرح ان کے من میں سب سے پہلے داخل ہونے والی چیز نبی پاک ﷺ کا لعاب مبارک تھا، اور آپ ﷺ نے فرمایا ان کا نام عبد اللہ ہے اور تم یعنی عائشہ ام عبد اللہ ہو، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس وقت سے میری کنیت ام عبد اللہ پکارتی جاتے تھے، اہت میرا اپنا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، ایک دوسری روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ابن زبیر کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے مجھ کو چاکر ان کے منہ میں ڈالی اور میری کنیت ام عبد اللہ رکھی۔

لعلوہ میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری کنیت وضع کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کنیت

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

تمہارے بیٹے یعنی عبداللہ بن زبیر کے نام سے ہے۔

منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنی تمام ازدواج کی کنیت وضع فرمائی، میری بھی کنیت وضع کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری کنیت تمہاری ہمشیرہ کے بیٹے کے نام سے (ام عبداللہ) ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر کا رسول اکرم ﷺ کی پاس لایا جانا امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے عائشہ تم مجھے تین دفعہ خواب میں دکھائی گئی تھیں کہ جبریل امین تمہاری تصویر ریشم کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائے اور مجھ سے فرمایا یہ تمہاری بیوی ہے، میں وہ کپڑا کھول کر تمہارا چہرہ دیکھتا اور کہتا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گی۔ (اسد الغابۃ، ج ۷ ص ۱۸۹، صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۶۰۹،

مسند احمد، ج ۶ ص ۴۱)

دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ ہونے کا اعزاز خداوندی

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ جبریل امین میری تصویر ریشم کے کپڑے میں رکھ کر نبی ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جبریل امین نبی ﷺ کے پاس میری تصویر ہنر نگ کے ریشم کے کپڑے میں رکھ کر لائے اور فرمایا یہ عورت دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔ (ترمذی)

حافظ دمشقی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت

نفل کی ہے دو فرمائی ہیں کہ جبریل امین میری صورت آپ پاک ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا۔

یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔ (الاصباح، ج ۸ ص ۱۰۰)
 آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میں چھوٹے بچوں والے گھر سے پہنچی تھی کہ میں عمر میں بہت کم تھی جب آپ نے مجھ سے شادی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دیا، ذال رکی۔

نبی کریم ﷺ سے آسمانوں میں شادی ہونا

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت فرمائی ہے دو فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جبریل امین میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شادی ایو بکر بنی سہل سے کر دی ہے اور ان کے ہاتھ میں عاتکہ کی تصویر تھی۔

نبی کریم ﷺ کا پیغام نکاح اور شادی

حضرت ابو النخیمۃ النہلمی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے دو فرماتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو قولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے کروں؟ عرض کیا اگر چاہیں تو باکرہ لڑکی سے کر لیں اور چاہیں تو ثیبہ عورت سے کر لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کون باکرہ ہے؟ اور کون ثیبہ ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر باکرہ لڑکی منظور ہو تو وہ اس آدمی کی بیٹی ہے جو سردی کا نکاح میں آپ کو بہت اسی محبوب ہے یعنی عاتکہ بنت ابی بکر۔ اور اگر آپ کسی بیوہ عورت سے شادی کریں چاہیں تو وہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر

ایمان لائیں تھیں اور آپ کی پیروی کا رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ان سے میرا تذکرہ کرو۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سیدھی ام رومان (ام رومان بنت عامر بن مویز بن مہش)۔ حیات نبوی ﷺ میں ان کی وفات ہوئی ۶۰ھ تھا، آپ ﷺ ان کی قبر میں اترے اور فرمایا جو کوئی جنت کی حور میں کود کھینچا پاتا ہو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔ الاسقیعاب، ج ۱ ص ۱۶۳۔ اسناد الغایہ، ج ۷ ص ۳۲۱) (یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں) کے پاس چلی گئی اور ان سے کہا کہ تمہارے لئے بڑی عظیم بشارت ہے، جس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پنہاں ہیں اس نے کہا وہ کیا بشارت ہے؟ میں نے کہا نبی کریم ﷺ عائشہ کا ذکر فرما رہے تھے، اس نے کوئی حتمی جواب دینے کی بجائے کہا تھوڑا انتظار کر لو ابھی میرے شوہر ابو بکر آنے ہی والے ہیں، فرماتی ہیں کہ کچھ ہی دیر بعد ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے تو میں نے ان سے اسی بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا یہ ان کے لئے صحیح ہے کیونکہ یہ ان کے بھائی (ابو بکر) کی بیٹی ہے؟ جب نبی ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا بھائی چارہ اسلامی بھائی چارہ ہے، کوئی خونی رشتہ نہیں، لہذا ابو بکر کی بیٹی میرے نکاح میں آسکتی ہے۔

مطعم بن عدی کا قضیہ

حضرت خولہ فرماتی ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح قبول فرمایا تو ام رومان نے کہا کہ مطعم بن عدی نے نکاح کا پیغام اپنے بیٹے کے لئے ہمارے ہاں بھیجا ہوا ہے ہم کیسے وعدہ خلافی کر سکتے ہیں؟ حضرت خولہ کا بیان ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطعم کے پاس گئے اور فرمایا آپ لوگوں نے ہماری بچی کا رشتہ مانگا تھا، اب آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ مطعم نے اپنی بیوی سے پوچھا تو اس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم اپنے بیٹے کا نکاح تمہاری بیٹی سے کریں تو وہ اسے اس کے آبائی دین سے نکال دے گی اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مطعم کی طرف التفات کر کے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا بات تو یہی ہے جو تم

نے سن لی ہے اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان دونوں میاں بیوی کی رائے سن کر تشریف لے آئے اور انہیں اب وعدہ خلائی کا کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ ان کا نظریہ ہی الگ تھا۔

العقاد نکاح

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خولہ سے کہا نبی کریم ﷺ سے جا کر کہو، آپ ﷺ کا پیغام مجھے قبول ہے آپ ﷺ تشریف لے آئیے۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا، ابن اسحاق رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق آپ ﷺ نے چار سو درہم مہر مقرر فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ دو سال تک مکہ مکرمہ میں رہے پھر جب ہم مدینہ منورہ آئے تو موضع خ میں دار بنی الحارث بن الخزرج میں ٹھہرے تو اس وقت میں بچوں کے جھولے میں جھول رہی تھی اور میری عمر نو برس تھی میری والدہ آئیں اور مجھے جھولے سے اتارا اور ساتھ لے کر چلیں یہاں تک کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر رک گئے اتنا چلنے سے میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ میری والدہ نے پانی سے میرا چہرہ دھویا اور میرے سر کے بالوں کو ٹھیک کیا اور رسول اکرم ﷺ کے پاس لے کر آئیں اس وقت گھر میں بہت سی عورتیں اور مرد حضرات جمع تھے، میری والدہ نے کہا یہ سب تمہارے گھر والے ہیں، اللہ تمہیں بابرکت فرمائے۔

شادی کی سادہ تقریب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ تمام حضرات گھر سے چلے گئے جس کے بعد آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی، آپ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! میری شادی پر نہ اونٹ ذبح ہوئے اور نہ بکری ذبح کی گئی، البتہ ایک پیالہ تھا جس میں کچھ تھوڑا بہت کھانے پینے کو تھا اور وہ بھی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا میں یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سعد رضی اللہ عنہ نے ہی بھیجا ہے۔

رخصتی کے وقت عمر

اس بات پر کتب صحاح، تواریخ اور سیر میں وضاحت موجود ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ سال، اور رخصتی کے وقت نو سال تھی (اور رسول اللہ ﷺ کی عمر چون پانچپن سال کے قریب تھی) لیکن کچھ جدت پسند لوگوں کو یہ بات تسلیم نہیں اور مختلف طریقوں سے گول مول کر کے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی عمر پر تبصرے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس پر مکمل تحقیقی رسالہ ہندوستان کے محقق عالم سید سلیمان ندوی کا دیکھا جاسکتا ہے جو ان کی کتاب ”سیرت عائشہ“ میں بطور ضمیمہ منسلک ہے، یہاں ہم اس موضوع کے لئے خلاصہ تفسیر القرآن حقوق نسواں جلد خامس کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

مدینہ منورہ میں آکر رخصتی ہوئی جب آپ کی عمر نو سال ہو چکی تھی، اس وقت آپ یقیناً بالغہ ہو چکی ہوں گی تب ہی والدین نے رخصت کیا ہوگا اور حضور ﷺ انہیں گھر میں لائے ہوں گے ورنہ ایک نابالغہ بچی سے ایسا ارتکاب سنگ دل والدین بھی برداشت نہیں کرتے، اور خصوصاً رحمۃ اللعالمین ﷺ سے اس کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے، لہذا ان کے بالغہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، دراصل بلوغت کا دارومدار عمر پر نہیں علاقہ پر ہے، زیادہ گرم علاقوں میں گرم غذائیں کھانے سے بلوغت جلد واقع ہو جاتی ہے، آج کل بعض ممالک میں نو سال کی بچیوں سے ولادت کی خبریں اخبارات میں چھپ چکی ہیں، عرب کی گرمی مشہور ہے اور ان کی غذا بھی زیادہ تر کھجور ہی تھی اس لئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ ہونے میں کوئی شک نہیں، پہل عقل کے اندھے اور گورے اس زمانے میں بھی آپ ﷺ کے پیچڑوں، بھڑات دیکھنے کے باوجود آپ ﷺ پر کاہن، مجنون، ساحر، مفتری وغیرہ کے افراءات لگاتے تھے آج بھی لگاتے ہیں ایسے لوگوں کے جواب میں یہ کافی ہے:

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم آفتاب را چہ گناہ
اگر دن میں چنکاؤ نہ دیکھ سکے تو سورج کا اس میں کیا گناہ ہے۔

(حقوق نسواں، ص ۸۰)

اور اس سے آگے جو حالات آرہے ہیں ان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں، ورنہ چند روزہ سولہ سال کی لڑکی سے اس قسم کی باتیں ناممکن ہی رہتا ہوتا ہیں اور اگر سیدہ رضی اللہ عنہا کے رخصتی کے واقعے کو بغور پڑھا جائے تو یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ لازماً رخصتی کے وقت کم سن ہی تھیں۔

ایک اور روایت اور عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرات شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میری عمر چھ سال تھی، جب عینہ میں بنی الحارث بن الخزرج کے گھر پہنچے تو مجھے سخت بخار ہو گیا جس میں میرے سر کے بال اتر کر (کنڈھے تک) (روایت میں حیرہ کے الفاظ ہیں یعنی بال اتر گئے لیکن اس وقت بھی کنڈھوں تک تھے نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھوٹے بچوں سے تمیز فرمادی ہیں اچھوٹے چھوٹے رہ گئے تھے، میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں تھی میری والدہ آئیں اور مجھے زور سے آواز دی تو میں اپنی والدہ کے پاس آگئی مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور چل دیں حتیٰ کہ ہم ایک گھر کے دروازے پر کے اس وقت میرا سانس بے قابو ہو رہا تھا ہم

کچھ دیر وہاں رکے تو میرا سانس بحال ہو گیا، پھر انہوں نے میرے منہ پر پانچ کے چھینے مارے اور میرے سر کے بالوں کو تھوڑا سنوار دیا اور مجھے اس گھر میں داخل کر دیا میں نے دیکھا کہ اس گھر میں انصار کی کچھ عورتیں بھی تھیں جنہوں نے مجھے دیکھتے ہی خیر و برکت کی دعائیں دیں، میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کیا تو انہوں نے بھی میری حالت تھوڑی بہت مزید سنواری اور پھر مجھے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئیں آپ ﷺ کو دیکھتے ہی مجھ پر آپ ﷺ کا رعب طاری ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چڑھتے سورج کی کرنیں آپ ﷺ کے چہرے پر روشن ہو رہی ہوں۔ اس وقت میری عمر نو سال تھی یعنی چھ سال کی عمر میں شادی ہوئی اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔

نکاح اور رخصتی کا مہینہ

حضرت ابو عمر بن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ماہ شوال میں ہوا، اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی کو پسند فرمایا کرتی تھیں کہ عورتوں کا نکاح بھی شوال میں ہو، اور رخصتی بھی شوال میں ہو، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں فرمایا اور رخصتی بھی شوال میں فرمائی، بھلا ایسی کونسی بیوی ہے جو آپ ﷺ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شوال ہی میں شادی پسند فرماتے تھے، ابن شہاب فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے ہوا اور رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور مدینہ ہجرت سے تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ احمد بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے پانچ سال قبل ہوئی۔

رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ مدت قیام

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی اور جب آپ کی رخصتی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور نو سال ہی نبی ﷺ کے ساتھ رہیں۔

دنیا و آخرت میں زوجہ ہونے کا اعزاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا میں تو نبی پاک ﷺ کی بیوی تھیں ہی البتہ آخرت میں بھی وہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہوں گی، اس معنی پر مشتمل کچھ روایات ماقبل میں مذکور ہو چکی ہیں اور مندرجہ ذیل ایک روایت امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کی ہے قرآنی ہیں مگر ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو میں نے کیا یا رسول اللہ! فاطمہ ہر چند کہ آپ کی بیٹی ہے اور آپ کو انتہائی محبوب ہے لیکن میرا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تم دنیا و آخرت میں میری بیوی رہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس پر خوشی ہے آپ نے فرمایا تو میری دنیا و آخرت میں بیوی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تھا کہ لوگوں کو جنگ کے لئے جمع کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں انہوں نے کہا اے لوگو! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی اہلیہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے تم امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی اتباع کرتے ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن زیاد الاسدی کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔

جنت میں زوجہ نبی ﷺ ہونے کا اعلان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی بیوی کون ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! تم انہیں میں سے ہو، آپ ﷺ فرماتے ہیں: اے عائشہ! جب سے مجھے معلوم ہوا جنت میں تم میری بیوی ہو موت کی تختی میرے لئے آسان ہوگئی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا گویا میں اب بھی عائشہ کے ہاتھوں کی سفیدی جنت میں دیکھ رہا ہوں، جس سے موت کی تختی میرے لئے آسان ہوگئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو (۹) خصوصیات

مفسر قرآن امام بغوی رحمہ اللہ، صاحب تفسیر مظہری رحمہ اللہ، مفسر قرطبی رحمہ اللہ اور بعض دیگر نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نو (۹) خصوصیات عطا فرمائیں، پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے میری تصویر حضور ﷺ کو میرے نکاح سے پہلے دکھا دی، چنانچہ خود حضور ﷺ نے بیان کیا ہے کہ عائشہ تیری تصویر مجھے جبرئیل علیہ السلام نے ریشم کے ٹکڑے پر خواب میں دکھائی تو میں نے اس خواب کی یہی تعبیر نکالی کہ ایسا ہو کر رہے گا، چنانچہ جنت سے پہلے آپ ﷺ کا نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا جب کہ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی، البتہ رخصتی تین سال بعد مدینہ منورہ میں جا کر ہوئی، نکاح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود کیا۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میری

دوسری خصوصیت یہ ہے حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف

میں دو شیرہ ہوں، باقی سب پہلے سے ایک یا دو دفعہ شادی شدہ ہیں۔ فرمایا میری

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حسب اللہ کے رسول ﷺ کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، یہ بھ انتہائی قرب کی علامت ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ من کی حضور ﷺ کی قبر بھی میرے گھر میں تھی، اس گھر میں فرشتوں کا ہمیشہ جوہر رہتا ہے، آپ ﷺ کے زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی۔ پھر فرمایا کہ

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ ہر اوقات حضور ﷺ پر ایسی حالت میں وحی نازل ہوتی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی لحاف میں ہوتی، یہ خصوصیت بھی کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں ہوتی۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے خلیفہ اول اور آپ کے صدیق کی بنی ہوں۔ پھر فرمایا

ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ میری برکت میں اللہ نے پورے دور کو رخ کی سول آیات نازل فرمائیں۔

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے پاک پیدا کیا ہے اور پاک رکھی ہے اس میں رکھتا ہے، امہات المؤمنین کے متعلق قرآن کی عمومی شہادت بھی یہی ہے:

اِنَّمَا بُرِّئِدْنٰهُ لِيُنْجِبَ عَنْكُمْ الْمَرْجِسَ اَفْلَحَ الْيَتِيْمُ وَ
يُظَلِّمُ اَعْمٰی تَطَهَّرْنَا

اللہ نے نبی کی تمام بیویوں کو ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک رکھا ہے، اور آخر میں

نویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے اس اتہام سے بری فرما کر مغفرت اور عزت والی ردی کا وعدہ فرمایا اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَةً وَ دَرَقًا كَوْنِيْمُ (معلم العرفان، ج ۱۳، ص ۷۶۹، ۷۷۰)

حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

رخصتی کے بعد امی عائشہ رضی اللہ عنہا کا قیام کسی بلند و عالیشان محل میں نہ تھا، بلکہ ایک چھوٹا سا حجرہ جو پہلے مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا تھا بعد میں اُسے روضہ رسول ﷺ کا نام ملا، اور کائنات کے تمام ذروں سے زیادہ افضلیت والا ٹکڑا بنا، حجرے کی دیواروں پر مٹی کا لپ تھا، طول و عرض چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھا، کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے چھت تیار ہوئی تھی، چھت پر ایک کھلم ڈالا گیا تھا کہ بارش کے اثرات سے بچاؤ ہو سکے، چھت کی بلندی اتنی تھی کہ کھڑے ہو کر چھت کو ہاتھ لگانا کوئی مشکل نہ تھا، زمین کا فرش، کوئی قالین نہیں، دروازے کا ایک پٹ کاٹا تھا، ایک کھلم بطور پردے کے ڈالا گیا تھا۔

ویسے تو مسکن مبارک گومع انوار تھا لیکن راتوں کو چراغ جلاتا بھی استطاعت سے باہر تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں، چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، گھر کی کل کائنات ایک چار پائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک ٹکیہ، آنا اور کھجور رکھنے کے لئے ایک دو برتن، پانی کا ایک برتن، پینے کے لئے ایک پیالہ۔

یہ خالق کائنات ﷺ کے بعد سب سے بڑی مقدس ہستی اور زمین و آسمان پر جس کی شادی پر جشن منایا گیا، جسے عرش سے جبریل امین سلامی دینے آئے، اس عظیم دلہن کا گھر تھا، مسجد کا محن حجرہ کے بالکل سامنے تھا، حجرہ سے ہی مسجد و محراب کا نظارہ ہو سکتا تھا، محراب سے حجرہ کا فاصلہ سات یا نو ہاتھ یا سترہ گز تھا، جس ہستی کے خوبصورت و حسین چہرے کا نظارہ کرنے کے لئے لوگ میلوں کا سفر کر کے پہنچتے، جس کو ایک جھلک دیکھنے کے لئے لوگ رشک کرتے اور جس کے علوم و تربت اور شرف و مقام کو دیکھنے کی آرزو میں گردنیں تھک جاتیں، حسن و خوبصورتی کا وہ چاند حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت تھا، جب تک وہ چاند حجرہ میں رہتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں

اس پر لگی رہتیں اور جب وہ چاند مسجد میں نمودار ہوتا تو حضرت عائشہ کی پیاسی میں اب حجرے سے منبر پر مرکوز ہو جاتیں، یوں امی عائشہ رضی اللہ عنہا دیدار رسول ﷺ کا شرف اور لذت حاصل کرتی رہتی تھیں۔

امور خانہ داری

گھر میں کل دو آدمی تھے، رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ بعد میں بریرہ نامی باندی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا، جب تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو ایک روز کے وقفے سے آپ سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے، بعد میں اور ازواج بھی آگئیں تو پھر آمد رسول ﷺ باری کے حساب سے ہوتی تھی، گھر میں کھانا پکنے کی نوبت بہت کم آتی، فرماتی ہیں کبھی تین دن مسلسل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان رسول ﷺ نے سیر ہو کر کھایا ہو، یہ بھی فرماتی ہیں کہ مہینوں مہینوں گھر میں آگ تک نہیں جلتی تھی، ایک جگہ ہے کہ کھجور اور پانی پر گزارہ تھا، کسی کی طرف سے کوئی ہدیہ آگیا تو کھالیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے اور اس دن ہدایا بھیجتے، اکثر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے، پوچھتے: عائشہ! کچھ کھانے کو ہے؟ جواب دیتیں: یا رسول اللہ! کچھ بھی نہیں۔ بس پھر سب کا روزہ ہوتا۔ کبھی کبھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آنا گوندھتیں، رکھ کر بے خبر ہو کر سو جاتیں، بکری آتی اور برتن صاف کر جاتی، ایک بار اپنے ہاتھ سے آنا پیسا، اس کی نکلیاں پکائیں اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگیں، رات کا وقت تھا، حضرت آئے تو نماز میں مشغول ہو گئے، ان کی آنکھ لگ گئی، پڑوس کی ایک بکری کی قسمت میں وہ نکلیاں تھیں وہ آئی اور سب صفایا کر گئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑیں کہ بکری کو ماریں، آپ ﷺ نے ٹوکا کہ عائشہ! ہمسایہ کو تکلیف نہ دو۔

محبوبانہ ادائیں

رسول اللہ ﷺ اپنی اس کم عمر زوجہ کا خوب خیال رکھتے، اس کے ناز و لاڈ کو برداشت کرتے، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم عائشہ کی ریس نہ کیا کرو کہ وہ تم سے خواہصورت ہیں اور آنحضرت کو پیاری ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ سنا تو مسکرا پڑے۔ (بخاری)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں، ایک دن دونوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا پکایا، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کھانا جلدی سے پکا لیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج دیا، اس وقت آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالے پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ ٹوٹ کر گر پڑا، آنحضرت ﷺ نے پیالے کے ٹکڑوں کو چن چن کر کھنکھایا اور فرمایا "غارت امکم" کہ تمہاری ماں کو قصہ آگیا (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو اضطرابی فعل صادر ہوا آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عذر بیان کیا، کیونکہ کوئی عورت خواہ کتنے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہ ہو، اپنی سوکن کے لئے رقیبانہ اور رشک آمیز جذبات سے عاری نہیں ہو سکتی، نہ ہی یہ کسی عورت کے بس کی بات ہے، آپ ﷺ نے یہ الفاظ اس لئے ارشاد فرمائے کہ کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل کو برائی پر محمول نہ کرے، یہ فعل جتنے بے بشریت ہو اس میں کسی مقصد، ارادے اور کسی برائی کا دخل نہ تھا) بعد میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ امت ہوئی، پوچھا: ازالہ کیسے ہو گا؟ حضرت نے فرمایا: نیا پیالہ اور کھانا، نیا پیالہ منگو اور ااپس کر دیا گیا۔

ایک بار فرمایا: عائشہ! تو جب مجھ سے ناراض ہوتی ہے میں سمجھ جاتا ہوں، یولیس: وہ کیسے؟ ارشاد ہوا: جب تو خوش رہتی ہے (اور کسی بات پر قسم کھاتی ہے) تو یوں کہتی ہے: محمد کے خدا کی قسم، اور جب ناراض ہو جاتی ہے تو کہتی ہے: ابراہیم کے

خدا کی قسم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔ یعنی غصے کی حالت میں مغلوب العقل ہو جاتی ہوں، اگرچہ زبان سے آپ کا نام نہیں لیتی مگر میرے دل میں پیار و محبت کا جو دریا موجزن ہے اس کے تلاطم میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی، بلکہ میرا دل آپ کی محبت میں جوں کا توں مستغرق رہتا ہے۔ (مظاہر حق)

مزاح و دل لگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنادودھ یا گھی ملا کر حضور ﷺ کے لئے حریرہ پکایا، خدمت میں پیش کیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں، میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ بھی کھالیں، انہوں نے انکار کیا، میں نے کہا یا تو آپ کھائیں ورنہ میں آپ کے منہ پر مل دوں گی، انہوں نے پھر بھی انکار کیا، میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کا چہرے پر لپ دیا، اس پر حضور ﷺ ہنس پڑے، پھر حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا تم عائشہ کے چہرے پر مل دو، چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا، تو اس پر حضور ﷺ ہنسے..... اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا وہ کسی کو آواز دے رہے تھے، حضور ﷺ سمجھے کہ عمر اندر آئیں گے، فرمایا (عمر اندر آ رہے ہیں) تم دونوں اٹھو اور منہ دھو لو۔ (حیۃ الصحابہ، ج ۲ ص ۸۵۸)

ہائے! میری دلہن

رسول اللہ ﷺ کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت محبوب تھیں، عام لوگ سمجھتے ہیں اس محبت کا سبب حسن و جمال تھا ایسی بات نہیں ہے، دوسری کئی ازواج ہیں جن کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا۔ جو چیز یہاں مد نظر ہے دین کی خدمت و اشاعت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہاد فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں اس بنا پر شوہر کی منظور نظر اور ان کی نظر میں سب سے زیادہ

محبوب تھیں، باطنی کمال میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد پھر حضرت ام سلمہ تھیں حالانکہ وہ عمر رسیدہ تھیں، حضرت خدیجہ ۶۵ برس کی ہو کر فوت ہوئیں لیکن ان کی محبت آنحضرت ﷺ کے دل میں اتنی شدت سے قائم رہی کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس پر شک آیا۔

تو باطنی خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں، کسی صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، مردوں میں؟ فرمایا: عائشہ کے والد۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ تم عائشہ کی ریس نہ کیا کرو کہ وہ تم سے خوبصورت ہے اور آنحضرت ﷺ کو پیاری ہے۔

ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ بدک گیا، اور ان کو لے کر ایک طرف بھاگا، آنحضرت ﷺ اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا و اعروساہ ”ہائے میری دلہن“۔ (مسند احمد، ج ۶ ص ۲۴۸)

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو چیز میرے بس میں ہے (یعنی نیکوئیوں میں معاشرت اور لین دین میں مساوات) وہ تو میں پورا کرتا ہوں لیکن اے اللہ! جو چیز میرے بس اور امکان میں نہیں (یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے اختیار محبت اور اس کی قدر و قیمت) اس کو معاف کرنا۔ (ابو داؤد)

ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے برہم ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ طیش میں آگئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنا چاہا کہ تو رسول اللہ ﷺ سے چلا کر بولتی ہے، رسول اللہ ﷺ بیچ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آڑے آگئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے باہر چلے گئے، آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیوں؟ کہو کس طرح تم کو بچالیا؟ بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اب حالت بدل چکی تھی، اب رسول اللہ ﷺ اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہو چکی تھی، ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جیسے آپ دو دو گئے لڑائی میں مجھے شریک کیا تھا اب مجھے صلح میں بھی شریک کر لیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہم نے تمہیں شریک کر لیا، تمہیں شریک کر لیا۔ (حیات الصحابہ، سیرت النبی)

محبت و الفت کے نرالے انداز

آپ ﷺ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک دسترخوان پر ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے، کھانے میں محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوستی تھیں، پیالے میں وہیں منہ رکھ کر پیتے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منہ لگاتی تھیں، راتوں کو چراغ نہیں جلتا تھا اس لئے کبھی کبھی دونوں کا ہاتھ ایک ہی بوٹی پر پڑ جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا نے عمر کے کئی مرتلے طے کئے، جب تک زندہ رہیں اسی مزار اقدس کے ساتھ متعلق رہیں، قبر نبوی ﷺ کے پاس ہی سوئی تھیں، ایک بار آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا، اسی دن سے وہاں سونا چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی نے آپ ﷺ کی دعوت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ بھی ہوں گی؟ اس نے کہا: نہیں، ارشاد ہوا کہ تو پھر میں بھی قبول نہیں کرتا، میزبان دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال وجواب ہوا اور وہ واپس چلا گیا، تیسری دفعہ پھر آیا آپ ﷺ نے پھر فرمایا: عائشہ کی بھی دعوت ہے؟ غرض کی جی ہاں، اس کے بعد آپ ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے گھر گئے۔ (مسلم، ج ۱، ص ۷۲۰، بخاری)

محدثین بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تنہا دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز خانہ نبوی میں فاقہ تھا، آپ ﷺ نے مروت اور لطف و اخلاق سے دور سمجھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر خود شکم سیر کریں، پڑوسی نے دو دفعہ اس لئے انکار کیا کہ اس کے ہاں سامان ایک ہی آدمی کے لئے تھا، تیسری دفعہ کچھ سامان کر کے

شوہر کا خیال و وفاداری

رحمت عالم ﷺ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانوں پر سر رکھے سو جاتے، آپ ﷺ اسی طرح ایک دن آرام فرما رہے تھے کہ ایک خاص سبب سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غصے میں اندر تشریف لائے اور بیٹی کے پہلو میں کونچا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں صرف اس خیال سے نہیں ملی کہ آپ ﷺ کے خواب راحت میں خلل واقع ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑے شوق سے دروازے پر ایک مصور پردہ لٹکایا، آپ ﷺ نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر سہم گئیں، عرض کی یا رسول اللہ! قصور معاف، مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں فرشتے داخل نہیں ہوتے، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً پردہ چاک کر ڈالا اور اس کو مصرف میں لے آئیں۔

وفات کے بعد بھی یہ پہلو مد نظر رہا، رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک حکم کی تعمیل بالکل اسی طرح کرتی تھیں جیسے زندگی میں، ایک بار ایک سائل آیا، اسے روٹی کا ٹکڑا دے دیا، اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا اسے بٹھا کر خوب کھانا کھلایا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: انزلوا الناس منازلہم (لوگوں کو ان کے درجے پر رکھو)

شوہر کی خدمت گزاری

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں، آنا خود جیتی تھیں، خود گوند جتی تھیں، کھانا خود پکاتیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتیں، آپ ﷺ قربانی

رسول انرم ﷺ کی ارماتی زندگی -
 کے لئے جو ارمات ہیجے اس کے سے خود ملا دہ بنتی تھیں، آنحضرت ﷺ کے مبارک
 میں اپنے ہاتھ سے نکلا کرتی تھیں، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رہیں
 مسواک کو صفائی کی غرض سے دھو کر لیتی تھیں، گھر میں کوئی مہمان آتا تو مہمانی کی
 خدمت خود انجام دیتیں۔

رسول اللہ ﷺ کشف ہوتے سیدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت نزاری میں اس
 وقت بھی لگی نہ آتی، چونکہ حجرہ مسجد سے بالکل متصل تھا اور حجرہ کی دیوار کے قریب ہی
 آپ ﷺ کا بستر ہوتا تھا (اس جگہ کا نام اب استوانہ سریر ہے) وہاں یک کھڑکی تھی
 جہاں سے آپ ﷺ اپنے اذکار کا فگاہ سے سر مبارک نکالتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
 مرد و عورتیں، تیل لگاتیں۔

بچے محبوب شوہر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور خواہشات کا اتنا احترام تھا کہ
 فرماتی ہیں جب تک رسول اللہ ﷺ زندہ رہے میں اپنے نسوانی مجبوری کے تحت تشا
 ہونے والے روزے پورے سال میں صرف شعبان میں رکھتی کیونکہ ان دنوں میں
 رسول اللہ ﷺ روزے رکھ کر تے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو پھر
 سال بھر میں جب چاہتی میں روزے رکھتی تھی۔ (ترمذی)
 یعنی سال کے باقی دنوں میں روزے اس وجہ سے نہیں رکھتی تھیں کہ کہیں ایسا
 نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے خواہش ہو اور روزے کی وجہ سے وہ خواہش پوری نہ
 ہو سکے۔ (ترمذی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشک

ان معات اقصیات کی حامل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں، مجھے
 رسول اللہ ﷺ کی کسی وجہ پر ایسا رشک نہیں جیسا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر تھا، میں نے
 نہیں نہیں دیکھا لیکن حضور ﷺ کو میں نے اکثر ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا، بسا اوقات
 آپ ﷺ بکری ذبح کرتے پھر اس کے کھڑے کاٹ کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں

کو بھیجتے، ان کا ذکر فرماتے تو ان کے لئے تعریف، استغفار کرنے سے نہ تھکتے۔

ایک مرتبہ میں نے غیرت میں آکر کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بڑھیا کا نعم البدل دیا ہے، میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ سخت غصے میں آگئے، میں کانپ گئی، میں نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی اے اللہ! جب تو مجھ سے اپنے رسول ﷺ کی ناراضگی دور فرما دے گا تو میں کبھی بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر برائی سے نہیں کروں گی، رسول اللہ ﷺ نے جب میری یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: تو نے یہ کیسے کہہ دیا، بخدا وہ مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے میری تکذیب کی، اس نے مجھے ٹھکانہ دیا جب لوگوں نے چھوڑ دیا، اللہ نے مجھے ان سے اولاد مرحمت فرمائی اور وہیں سے نہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ آئیں رسول اللہ ﷺ بہت مسرور ہوئے کیوں؟ ان کی آواز سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آواز جیسی تھی، ایک بڑھیا آیا کرتی تھی، رسول اللہ ﷺ ان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے، اس کا اکرام فرماتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس بڑھیا کا جتنا خیال رکھتے ہیں کسی اور کا نہیں فرماتے، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ خدیجہ کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھیں اور پرانے تعلقات کی رعایت کرنا ایمان میں سے ہے۔ (حیات الصحابہ، ترجمہ علماء اولادکم محبت آل بیت النبی ﷺ)

غروب نہ ہونے والا آفتاب

ہر امتی رسول اللہ ﷺ کا مہاج اور ان کی توصیف بیان کرتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے تو صرف وہ رتبے میں رسول نہیں بلکہ ایک ذی قدر، محبوب اور قابل احترام شوہر بھی تھے، چنانچہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کے لئے جو تعریفی اور تحسینی کلمات نکلے ان کی مثل کوئی نہیں لاسکتا، سخت گرمیوں کا موسم تھا، سرکارِ دو عالم ﷺ گھر پر اپنی جوتیوں کی مرمت کر رہے تھے، آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا، یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے کاش! عروہ

اس حالت میں آپؐ کو دیکھتے (ایک مشہور شاعر کا نام ہے) آپؐ جتنے تو ان اشعار میں صدق ہیں:

فلو سمعوا فی مصر او صاف خذہ لئما بذلوا فی سوم یوسف فی غددہ
لؤامی زلیخا ریس جیسہ لأنرون بقطع القلوب علی الابدی
اگر ہل مصر آپؐ کے حسن کی شہرت سن لیتے تو یوسف علیہ
السلام کی خریداری کے لئے اپنی پونجی خرچ نہ کرتے اور اتر لیتا
کی سہیلیاں آپؐ کی پر نور بیٹائی کا سلوہ دیکھ لیتیں تو ہاتھ
کاٹنے کے بجائے دل کے ٹکرے کر دیتے کوترجہ دیتیں۔
سیدہ رضی اللہ عنہا سے یہ اشعار بھی منقول ہیں:

لئنا شمس و للاقاق شمس و شمسی خیر من شمس السماء
فشمس الناس تطلع بعد الفجر و شمسی تطلع بعد العشاء
لؤامی زلیخا ریس جیسہ لأنرون بقطع القلوب علی الابدی
ایک ہمارا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے مگر آسمان کے
سورج سے میرا سورج بہتر ہے۔ لوگوں کا سورج تو فجر کے بعد
طلوع ہوتا ہے لیکن میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ زلیخا
کی ماموت سہیلیاں (اگر یوسف علیہ السلام کے بجائے) حضور
ﷺ کا ماما جیسے دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دل کاٹ بیٹھتیں۔

ابو بکر بدنی جاہلی شاعر نے اپنے سوتیلے بیٹے ہابہ شرا کی تعریف میں اشعار
کہے تھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہ اشعار پڑھے اور
کہنے لگیں، یا رسول اللہ! ان دونوں شعروں کے زیادہ مستحق تو آپؐ ہیں، آپؐ یہ
من کر سرور ہوئے

و مبرء من کل غر حبیغة و فساد مریضعة و داء ملیل
و اذا نظرت الی اسرة و جہہ برقت کسرق العارض المنہلل

وہ اپنی ماں کے تمام عوارض شکم سے اور دودھ پلانے والی دایہ کی تمام بیماریوں سے پاک ہے اور جب تم اس کے چہرہ کے لکیروں کو دیکھو تو وہ برستے بادل کی بجلیوں کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئے۔

دن کی ملاقات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو باری باری اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس جاتے اور مجھ پر اختتام فرماتے، فرماتی ہیں کہ جب میرے پاس آتے تو گھٹنا مبارک میری ران پر رکھتے اور دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھتے اور منہ کے بل مجھ پر جھک جاتے۔

قرآن کریم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوتا تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات پر مجھے چار چیزوں میں فخر حاصل تھا۔ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں شادی کی جب کہ میرے علاوہ کوئی بھی کنواری نہیں تھی، جب سے میں آپ کے عقد میں آئی قرآن میرے ہی گھر میں نازل ہوتا تھا کسی اور بیوی کے گھر میں نازل نہیں ہوتا تھا اور میرے معاملہ میں صفائی کے لئے قرآن کریم نازل ہوا جو تا قیامت تلاوت کیا جائے گا، اور میرے نکاح سے پہلے دوسرے جبریل امین میری تصویر لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ایک دن میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ خوش ہیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، تو آپ نے فرمایا:

اللهم اغفر لعائشة ما تقدم من ذنبها و ما تأخره و ما
أسرت و ما أعلنت

اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دے اور جو
چھپے ہوں یا ظاہر ہوں ان کو بھی معاف فرما دے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوشی سے اس قدر
شرمائیں اور بٹھیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کا سراپا گو دیکھ جھک گیا، یہ دیکھ کر حضور ﷺ
نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں میری دعا سے خوشی ہوئی ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ!
نہیے آپ کی دعا سے خوشی کیوں نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لئے ہر
نماز میں یہی دعا کرتا ہوں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا
یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ
میرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں، فرمائی ہیں میں نے دیکھا کہ آپ اس
طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں کہ آپ کی بظلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی، آپ
فرما رہے تھے "اے اللہ عائشہ کی ایسی ظاہری و باطنی معفرت فرما کہ کوئی گناہ باقی نہ
رہے اور آئندہ سے کوئی گناہ نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! کیا تمہیں اس سے
سرسر ہوئی؟ عرض کیا اس رب کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا، مجھے بہت خوشی
ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا اس رب کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا اپنی امت کے
مقابلے میں میں نے تمہیں کوئی خصوصیت نہیں دی، میں دن رات اپنی امت کے لئے
یہی دعا کرتا رہتا ہوں ان کے لئے جو گزر گئے اور جو تاقیامت آئیں گے، میں دعا کرتا
ہوں اور ملائکہ آمین کہتے ہیں (اس کے باوجود اس دعا میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کو خصوصیت دعا کے اعزاز سے نوازا، امت کے لئے دعا عمومی ہوتی ہے)

روزے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے پیار

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں ہوتے اور میرے چہرے پر جہاں چاہتے بوسہ دیتے۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم)

آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا کچھ دیر مسکرائیں پھر فرمایا ہاں بعض بیویوں کا بوسہ لیتے تھے (اور مراد خود ہی تھیں)۔ (مسلم، کتاب الصوم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور فرماتی ہیں کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کو شہوت پر قابو تھا تم میں سے کس کو ہے؟۔ (شرح مسلم نووی، ج ۳ ص ۱۶۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا ایک لمحہ خاموش رہیں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں۔

(مسند احمد، ج ۴ ص ۲۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پسند نبی کریم ﷺ کی پسند بن جاتی

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کا تلبیہ کہتے ہوئے مکہ پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا تلبیہ کہا، فرماتے ہیں جب ہم سرف نامی جگہ پہنچے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماہواری شروع ہوگئی، آپ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ عائشہ رورہی ہیں، آپ نے فرمایا: تم کیوں رورہی ہو؟ آپ نے عرض کیا میری حالت تو یہ ہے کہ مجھے ماہواری آنا شروع ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بنات آدم کے

مقدّر میں لکھ دیا ہے، تم غسل کر لو اور حج کا تلبیہ کہنا شروع کر دو۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور تمام مواقع ادا کئے اور جب پاک ہو گئیں تو کعب کا طواف کیا اور صفا مروہ میں سعی کی، آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ اب تم حج و عمرہ دونوں سے پوری طرح فارغ ہو چکی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی حرج محسوس ہو رہا ہے کیونکہ میں نے دوران حج بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ سہولت کو پسند فرماتے تھے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی طواف کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیج دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مقام حعیم سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمرے سے واپسی کا

نبی کریم ﷺ کو انتظار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے وادی محصب میں میرا انتظار کیا یہاں تک کہ حعیم سے چل کر میں نے رات کے وقت اپنا عمرہ مکمل کیا، آپ ﷺ نے اعلان کروا دیا کہ اب نکلو چنانچہ جب فجر سے کچھ قبل ہم بیت اللہ پہنچے تو طواف کیا۔

(بخاری، ج ۲ ص ۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص طور پر سفر میں گپ شپ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سفر کے لئے تشریف لے جاتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ فرماتی ہیں اسی طرح ایک سفر کے موقع پر میرا اور حصہ کا قرعہ لگا تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل دیں، آپ ﷺ دوران سفر رات کے وقت میرے پاس تشریف لاتے اور مجھ سے گفتگو فرماتے اور چلتے رہتے۔

فرماتی ہیں ایک دن حصہ نے مجھے کہا کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے اونٹ پر آ جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہو جاتی ہوں اور ایک دوسرے کے اونٹ کا سفر دیکھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے مان لیا اور حصہ میرے اونٹ پر سوار ہو گئیں اور میں حصہ کے اونٹ پر۔ نبی کریم ﷺ رات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے قریب تشریف لائے تو اس پر حصہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ نے سلام کیا اور ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے، جب اس رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو نہ پایا تو انہیں حضرت حصہ رضی اللہ عنہا پر بڑی غیرت آئی، جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہ گھاس میں پاؤں ڈال کر بیٹھ گئیں اور تنہا کرنے لگیں کہ اللہ کوئی بچھو یا سانپ بھیج دے جو مجھے ڈس لے، آپ ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں، میں انہیں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ (مسلم، ج ۱۰ ص ۳۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹنی دینا اور نرمی کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے نبی پاک ﷺ نے ایک اونٹنی دی جو کالے رنگ کی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئلہ ہو، اس میں تکمیل نہیں تھی اور بڑی ضدی تھی، آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی پائی جائے وہ اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس سے نرمی نکل جائے اس کو معیوب بنا دیتی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت شریح ابن ہانی رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس اونٹ پر سوار ہوئیں تو وہ بدکنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے بطور تادیب اس کو مارا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اس کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ اللہ رب العزت بھی رقیق ہیں اور نرمی کو پسند بھی فرماتے ہیں، اور نرمی پر جس قدر رعایت فرماتے ہیں سختی پر عطا نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم، ج ۵ ص ۱۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نبی کریم ﷺ کا خاص احسان

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کسی ایسی وادی یعنی چرگاہ میں نزول فرمائیں کہ جہاں بعض درختوں سے جانور چر چکے ہوں اور بعض درخت ایسے ہوں جہاں ابھی تک جانور نہ چر سکے ہوں تو آپ کس جگہ اپنے اونٹ کو چرنے کے لئے چھوڑیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنا اونٹ اس جگہ چرنے کے لئے چھوڑ دوں گا جہاں جانور نہ چر سکے ہوں۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد کسی اور باکرہ لڑکی سے شادی نہیں کی۔ (صحیح مسلم، ج ۵ ص ۴۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سہیلیوں کے ساتھ

نبی کریم ﷺ کے سامنے کھیلنا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں میں چھوٹی بچیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی موجودگی میں کھیلا کرتی وہ میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، جب آپ ﷺ تشریف لائے تو وہ چھپ جایا کرتیں مگر آپ ان کو میرے پاس بھیج دیتے وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (مسلم، ج ۵ ص ۹۵)

گیارہ عورتوں کا قصہ

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ سہیلیوں نے آپس میں یہ معاہدہ اور اقرار کیا کہ وہ اپنے اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہ چھپائیں گی اور پورا پورا حال سچ سچ بیان کریں گی۔

ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آیا ہے پھر ان کے ناموں میں اختلاف ہے اس لئے نام حذف کر دیئے گئے یہ عورتیں یعنی یا حجازی تھیں ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضرورت سے گئے ہوئے تھے یہ خالی تھیں تو دل بہلانے کے لئے بیٹھ گئیں اور باتیں شروع ہو گئیں، ہر ایک عورت نے اپنے اپنے شوہر کا حال بیان کر دیا۔

پہلی عورت:

پہلی عورت نے کہا: میرا خاوند ناکارہ و بے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے جو ایک دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ ہی وہ گوشت ایسا عمدہ ہے کہ تکلیف اٹھا کر لایا جائے۔
یعنی اس عورت کا خاوند بیکار آدمی ہے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے برائے نام کسی کام کا ہو بھی تو بدخلق اور مسکراتا کہ اس تک رسائی مشکل ہے، نہ ملے بن پڑے تو چھوڑے بن پڑے۔

دوسری عورت:

دوسری عورت نے کہا: میں اپنے خاوند کا حال نہیں بتا سکتی، میں ڈرتی ہوں کہ اگر اس کے عیوب بیان کرنے شروع کروں تو پورے نہ بتا سکوں گی کیونکہ اگر بتاؤں تو ظاہری اور باطنی سب عیوب بیان کروں۔
یعنی دوسری عورت نے اپنے شوہر کو سراپا عیب قرار دیتے ہوئے اجمالاً اس کے عیب بیان کر دیئے اور تفصیل سے معذرت کر لی۔

تیسری عورت:

تیسری عورت نے کہا: میرا خاوند لبا ہے یعنی احمق یہ توقف ہے اگر میں کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق اور اگر چپ رہوں تو لنگی رہوں یعنی زبان سے کوئی ضرورت بیان کروں تو طلاق کا خدشہ ہے اور اگر خاموش رہوں تو اس کو میری پرواہ نہیں ہوتی، نہ

شوہر والیوں میں شمار نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔

چوتھی عورت:

چوتھی عورت نے کہا: میرا خاوند تہامہ کی راس کی طرح ہے یعنی معتدل المزاج ہے نہ گرم نہ ٹھنڈا، اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔

گویا اس عورت نے اپنے شوہر کی تعریف کی ہے کہ اس کا شوہر میانہ روی اور اعتدال کے راستے پر چلنے والا ہے نہ زیادہ چالپوسی کرتا ہے اور نہ ہی بیزار رہتا ہے۔

پانچویں عورت:

پانچویں عورت نے کہا: میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ مال و اسباب چھوڑ کر جاتا ہے اس کے بارے میں پوچھتا بھی نہیں ہے۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے کہ وہ گھر میں آ کر بے خبر ہو جاتا ہے، نہ خفا ہوتا ہے، نہ کسی چیز میں دخل دیتا ہے اور گھر میں جو کھانے پینے کی اشیاء ہوں ان کے متعلق باز پرس نہیں کرتا۔

چھٹی عورت:

چھٹی عورت نے کہا: میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمنا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے اور لیتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لیٹ جاتا ہے میری طرف اپنا ہاتھ تک نہیں بڑھاتا تا کہ میرا دکھ درد جان سکے۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ اس کو تیل کی طرح کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں آتا اور نہ عورت کی خبر گیری کی فکر کرتا ہے۔

ساتویں عورت:

ساتویں عورت نے کہا: میرا خاوند صحبت سے عاجز اور نامرد ہے اور اتنا ناگھ

ہے کہ بات بھی نہیں کر سکتا، ہر بیماری اس میں موجود ہے اور ظالم بھی ایسا ہے کہ میرا پھوڑ دے یا جسم زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

اس عورت نے اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے بات کریں تو گالی دے مذاق کریں تو سر پھوڑ دے ناراض ہو تو اعضاء توڑ ڈالے یا سب ظلم ہی کر ڈالے۔

آٹھویں عورت:

آٹھویں عورت نے کہا: میرا شوہر خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہے اور چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے۔

اس عورت نے اپنے شوہر کی مدح سرائی کی ہے کہ اس کا خاہر اور باطن دونوں اچھے ہیں، نرم مزاج ہے کہ نام کو خسرہ نہیں، نازک بدن اور خوشبودار جسم والا ہے کہ لپٹنے کو دل چاہے۔

نویں عورت:

نویں عورت نے کہا: میرا خاوند اونچے محل والا، اونچے قد والا، اور بڑی راکھ والا ہے اور اس کا مکان دارالمشورہ کے قریب ہے۔

اس عورت نے اپنے شوہر کی اچھائی بیان کی ہے کہ وہ بڑا رئیس اور بخشنے آدمی ہے ہر وقت اس کا باورچی خانہ گرم رہتا ہے، اس لئے راکھ بھی بہت نکلتی ہے معتدل قد و قامت والا، سمجھدار انسان ہے اس لئے اس سے مشورہ کرنے میں رجوع کیا جاتا ہے گویا اس کا گھر ہی دارالمشورہ بن گیا ہے۔

دسویں عورت:

دسویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا نام مالک ہے اور مالک کیا خوب ہے، مالک میری تمام تعریفوں سے افضل ہے، اس کے اونٹوں کے بہت شتر خانے ہیں اور کم چراگا ہیں ہیں، جب اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کر

لیتے ہیں۔

اس عورت کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ اس کا خاوند نہایت بخشنے والا ہے، مہمانداری کی وجہ سے اونٹ چرنے کا موقع ہی نہیں پاتے اور گھر میں کھڑے کھڑے ہی ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

گیارہویں عورت:

گیارہویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا نام ابو زرع ہے، اور کیا خوب ابو زرع ہے اس نے زیورات سے میرے کان جھکا دیئے ہیں اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو بھر دیئے ہیں اور مجھ کو بہت خوش کیا چنانچہ میری جان بہت مسرور اور پر مسرت ہے۔

اس نے مجھے بھیڑ بکری والوں میں پایا جو پہاڑ کے کنارے رہتے تھے اور تنگی سے گزر بسر کرتے تھے سو اس نے مجھے گھوڑے، اونٹ، کھیت اور خرمن کا مالک بنا دیا یعنی ذلیل و محتاج تھی اس نے مجھ کو باعزت اور مالدار کر دیا اور اس پر مزید خوش خلقی یہ ہے کہ میں اس سے بات کرتی ہوں تو وہ مجھ کو برا نہیں کہتا، سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں یعنی کچھ کام نہیں کرنا پڑتا، چیتی ہوں تو سیراب ہو جاتی ہوں۔

ابو زرع کی ماں! سو کیا خوب ہے ابو زرع کی ماں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرے رہتے ہیں اس کا مکان نہایت وسیع ہے یعنی وہ بڑی مالدار اور بڑی فراخ دل خاتون ہے۔

ابو زرع کا بیٹا! سو کیا خوب ہے ابو زرع کا بیٹا اس کی خواب گاہ سستی ہوئی تلوار کی طرح باریک ہے، بکری کے بچہ کا ایک دست اس کو آسودہ کر دیتا ہے، یعنی بہادر ہے، سپاہیانہ زندگی گزارتا ہے کہ ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ جاتا ہے، اسی طرح کھانے میں بھی اس کی غذا مختصر اور قلیل ہے۔

ابو زرع کی بیٹی! بھلا اس کی کیا بات ہے وہ باپ کی تابعدار، ماں کی

فرمانبردار، اپنے لباس کو بھرنے والی یعنی صحتمند اور موٹی تازی ہے، اور اپنی سوکن کی جان ہے یعنی اپنے خاوند کی پیاری ہے اس واسطے اس کی سوکن اس سے جلتی اور کڑھتی رہتی ہے۔

ابوزرع کی باندی کا کیا کمال بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہیں کہتی کھانے تک کی چیز بھی بلا اجازت خرچ نہیں کرتی اور ہمارا گھر کوڑے سے آلودہ نہیں کرتی، یعنی مکان کو صاف و شفاف رکھتی ہے۔

یہ ہماری حالت تھی مگر سے دن گزر رہے تھے ایک روز صبح کے وقت جب کہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے کہ ابوزرع گھر سے نکلا تو راستہ میں وہ ایک عورت سے ملا جس کے ساتھ چیتے جیسے دو بچے تھے جو اس کی گود میں دو اناروں سے کھیل رہے تھے، پس وہ ابوزرع کو کچھ ایسی پسند آئی کہ اس نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا۔

ابوزرع کے مجھے طلاق دینے کے بعد میں نے ایک شریف سردار مرد سے نکاح کیا جو عمدہ گھوڑے کے شہسوار سپہ گر اور نیزہ باز ہیں اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ، گائے، بکری وغیرہ میں سے ایک ایک جوڑا مجھ کو دیا اور یہ بھی کہا، ام زرع! خود بھی کھا اور اپنے میکے والوں کو بھی جو چاہے بھیج دے۔

لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں جو دوسرے خاوند نے دیا تو وہ سب ابوزرع کے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہ ہوں، یعنی دوسرے خاوند کا احسان پہلے خاوند کے احسان سے نہایت کم ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنا چکیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے ام زرع کے لئے ابوزرع تھا یعنی میں ویسے ہی تیری خاطر کرتا ہوں، مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضور! میرے ماں باپ آپ پر

قربان! ابو زرع کی کیا حیثیت ہے؟ آپ میرے لئے اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔
(مسلم، ج ۲، بخاری، ج ۴، ترمذی، طبرانی و فی الشیخ، باب ما جاء فی کلام رسول
اللہ ﷺ، ص ۱۷)

ابنہ طبرانی کی معجم کبیر کی روایت کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ
جملہ بھی زائد ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ تو
میرے لئے ابو زرع سے بھی (ہزار ہا درجہ) بہتر ہیں۔
آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی
نہایت تاکید فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

استوصوا بالنساء خیرا

عورتوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی سے پیش آتے رہنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی بدخلقی سے اپنے اہل کو رنج اور ایذا پہنچائے گا
اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ (زواجر ابن حجر)

آپ ﷺ بھی اپنی ازدواج کے ساتھ مثالی برتاؤ فرماتے تھے اس حدیث
ام زرع کے آخر میں جس عورت کا بیان ہے اسی کا نام ام زرع تھا، اپنے شوہر ابو زرع
کی بہت تعریف بیان کی کہ میں (ام زرع) بکریوں والے غریب گھرانے کی بیٹی
نہایت عسرت و مشقت میں تھی لیکن ابو زرع (شوہر) نے مجھ کو اونٹنوں والی، گھوڑوں
والی، مٹلوں والی بنا دیا، زیوروں سے مجھے لاد دیا اور وہ کھانے اور غذا میں کھلائیں
کہہ چلی سے میرے بازو بھر گئے مجھ کو بہت خوش کیا میں بھی اس سے بہت خوش ہو گئی،
میں ثرائی ہوں، بکچی ہوں مگر وہ برا نہیں مانتا اور نہ کبھی برا کہتا ہے، میں اپنے گھریار کی
مختار ہوں جس طرح چاہتی ہوں تصرف کرتی ہوں اس میں ذرا روک ٹوک نہیں کرتا،
لوٹنیاں ہر وقت میری خدمت گزاری میں لگی رہتی ہیں، میں بالکل بے فکر رہتی ہوں
اور ابو زرع نے فرمایا ہے کہ اے ام زرع خوب کھا اور اپنے اہل کو کھلا، حضور ﷺ نے
یہ قصہ سن کر فرمایا: میں اپنی زواج کے حق میں ایسا ہی ہوں جیسے ام زرع کے لئے (ان

کا شوہر) ابو زرع لیکن اس میں یہ عیب تھا کہ وہ طالق (طلاق دینے والا) تھا میں طالق نہیں ہوں۔ (بخاری، کنز العمال)

شمال کبریٰ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ بحوالہ طبرانی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا: حضرت! ابو زرع کی کیا حقیقت، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان میاں بیوی کو حضور اقدس ﷺ کے ان تمام اوصاف میں اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں کنگھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مسجد میں انعکاف فرمایا کرتے تو مسجد میں ہوتے ہوئے سر مبارک میرے حجرے میں داخل کرتے اور میں آپ ﷺ کے کنگھی کیا کرتی اور آپ ﷺ گھر میں قضاء حاجت کے لئے ہی تشریف لاتے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ میں حیض میں ہوتی تھی۔

(بخاری، ج ۲ ص ۶۳، مسلم، ج ۱ ص ۵۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ کو صل و حرم میں خوشبو لگائی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو احرام پہننے وقت ایک عمدہ قسم کی خوشبو لگائی۔ (مسلم، ج ۳ ص ۲۶۹)

ایک برتن سے غسل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور سرور کونین ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے، کبھی آپ ﷺ کا ہاتھ سبقت کر جاتا اور میں کہتی میرے لئے چھوڑو، میرے لئے چھوڑو فرماتی ہیں کہ ہم دونوں غسل جنابت کر رہے ہوتے تھے۔ (مسلم، ج ۱ ص ۶۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر نماز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس بستر پر کبھی نماز پڑھا کرتے جس پر ہم سویا کرتے تھے اور میں سامنے لیٹی ہوتی تھی یعنی قبلہ اور آپ ﷺ کے درمیان ہوتی تھی۔

حالت حیض میں ایک لحاف میں سونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ لحاف میں سویا کرتی جب کہ میں حالت حیض میں ہوتی۔ (مسلم، ج ۲، ص ۱۴۶) اور ایک کپڑا لپیٹے ہوئے سوئی رہتی تھی۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوڑ لگانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں سبقت لے گئی، پھر جب کچھ عرصہ بعد میرا جسم بھاری ہو گیا تو دوبارہ ہمارے درمیان مقابلہ ہوا جس میں آپ ﷺ سبقت لے گئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس جیت کے بدلے میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھی، اس وقت میں ایک لڑکی تھی میرا جسم بھی ہلکا تھا، آپ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا آگے نکل جاؤ، جب صحابہ آگے نکل گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: چلو عائشہ میں تم سے دوڑ کا مقابلہ کرتا ہوں، فرماتی ہیں میں دوڑ میں آپ ﷺ پر سبقت لے گئی، آپ خاموش ﷺ ہو گئے۔ فرماتی ہیں پھر جب میرا جسم بھاری ہو گیا اور میں بھول بھی گئی کہ میرا آپ ﷺ سے دوڑ کا مقابلہ ہوا تھا، ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی، آپ ﷺ نے صحابہ کو آگے بھیج دیا اور مجھے فرمایا: اب مقابلہ کرتے ہیں، اس دفعہ آپ ﷺ جیت گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: یہ اس کے مقابلے

میں ہے۔ (سیوت ملا)

نماز فجر سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمانا
امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل
کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رات کی عبادت کے بعد جب فجر کی دو رکعتوں سے
فارغ ہوتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو آپ ﷺ مجھ سے گفتگو فرماتے تھے، اگر
میں سو رہی ہوتی تو آپ ﷺ فجر کی اذان تک آرام فرما لیتے اور ایک دوسری روایت
کے مطابق اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔

حضور ﷺ کی تین پسندیدہ چیزیں

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ

حب الی من الدنیا: النساء، و الطیب، و جعل قرۃ

عینی فی الصلاة (النسائی، باب حب النساء، ج ۲ ص ۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے

فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں سے مجھے عورت اور خوشبو پسند ہیں

اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

عن انس، قال: لم یکن شی احب الی رسول اللہ ﷺ

بعد النساء من الخیل (النسائی، باب حب النساء، ج ۲ ص ۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو

سب سے زیادہ محبت عورتوں کے بعد (جنگلی) گھوڑوں سے تھی۔

حدیث انہی الفاظ کے ساتھ نسائی شریف میں مذکور ہے لیکن ترمذی اور مسند

احمد میں ”من الدنیا“ کا لفظ نہیں بلکہ ”حب الی الطیب و النساء الخ“ مذکور

ہے یہی الفاظ زیادہ صحیح ہیں نیز بعض حضرات یہاں ”من الدنیا“ کے ساتھ

”الثلاث“ کا لفظ نقل کرتے ہیں، لیکن بقول علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حدیث میں لفظ الثلاث کہیں منقول نہیں ہے، چنانچہ ”من الدنيا الثلاث“ حدیث کے الفاظ ہونے سے اشکال ہوگا کہ نماز تو دنیوی چیز نہیں ہے پھر اس پر ”من الدنيا“ کا اطلاق کیونکر ہوگا؟ لیکن علامہ عسقلانی کے قول کے مطابق اگر یہ الفاظ حدیث کے نہیں ہیں تو پھر کوئی اشکال نہ ہوگا، بہر حال حدیث مذکور میں جن تین چیزوں پر آپ ﷺ نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ان میں ایک خوشبو ہے، سابق انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی مسواک اور خوشبو بہت پسند تھی اور خوشبو آپ ﷺ کو پسند کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی تمام خوشبوؤں کا مجموعہ تھی آپ ﷺ کی باتوں میں پھولوں جیسی مہک، آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس میں غبر جیسی خوشبو، آپ ﷺ کے بدن کے مٹاموں میں مشک کی خوشبو، آپ ﷺ کے قدموں کی دھول میں چنبیلی جیسی خوشبو، آپ ﷺ کے پسینے میں گلاب جیسی خوشبو تھی پھر آپ ﷺ کو خوشبو کیوں پسند نہ ہوتی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کرتی تھیں جب آپ ﷺ قیلولہ فرماتے، آپ ﷺ نے ام سلیم سے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ بہتر ہے۔ (مسلم، ج ۲ ص ۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کپڑوں اور بدن پر عمدہ سے عمدہ خوشبو لگانے کا اہتمام فرماتی تھیں۔ (بخاری، ص ۸۷۸)

خواتین کو بھی چاہئے کہ خود بھی اپنے شوہروں کے لئے خوشبو لگائیں اور اپنے سر تاج کے کپڑوں پر بھی خوشبو لگانے کا اہتمام کریں، گھر سے باہر بازاروں میں نکلتے وقت عورتوں کا خوشبو لگا کر نکلتا حرام ہے، حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔

عورت: اس حدیث میں آپ ﷺ نے خوشبو کے ساتھ عورت کا ذکر فرمایا یہ بتانے کے لئے کہ جس طرح ایک سلیم الفطرت انسان کو خوشبو سے محبت ہوتی ہے اسی طرح ایک سلیم الطبع انسان کو عورت سے بھی محبت ہوتی ہے پھر رسول کریم ﷺ جن کی بعثت ہی معاشرہ کے مظلوم اور کمزور طبقوں کی وادری تھی کیوں نہ اس مظلوم عورت سے

محبت و شفقت فرماتے جو زمانہ جاہلیت ہی سے ظلم و ستم کا شکار تھی اور پیدائشی طور پر اکثر بیمار یوں، ماہواری، زچگی، رضاعت کا ہدف بنتی رہتی اس لئے مرد کی نسبت زیادہ توجہ و شفقت کی مستحق تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس مظلوم عورت کو اپنی محبت و شفقت کے ذریعہ عزت و احترام کا اونچا مقام عطا کیا ماں، بیٹی، بہن ہر حیثیت سے عورت کو اس کا اصل مقام اور اس کے حقوق دیئے، نیز عورت کو بیوی کی حیثیت سے وہ محبت دی کہ اسلام کے علاوہ دنیا میں شاید اس کی مثال ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے آپ ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ بے مثال حسن معاشرت قائم فرمایا، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی آل و اولاد کے لئے بہتر ہے اور خود میں

اپنی آل و اولاد کے لئے بہتر ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۸۲)

آپ ﷺ کو اپنی بیویوں سے کس قدر محبت تھی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آپ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سنئے فرماتی ہیں:

مجھے جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک ہوتا تھا وہ آپ ﷺ کی کسی اور بیوی پر نہیں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں، مگر رسول اللہ ﷺ بہت کثرت سے ان کو یاد کرتے تھے، ان کے ساتھ انس و محبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ جاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرما دیتے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اکثر آپ ﷺ سے میں کہا کرتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ یہ بات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کثرت یاد کی بنا پر کہتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی رنگ میں رنگ گئے تھے اپنی بیویوں سے بڑی مخلصانہ محبت تھی، واقعات نقل کر کے طوالت مقصود نہیں ورنہ حضرت بریرہ اور مغیث کی محبت و عشق کا واقعہ کتب حدیث میں مشہور ہے اور دلچسپ بھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

کی اپنی بیوی سے محبت کا وہ تہ بھی مشہور ہے، الغرض آپ ﷺ نے عورتوں سے اپنی محبت کے ذریعہ ان کو عزت کا بلند مقام عطا کیا۔

حدیث مذکور سے آنحضرت ﷺ کا مقصد جہاں مظلوم عورتوں کی عظمت بڑھا رہا ہے وہاں ایسے لوگوں کی شادی کی طرف ترغیب و تنبیہ بھی مقصود ہے جو تحریر انداز میں عورتوں سے ظلم روا کر رہا ہوتا ہے زندگی گزارنے کو بہتر سمجھتے ہیں، آپ ﷺ سے زہد و تقویٰ میں بڑھ کر ہونے کا بھلا کون دعوئی کر سکتا ہے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس قدر کثرت سے نکاح فرمائے، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ یہ تم نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا: ”نہیں“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تزوج فان حبر هذه الامة اكثرهم نساء

(بخاری، ج ۶ ص ۷۵۸)

شادی کرو کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر شخص دو ہیں جن کی بیویاں زیادہ ہوں۔

اس حدیث کے فقہاء ربی میں دو مطلب بیان ہوئے ہیں:

- ۱۔ اس امت میں جن کی بھی زیادہ بیویاں ہوں وہ بہتر شخص ہے۔
 - ۲۔ اس امت کے سب سے بہتر شخص یعنی آنحضرت ﷺ بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے یہی مفہوم راجح ہے۔ (فتح الباری، ج ۶ ص ۱۴۳)
- آنحضرت ﷺ نے نکاح سے (بلا عذر شرعی) کنارہ کشی کرنے والوں کو کس قدر سخت تنبیہ فرمائی اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے کہ حضرت عکاف بن بشر تمہاری بیوی نے پوچھا اب عکاف تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، نہیں، آنحضرت ﷺ نے پوچھا: صداقت رکھتے ہو اور خوش حال بھی ہو پھر بھی شادی سے گریز کیا

تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی شادی کرا دی۔ (جمع الفوائد، النکاح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہم لوگوں کو شادی سے کنارہ کشی اختیار کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ (بلوغ الدرام، النکاح)

حدیث مذکور میں "حجب" صیغہ مجہول لایا گیا کہ میرے دل میں عورت کی محبت ڈالی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ از خود عورت سے محبت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی محبت کا حکم ہوا ہے۔

نماز: حدیث مذکور میں آپ ﷺ نے تیسری چیز نماز کو بیان فرمایا، نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک بہترین روحانی رابطہ پیدا کرتی ہے اور اس رابطہ سے روح انسانی کو حقیقی سکون و مسرت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ اس حقیقت سے کس کو انکار ہے کہ دنیا میں ہر شاہ و گد امر و دوزن کو راحت و مسرت اور قلبی سکون کی طلب و خواہش ہے اور اس قلبی اطمینان و سکون کا واحد ذریعہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد: ۲۸)

سنو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

اور نمازی اس ذکر الہی کی بہترین شکل ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي

نماز پڑھو میری یاد کے واسطے۔

اور جب ایک مسلمان عورت نماز کا اہتمام کرتی ہے تو قدرت کی طرف سے اس کے لئے شوہر اور اولاد بھی سکون و اطمینان اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنتے ہیں ورنہ نمازیں ضائع کرنے والی عورت کم از کم قلبی سکون سے تو محروم ہوتی ہے۔

قرآن و حدیث میں نماز نہ پڑھنے والوں پر شدید وعید اور عذاب کا بیان ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتْلُوا فَعْلَانِ

(الاعراف: ۵۰)

ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے پروا ہیں۔

یعنی بے نگرانی میں بھی پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے یا وقت سے ٹال کر پڑھتے ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق آنحضرت ﷺ سے پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو وقت سے ٹال کر نماز پڑھتے ہیں، ان کے لئے جہنم کا دراب ہے، جہنم میں ایک دراب ہے۔

(المکاشفۃ للہدیس، ص ۱۷۰)

اے خواتین اسلام! اس سے اندازہ لگاؤ کہ نمازیں ضائع کرنا کس قدر شدید گناہ ہے حالانکہ تم معمولی گناہ سے بھی نمازیں ضائع کر دیتی ہو بچہ روئے تو ضائع۔ لیکن کی مصروفیات بڑھ جائیں تو نماز ضائع، اور شادی بیاہ میں تو نماز کا خیال ہی نہیں آتا۔ حالانکہ بے ہوشی اور ناپائی کے علاوہ کسی بھی حالت میں عورت کو نماز معاف نہیں ہے نہ قضا کرنے کی گنجائش ہے، خفی کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت کا بچہ ہو رہا ہو تو اگر بچہ کا سر باہر آ گیا ہے، اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہے اس حالت میں بھی عورت پر یہ لازم ہے کہ نماز پڑھے وضو نہیں کر سکتی تو تیمم کرے، رُکوع سجدہ نہ کر سکتی ہو تو اونچی جگہ بیٹھ جائے، ہنسی کوئی چیز نیچے رکھ دے جس میں بچہ کا سر محفوظ ہو جائے اور پیٹھے پیٹھے اشارہ سے نماز پڑھے قضا نہ کرے۔ (نفع النفس والسنن)

اے خواتین اسلام! رسول کریم ﷺ نے تمہیں کس قدر محبت و عظمت بخشی لیکن کیا تم بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین و شریعت کے ساتھ محبت رکھتی ہو؟ غور کرنے کا مقام ہے۔

چند بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ میلان

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: من کان له امرأتان یعمیل لاحدهما علی الاخری، جاء یوم القیامۃ احد شقیہ

عائل (ابو داؤد، النکاح، باب القسم بین النساء، ج ۱ ص ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے نکاح میں دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں میں سے کسی ایک بیوی کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ جھکا ہوا ہوگا۔

عن عائشۃ قالت: کان رسول اللہ ﷺ یقسم بین نسائه، فیعدل ثم یقول: اللہم هذا فعلی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک قال ابو عبد الرحمن: ارسلہ حماد بن زید (سنن ابی داؤد، ج ۱

ص ۲۹۷، باب القسم بین النساء)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں باری مقرر فرمانے میں برابری اور عدل کا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور ساتھ ہی بارگاہ الہی جل شانہ میں عرض کیا کرتے تھے: اے اللہ! یہ میری منصفانہ تقسیم اور مساوات اس چیز میں ہے جو میرے اختیار میں ہے اس لئے جو چیز آپ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں یعنی قلبی میلان و رجحان اس میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیے۔

خوشگوار و پائیدار ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ تمام قسم کے ازدواجی حقوق میں عورتوں سے کسی قسم کی کوئی حق تلفی نہ کی جائے اسی لئے قرآن کریم میں سورۃ

النساء کی آیت (۱۲۹) میں ایک سے زائد (چار تک) بیویوں میں عدل و برابری کو شوہر کے ذمہ فرض قرار دیا گیا اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے بیویوں میں عدل و برابری کو نہایت تاکید و حکم قرار دیا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر سخت وعید سنائی، آپ ﷺ نے بیویوں کے حقوق میں برابری قائم نہ رکھنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۷۸)

البتہ مساوات و برابری ان امور میں ضروری ہے جو انسانی اختیار میں ہیں مثلاً تان نقدہ جائے رہائش اور شب پاشی وغیرہ میں برابری رہے وہ امور جو انسانی اختیار میں نہیں مثلاً محبت و قلبی میلان تو اس میں کوئی مواخذہ نہ ہوگا بشرطیکہ اس قلبی میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے، قرآن کریم کی اس آیت کریمہ:

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَنْزِلُوهَا كَالْمُعْلَقَةِ

تم ہرگز نہیں رکھ سکو گے عورتوں کو (قلبی میلان میں) اگرچہ تم اس کی حرص کرو، سو بالکل ہی پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو جیسے ادھر میں لٹکتی۔ (معارف القرآن، ج ۲، ص ۵۵۸)

میں اسی کا بیان ہے کہ قلبی میلان میں تم برابری نہیں رکھ سکو گے لیکن ایسا بھی نہ کرو کہ اس قلبی میلان کی وجہ سے اختیاری معاملات میں اسی ایک بیوی کو ترجیح دینے لگو کہ جس سے بیچاری دوسری لٹکتی ہی رہ جائے اگر ایک سے زائد بیویوں کے درمیان اختیاری معاملات میں عدل و برابری قائم نہ رکھ سکو تو صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم ہے:

فَإِنْ حَفِظْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَلَا حِزَّةَ (النساء: ۳)

آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان اختیاری معاملات میں پوری مساوات قائم فرمائی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان اوپر کی حدیث

میں گزرا، لیکن اس کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے:

اللهم هذا قسمی فیما املک

یعنی چند بیویوں کی صورت میں کسی ایک کی طرف خصوصی میلان قلب اور محبت ہونا ایک غیر اختیاری فعل ہے جس میں برابری کرنا انسان کے بس میں نہیں، پس اے اللہ! ایسے غیر اختیاری معاملہ میں ہمارا مواخذہ نہ فرما، کیونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی تمام بیویوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت تھی جیسا کہ اگلی حدیث میں اسی کا بیان ہے:

ان عائشة قالت: ارسل ازواج النبی ﷺ فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ فاستأذن علیہ، و هو مضطجع معی فی مرطی، فأذن لہا، فقالت: یا رسول اللہ ان ازواجک ارسلنی الیک، یأئیک العدل فی ابنة ابی قحافة، و أنا ساکتہ، فقال لہا رسول اللہ ﷺ ای بنية، ألسنت تحبین ما احب؟ قالت: بلی، قال: فاحبی هذه فقامت فاطمة حین سمعت ذلک من رسول اللہ ﷺ فرجعت الی ازواج النبی ﷺ فاخبرتهن بالذی قالت، و الذی قال لہا، فقلن لہا: ما نراک اغیبت عنا من شیء، فارجمی الی رسول اللہ ﷺ فقولی لہ: ان ازواجک ینشدنک العدل فی ابنة ابی قحافة، قال فاطمة: لا واللہ لا اکلمہ فیہا ابدا، قالت عائشة: فارسل ازواج النبی ﷺ زینب بنت جحش الی رسول اللہ ﷺ و هی التی کانت تسامینی من ازواج النبی ﷺ فی المنزلة عند رسول اللہ ﷺ و لم ار امرأة قط

حیرا فی الدین من زینب و اتقی اللہ و اصدق حدیثاً و
 اوصل للرحم، و اعظم صدقة، و اشد ابتداءً لنفسها
 فی العمل الذی تصدق به، و تقرب به الی اللہ عز
 وجل ما عدا اسرورة من حد كانت فیہا تسرع فیہا
 الفیئة، فاستاذنت علی رسول اللہ ﷺ و رسول اللہ
 ﷺ مع عائشة مرطیہا، علی الحال الیی كانت دخلت
 فاطمة علیہا، فاذن لہا رسول اللہ ﷺ فقالت: یا
 رسول اللہ! ان ازواجک اوسلنی الیک، یما لک
 العدل فی ابنة ابی قحافة، و رفعت بی فاستطانت، و
 اما ارقب رسول اللہ ﷺ و ارقب طرفہ، هل یاذن لی
 فیہا، فلم تبوح زینب حتی عرفت ان رسول اللہ ﷺ
 لا یکرہ ان انتصر، فلما وقعت بہا، لم انتشیہا حتی
 انحیت، فقال رسول اللہ ﷺ: انتہا ابنة ابی بکر
 (بخاری، الہیة، سلسلہ، فضائل الصحابة، ج ۲ ص ۲۸۵-۲۸۶ ایچ ایم
 سعید کمپنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ امہات المؤمنین نے
 جناب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے
 پاس بھیجا، سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا نے یاریالی (حاضر ہونے)
 کی اجازت طلب کی، سرکارِ دو عالم ﷺ اس وقت میری چادر
 اوڑھے پیرے پاس ہی لیٹے تھے، جناب سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا
 کو آپ ﷺ نے اجازت دی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے
 عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیویوں نے مجھے خدمتِ عالی میں

بھیجا ہے وہ چاہتی ہیں کہ آپ ابو قافہ کی بیٹی (یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ (دلی محبت میں) سب سے برابری کیجئے (حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) میں خاموش (سن رہی) تھی، حضور ﷺ نے فرمایا بیٹی کیا جس کو میں چاہتا ہوں تجھے اس کی چاہت (و محبت) نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے (یعنی حضرت صدیقہ سے) محبت کر، حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا تو اٹھ کر چلی گئیں اور واپس جا کر امہات المؤمنین کے سامنے وہ سوال و جواب ظاہر کر دیئے جو رسول اللہ ﷺ سے ہوئے تھے، امہات المؤمنین نے کہا ہمارے خیال میں آپ نے ہمارا کوئی کام نہیں کیا، آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ عرض کیجئے کہ بیویاں آپ کو قسم دے کر (محبت میں) برابری اور مساوات کرانے کی خواستگار ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں اب خدا کی قسم اس (یعنی عائشہ) کے معاملے میں میں کبھی حضور ﷺ سے بات نہیں کروں گی، بالآخر امہات المؤمنین نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کی نظر میں زینب ہی میری ہم پلہ تھیں، میں نے کوئی عورت کبھی زینب سے زیادہ دیندار، خدا ترس، راست گو، کتبہ پرور، کار خیر اور قرب الہی کے کام میں تن من دھن سے زیادہ مشغول ہو جانے والی نہیں دیکھی، صرف ان میں حدت طبعی کی وجہ سے کچھ تیز مزاجی تھی مگر وہ تیز مزاجی فوراً ہی جاتی بھی رہتی تھی، غرض زینب رضی اللہ عنہا نے خدمت گرامی ﷺ میں

باریائی کی اجازت طلب کی، رسول اللہ ﷺ میرے پاس میری چادر اوڑھے اسی حالت میں لیٹے تھے جس حالت پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کے وقت تھے، حضور ﷺ نے اجازت دے دی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے بچوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ چاہتی ہیں کہ آپ ابو قحافہ کی بیٹی کے ساتھ (محبت میں) ان (بیویوں) کی جگہ براہری کریں، یہ کہنے کے بعد زینب رضی اللہ عنہا مجھ پر ہل پڑیں اور غصہ کرنے لگیں، میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی فکر کی منتظر تھی تاکہ آپ ﷺ مجھے زینب رضی اللہ عنہا کو جواب دینے کی اجازت دے دیں، بالآخر میں نے دیکھا کہ زینب رضی اللہ عنہا کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا اور میرا انتقامی کارروائی کرنا حضور ﷺ کو بھی ناگوار نہ ہو گا تو میں میں بھی ان پر برس پڑی پھر تو میں نے ان کو (کچھ کہنے کی) مہلت ہی نہ دی اور ان کو لا چادر دیا (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا آخر یہ بھی ابو بکر کی بیٹی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور یہ تمام صحابہ کو معلوم تھا چنانچہ لوگ قصداً پرے اور غفے اس روز بیٹھے تھے جس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی باری ہوتی۔ (بخاری، فضل عائشہ) اور ازواج مطہرات کو یہ سخت ناگوار تھا لیکن کہنے کی ہمت کوئی نہیں کرتا تھا آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی سفارش کے لئے آمادہ کیا وہ پیام لے کر خدمت اقدس ﷺ میں آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: لخت جگر جس کو میں چاہوں اس کو تم نہیں چاہو گی، سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لئے اتنا ہی کافی تھا چنانچہ وہ واپس چلی آئیں جیسا کہ حدیث بالا میں تفصیل سے درج کی ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت حسن و جمال کی بنا پر تھی حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، ازواج مطہرات میں حضرت زینب، حضرت صفیہ، حضرت جویریہ بھی حسین تھیں جیسا کہ ان کے محاسن ظاہری کی تعریف احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں بکثرت موجود ہے لیکن حسن و جمال کی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ایک دو موقع کے سوا ایک حرف بھی مذکور نہیں، اس لئے اصل بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہاد فکر اور حفظ احکام جسے فضائل و کمالات میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں، اس بناء پر آنحضرت ﷺ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

كَمَلُ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمَلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرُ مَرْيَمَ
بِنْتِ عِمْرَانَ وَآسِيَةَ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَآنَ فَضْلٍ عَائِشَةَ
عَلَى النِّسَاءِ كَفَضَلَ الشَّرِيدَ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ

(بخاری، ص ۳۲، مسلم، ج ۲، ص ۱۲۰)

مردوں میں تو بہت کامل گزرے لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔

حدیث مذکور سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس محبت اور قدر و منزلت کی وجہ کوئی ظاہری حسن و جمال نہیں بلکہ وہ ظاہری و باطنی کمالات ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھے، اسی خاص تعلق و محبت کی وجہ سے مرض الموت میں بھی آپ ﷺ بار بار دریافت فرماتے تھے کہ آج کون سا دن ہے لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے۔ (بخاری، ص ۱۸۶، ما جلاء فی قبر النبی ﷺ)

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیگر ازواج مطہرات سے اس کے لئے اجازت لی اور پھر آپ ﷺ کو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں لے گئے اور آپ ﷺ توافقات و ہیں مقیم رہے اور وہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے ہوئے

وفات پائی۔ (بخاری، باب موضح القلبی، ص ۶۱۰)

اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی غایت درجہ کی محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس کے علاوہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت سی ایسی امتیازی خصوصیات حاصل تھیں جن میں امت میں ان کو کوئی سہم و شریک نہیں، چنانچہ وہ خود فرماتی تھیں:

- ۱۔ فرشتہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری تصویر لے کر حاضر ہوا۔
- ۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا جب میں چھ برس کی ہوئی۔
- ۳۔ میں نو برس کی عمر میں آپ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئی۔
- ۴۔ کنواری خواتین میں مجھ سے شادی ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔
- ۵۔ رسالت مآب ﷺ جب میرے ساتھ استراحت فرماتے تو میرے لحاف میں وحی آتی تھی۔
- ۶۔ میں خواتین اور ازواجِ مطہرات میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھی۔
- ۷۔ میری وجہ سے امت کو تحیم کی رخصت ملی۔
- ۸۔ جبریل امین کو میں نے دیکھا۔
- ۹۔ میری پاکدامنی و برأت میں قرآنی آیات اتریں۔

(مسند ذک حاکم، ج ۱، ص ۱۰)

- ۱۰۔ مجھے اپنی باری میں دو دن ملے تھے اس لئے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن بھی مجھے دے دیا۔
- ۱۱۔ رسالت مآب ﷺ نے انتقال کے وقت مسواک کرنا چاہی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسے چبا کر نرم کر کے سرور کائنات ﷺ کے دہن مبارک میں رکھا اس طرح رحلت فرماتے وقت آپ ﷺ کے لعاب دہن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لعاب دہن یکجا ہوا۔ (البدایہ و النہایہ، ج ۸، ص ۹۶)
- ۱۲۔ رسالت مآب ﷺ کی وفات بھی میری باری کے دن میں ہوئی تھی۔

۱۳۔ میرے ہی حجرہ میں آنحضور ﷺ کی تدفین ہوئی۔

۱۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر رسالت مآب ﷺ کی وفات کے دن

فرشتوں سے معمور تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ذہبی، ص ۱۴۲)

الغرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ان بے شمار اور گونا گوں فضل و کمالات کی بناء پر دیگر ازواج مطہرات پر فوقیت رکھتی تھیں، وہ محرم اسرار نبوت تھیں، فقیہ مجتہدہ تھیں، اسرار شریعت اور مصالح دین جو نہایت دقیق علم ہے اس پر بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دستگاہ حاصل تھی، خطیبانہ و ناسخانہ بلاغت و فصاحت میں مشہور تھیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

والله ما رأيت خطيبا قط ابلغ ولا افصح ولا افطن من

عائشة (مجمع الزوائد، ہیثمی، ج ۹ ص ۲۴۳)

بخدا میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاصرین میں

ان سے زیادہ ذہین و فطین خطیب نہیں دیکھا۔

چنانچہ جلیل القدر مجتہدین صحابہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مسائل کی تحقیق کے لئے حاضر ہوتے تھے، امام زہری تابعی کا بیان ہے:

كانت عائشة اعلم الناس يستلها الاكابر من اصحاب

رسول الله ﷺ (طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک چوتھائی حصہ احکام اسلام مروی ہیں۔

(فتح الباری، ج ۲ ص ۴۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کل مسندات (احادیث مرفوعہ) دو ہزار دو سو

دس (۲۲۱۰) مروی ہیں، جن میں بیشتر بخاری و مسلم میں بھی مذکور ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۳ ص ۴۳۷)

آنحضرت ﷺ سے عمرو بن العاص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کو سب

سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: عائشہ سے، پوچھا مردوں میں؟ فرمایا ان کے

والد حضرت صدیق اکبر سے۔ (سیر اعلام النبلاء، ذہبی، ج ۳ ص ۴۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان خارجی و باطنی کمالات کی بناء پر آپ ﷺ ان کو بہت چاہتے تھے، اسی لئے آپ ﷺ نے ان کے خلاف ہر قسم کی سفارتی سرگرمی کو یوں کبھ کر روک دیا:

لا تؤذینی فی عائشہ

یعنی عائشہ کے معاملے میں مجھے کوئی تکلیف نہ دو۔

جیسا کہ حدیث میں آپ نے پڑھا: *رضی اللہ عنہا وعن ابن جریج*۔

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ، عن النبی ﷺ قال:

فضل عائشہ علی النساء، كفضل الثريد علی سائر

الطعام (نسائی، عشرة النساء، ج ۲ ص ۹۶، مسلم، ج ۶

ص ۴۸۵، بیچ ایم، صفحہ کمپی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آنحضرت

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت و برتری دوسری تمام

عورتوں پر اسی طرح ہے جیسے تریڈ کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

(تریڈ اہل عرب کا مرغوب کھانا ہے جو روٹی گوشت اور شوربے کو

ملا کر بنایا جاتا ہے)

عن عائشہ قالت: قال رسول اللہ ﷺ یا ام سلمة لا

تؤذینی فی عائشہ فانہ واللہ ما اتانی النوحی فی لحاف

امراء منک الا ہی (نسائی، عشرة النساء، باب حب الرجل

لبعض نسائه، ج ۶ ص ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے

فرمایا: اے ام سلمہ مجھے عائشہ کے معاملے میں ایذا (تکلیف)

نہ دو کیونکہ واللہ مجھ پر موائے عائشہ کے تم میں سے اور کسی کے

لحاف میں ہوتے ہوئے وحی نازل نہیں ہوئی۔

عن ام سلمة ان نساء النبی ﷺ کلمنها ان تکلم النبی ﷺ ان الناس كانوا يتحرون بهداياهم يوم عائشة، و تقول له: انا تحب الخير، كما تحب عائشة فکلمته فلم يجبها، فلما دار عليها کلمته، ايضاً فلم يجبها و قلن: ما رد عليك؟ قالت: لم يجبنى، قلن: لا تدعيه حتى يرد عليك، او تنظرين ما يقول، فلما دار عليها الثالثة کلمته، فقال: لا تؤذي في عائشة فانه لم ينزل على الوحى، و انا في لحاف امرأة منكن، الا في لحاف عائشة (نسائي، ج ۲ ص ۹۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ازواج مطہرات نے مجھے کہا کہ حضور ﷺ سے جا کر عرض کروں کہ لوگ ہدیہ بھیجنے کے واسطے عائشہ کے دن کا انتظار کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی مال کی خواہش رکھتی ہیں جیسا کہ عائشہ خواہش رکھتی ہے (اس لئے آپ ﷺ لوگوں کو حکم کریں کہ میں جہاں بھی ہوا کروں ہدیہ بھیج دیا کریں عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں) چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اس معاملہ میں (بڑی متانت و سنجیدگی کے ساتھ) گفتگو کی لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، ازواج مطہرات نے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) پوچھا کہ حضور ﷺ نے آپ کو کیا جواب دیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کوئی جواب نہیں دیا، ازواج مطہرات نے کہا حضور ﷺ جب تک کوئی جواب نہ دیں پیچھا نہ چھوڑنا، چنانچہ جب آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو تیسری

بار انہوں نے پھر تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ مجھ پر سوائے عائشہ کے اور کسی کے لحاف میں ہوتے ہوئے وحی نازل نہیں ہوتی۔

آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی اس لئے لوگ انہی کی باری میں ہدیے تحفے بھیجنے کا اہتمام فرماتے تھے اس سے مقصود حضور ﷺ کو خوش کرنا ہوتا تھا، بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے ایک میں عائشہ، حفصہ، صفیہ، سودہ رضی اللہ عنہن تھیں، دوسرے میں ام سلمہ اور باقی ازواج رضی اللہ عنہن تھیں، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت نے حضور کی خدمت میں ام سلمہ ہی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حضور ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بات کریں، آپ ﷺ نے ام سلمہ کو جواب دیا کہ عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دیں جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہدیہ قبول کرنا اور دینا سنت ہے حضور ﷺ کو لوگوں کے ہدایہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی عطایت فرماتے۔ (بخاری، ج ۱ ص ۲۰۲) آپ ﷺ نے: مت کو بھی تعلیم فرمائی کہ ہدیہ لیا دیا کرو یہ محبت کو بڑھاتا ہے اور بیٹہ کے کہنے کو دور کرتا ہے۔ (جامع صغیر، ص ۱۰۲)

جو کوئی ہدیہ دے اگر شرعی عذر نہ ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہئے کیونکہ ہدیہ اللہ کا رزق ہے اس کو قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول کرتا ہے اور رد کرنے والا اللہ تعالیٰ کا رزق رد کرتا ہے۔ (کنز العمال، ج ۶ ص ۱۱۶)

آپ ﷺ نے عورتوں کو بھی بطور خاص حکم فرمایا کہ آپس میں ہدیہ دیا لیا کرو اگرچہ بھری کا ایک کھرہ ہی کیوں نہ ہو یہ محبت بڑھاتا ہے کیونکہ دور در کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۱۱۶)

لیکن عورتوں کو چاہئے کہ اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر صدقہ یا ہدیہ ان کے مال میں سے نہ کیا کریں ورنہ ثواب کے بجائے الزامناہ ہوگا، حضرت کعب بن

رسول اکرم ﷺ کی زندگی زندگی

• لنگ کی بڑی خیرہ نے اپنے زیورہ لاکر رسول اللہ ﷺ کو صدقہ کے لئے دے دیے۔
 آپ ﷺ نے پوچھا کعب نے اجازت دی دعوت نے کہا ہاں، پھر کعب نے پاس
 آدھی بھیج کر معلوم کیا، جب تصدیق ہوئی تو قبول فرمایا۔ (ابن ماجہ، ص ۱۰۰)
 تمہیں ہدیہ میں دیکھنا پوچھنا ہے؟ حرام یا مشتبہ مال کا تو نہیں ورنہ تمہارا قبول نہ کرتے،
 حدیث میں ہے کہ فرض ہے کہ وہ کوئی ہدیہ دے تو اس نہ کرو۔ (مشکوٰۃ، ص ۱۰۰)

کیونکہ یہ سود ہے جو کہ حرام ہے بقول مطلق قاری رحمۃ اللہ علیہ ہدیہ قبول
 کرنا (جو فرض ہے کی بنا پر) حرام ہے حدیث میں ہے کہ امیر یا قاضی کا (یا کسی
 اپنے منصب والے کا) ہدیہ قبول کرنا رشوت ہے جو حرام ہے اہل اُرعوس کا ہدیہ
 تو قبول کرنا سنت ہے، مضر اور دودھ وغیرہ کا ہدیہ واپس نہیں کرنا چاہئے، اے نواسہ
 آپس میں ہدیہ دیا کرو جیسے کہ ازواج مطہرات آپس میں ہدیہ دینا کرتی تھیں۔

عن عائشة قالت: اوحى الى النبي ﷺ و اصابه،
 فقلت: فاجفت الباب يسى و بينه فلما رفته عنه، قال
 لى: يا عائشة ان جبريل يفرئك السلام

(سابقہ باب عشرۃ الملاح، ص ۱۰۰)
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ
 ﷺ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی وقت آپ ﷺ پر وحی آ گئی
 ہونے لگی تو میں اٹھی اور دروازہ کی آڑ میں ہو گئی، جب آپ
 ﷺ کو خدمت دہی سے آرام ہوا (یعنی وحی کا سلسلہ متوقف ہو
 گیا) تو مجھ سے فرماتے کہ اے عائشہ! یہ جبریل آپ کو سلام
 کہہ رہے ہیں۔

عن عائشة: اوحى الى النبي ﷺ قال لها: ان جبريل يفرئك
 عليك السلام فقلت: و عليه السلام و رحمة الله و

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ جبریل آپ کو سلام کہہ رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جواب میں ”وعلیہ السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ کہہ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ (یعنی آپ فرشتوں کو بالمشافہ دیکھتے ہیں ہم نہیں دیکھ سکتے)۔

غیرت کا بیان

قال انس كان النبي ﷺ عند احدى لمعات المؤمنين فارسلت اخرى بقصعة ليها طعام، فضربت يد الرسول، فسقطت القصعة فانكسرت فاحل النبي ﷺ الكسرتين، فضم احدهما الى الاخرى، لجعل يجمع الطعام و يقول: غارت امكم! كلوا فاكلوا فامر حتى جاءت بقصعتها النبي ﷺ في بيتهما، فدفع القصعة الصحيحة الى الرسول و ترك المكسورة في بيت النبي ﷺ كسرتها (ابو داؤد، كتاب البيوع، نسائي، ج ٢ ص ٩٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی اتر واج مطہرات میں سے کسی پیوی (یعنی حضرت عائشہ ثانیہؓ) کے پاس تھے (حضرت عائشہ کی باری میں) ان کی کسی دوسری سوکن (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے اپنی باندی کے ہاتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کچھ کھانا دیا یہ بھیجا (حضرت عائشہ کو) بقصعائے بشریت غیرت آئی ہوگی کہ میرے گھر میں اور

میری باری میں دوسری بیوی نے کھانا کیوں بھیجا؟ اس لئے) انہوں نے ہدیہ لانے والی باندی کے ہاتھ پر دے مارا، پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور جو کچھ پیالے میں تھا وہ بھی گر گیا، آنحضرت ﷺ نے پیالہ لے کر دونوں ٹکڑوں کو اٹھا کر ایک دوسرے سے ملایا اور گرا ہوا کھانا اس میں جمع کرنے لگے اور پھر فرمایا کہ تمہاری ماں (یعنی عائشہ) کو غیرت آگئی، تم لوگ کھاؤ، چنانچہ سب نے کھایا، پھر آپ ﷺ نے پیالہ کا تاوان دینے کا حکم دیا تو گھر میں جو (صحیح) پیالہ تھا وہ لا کر باندی کو دیا گیا اور ٹوٹا ہوا اپنے گھر میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) رکھا۔

فائدہ: کسی کی چیز ضائع ہو جائے اور وہ اس کے مثل برتن کا مطالبہ کرے تو ضائع شدہ چیز کے مثل اگر بازار میں مل سکتی ہے تو وہی چیز خرید کر دینا لازم ہے، اور اس کے مثل اگر نہ مل سکے تو ضائع شدہ چیز کی بازاری قیمت دینا لازم ہے، آج کل ہر نوع کے برتن یکساں مشینوں سے بننے کی بنا پر برتن کے بدلے برتن دینا درست ہے۔ غیرت: کے معنی حمیت، رشک کرنا، اپنی کسی مخصوص چیز میں غیر کی شرکت سے طبیعت میں غصے اور بیجانی کیفیت پیدا ہونا۔ (عمدة القاری، ج ۱: ص ۱۹۵)

پس غیرت کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی اس بات کو ناپسند کرے اور اس پر ناراض ہو کہ کوئی اس کی ملکیت میں تصرف کرے۔ (مظاہر حق، ج ۳ ص ۱۱۸)

جس کا زیادہ ظہور میاں بیوی کے مابین ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص غیر کی بیوی کی طرف غلط نظر سے دیکھے یا شوہر کسی غیر مرد کے ساتھ بیوی کے آزادانہ فہمی مذاق کرتے دیکھے یا شوہر کسی غیر مرد کے ساتھ بیوی کے آزادانہ فہمی مذاق کرتے دیکھے تو شوہر کو اس پر سخت غیرت یعنی غصہ آتا ہے۔ (مظاہر حق، ج ۳ ص ۱۱۸)

یہ بندوں کے حق میں غیرت کے معنی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اللہ اس شخص پر غصہ کرے جو گناہ کا مرتکب ہو، چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

رسول اکرم ﷺ کی ازواجِ زہد کی

نے جب ہمارے گھر میں کسی غیر مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں تو ہماری دانتوں سے اس کا خاتمہ کروں اور حضور ﷺ کو سعد رضی اللہ عنہ کی یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تمہیں سعد کی غیرت پر کیوں تعجب ہے؟ خدا کی قسم! میں یقیناً ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت ہی کی وجہ سے تمام کائنات کو حرام کیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

و من غیرہ حرم الفواحش

نیک اور حدیث میں ہے کہ:

غیرۃ اللہ ان لا یأثمی المؤمن ما حرم اللہ علیہ

(مسند ج ۱ ص ۱۶۰)

اللہ تعالیٰ غیرت مند ہیں اور اللہ کی غیرت کا اللہ صابہ کے مسلمان وہ کام نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض غیرت اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور بعض غیرت اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اللہ تعالیٰ کو جو غیرت پسند ہے وہ شک و شبہ کی جگہ پیدا ہونے والی غیرت ہے مثلاً اپنی بیوی غیر مردوں کے سامنے آتی ہو یا ان سے کسی مذاق کرتی ہو اس پر تو شوہر کو جو غیرت محسوس ہو اس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور جس غیرت کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں وہ غیرت ہے جو کھلم کھلا شک و شبہ کے بغیر ہی پیدا ہو مثلاً بلا وجہ کسی خاوند کے دل میں بیوی کے پال بطن و کردار کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو اس پر شوہر کو غیرت محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت ناپسند فرماتے ہیں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مظاہر، ج ۳ ص ۲۶۱)

اسی طرح مسکونوں کو بھی ایک دوسرے پر غیرت آتی ہے بلکہ عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مروی روایت ہے:

بن اللہ کتب الغیرۃ علی النساء فمن صبر منہن کان ثواباً

شیخ (فتح الباری، ج ۱ ص ۵۰۸، مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۵۸۸)

اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر غیرت لکھ دی ہے پس جو عورت صبر سے کام لے اس کے لئے شہید کے برابر ثواب ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:
الغيرة من الايمان والمذءة من النفاق قلت ما المذء
قال الذى لا يغار (مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۶۰۰)
غیرت ایمانی کا تقاضا ہے اور مذء نفاق میں سے ہے میں
نے پوچھا مذء کیا ہے فرمایا بے غیرتی۔

غیرت سے متعلق دیگر احادیث کا بیان

عن ام سلمة رضى الله عنها اتت بطعام فى صحيفة لها
الى النبى ﷺ واصحابه فجاءت عائشة منتزعة
بكساء ومعها فہر ففلقت به الصحيفة فجمع النبى
ﷺ بين فلقنبى الصحيفة، ويقول: كلوا غارت امكم!
موتیں تم اخذ رسول اللہ ﷺ صحفہ فبعث بها الى ام
سلمة و اعطى صحفہ ام سلمة لعائشة (نسائی، کتاب
عشرة النساء، باب الغيرة، ج ۲ ص ۹۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ اپنے ایک پیالہ
میں کھانا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں،
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ بھی موجود تھے، اتنے میں حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا چادر اوڑھے ہوئے آئیں ان کے ہاتھ میں
ایک پتھر تھا جس سے انہوں نے پیالہ توڑ دیا، آپ ﷺ نے
ٹکڑوں کو یکجا کیا اور فرمایا: کھاؤ ”تمہاری ماں کو غیرت آگئی“ دو
مرتبہ یہی فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کا بیارہ۔ نے تمام صلہ رشتی اندھ عنیا کے ہاں بھیج دیا اور ان کا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

عن عائشة قالت: ما رأيت صانعة طعام مثل صفيية، أهدت إلى النبي ﷺ أنا، فيه طعام فهدا ملكك نفسي ان كسره فسانت النبي عن كفارته؟ فقال: انا كنانا و طعام كطعام (امو داؤد، کتاب الاحارہ، باب فین انفس نبیاً مفرد معنی، ج ۹ ص ۱۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے صفیہ سے بہتر کھانا بننے والا نہیں دیکھا، انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں برتن میں کچھ کھانا پڑیہ بھیجا جو مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے برتن پر ہاتھ دے مارا تو برتن گر کر ٹوٹ گیا، میں نے حضور ﷺ سے اس کے کٹارے کے متعلق پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: برتن کے مانند (تاوان میں) برتن اور کھانے کی مانند کھانا۔

سمعت عائشة رضي الله عنها تزعم ان النبي ﷺ كان يمسك عند زينب بنت جحش فيشرب عندها عسلا فتواصبت أنا و حفصة ان ابنا دخل عليها النبي ﷺ فاستقبل: اني اجد منك ريح مغافير، اكلت مغافير؟ فدخل علي احداهما فقالت ذلك له فقال لا بل شربت عسلا عند زينب بنت جحش و ان اعود له، فنزلت يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك تبغى مروضات ازواجك ان تتوبا الى الله، فعائشة و حفصة و اذا اسر النبي اتي بعض ازواجه حديثاً لقوله: بل

شریت عملاً (مفاویہ، کتاب التفسیر، ج ۲ ص ۶۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت زہرا بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس (حضر کے بعد یکمیر دیر تک) ٹھہرتے تھے اور وہاں شہد کا شربت پیتے تھے۔ ایک روز میں نے درخص سے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو وہ کہہ دے کہ آپ نے منافق کو نہ کھایا ہے، منافق کی رو آپ ﷺ کے منہ سے آرہی ہے، چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے تو اس نے یہی بات کہہ دی، حضور ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے تو زہرا کے پاس شہد کا شربت پیا ہے اب میں آئندہ ہرگز دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اس پر آیت کریمہ پڑھا

ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الی قولہ ان نقول الی اللہ، میرے اور خص کے متعلق نازل ہوئی اور اذ اسر النبی الی بعض از واجہ حدیث حضور ﷺ کے اس قول کے متعلق نازل ہوئی کہ میں نے شہد کا شربت پیا تھا۔

عن انس رضی اللہ عنہ: ان رسول اللہ ﷺ کان لہ اعة یطأھا فلم یزل بہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما حتی حرمہما علی نفسہ فانزل اللہ تعالیٰ: یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الی آخر الایۃ (نسائی، ج ۲ ص ۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک باندی تھی جس سے آپ ﷺ سمجھ گیا کرتے تھے، حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں آپ ﷺ کے پیچھے لگی رہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس سے اپنے اور حرام کیا اور یہ آیت

تاریخ ہوتی ہے ایسا ہی نبی تحریم ہا احل اللہ لک و لا یذکر
ان عائشہ رضی اللہ عنہا قالت: انمیت رسول اللہ
ﷺ لانی عیلمت بیدی لیبی شعرہ، فقال: فدا جاءک
شیطانک! فقلت: اما لک شیطان؟ قال: بلی، انک
اللہ تعالیٰ علیہ فاطمہ (نسائی، ج ۲ ص ۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کو (بستر پر) تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ کے زلفوں
پر پڑ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے پاس تیرا شیطان آگیا،
میں نے کہا کیا آپ کے پاس نہیں آیا یعنی آپ کے ساتھ نہیں
ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری
مدد فرمائی تو وہ میرا تابع ہو گیا۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہ قالت: لقدت رسول اللہ
ﷺ ذات لیلة فظننت انہ ذهب الی بعض سمانہ
فتحسبہ فاذا هو راكع او ساجد يقول: سبحانک و
بحمدک، لا اله الا انت فقلت: بابی و امی، انک
لفی شان و انی لفی آخر (مسند ج ۱ ص ۱۹۲، نسائی، باب
الغیبة، ج ۲ ص ۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے
رسول اللہ ﷺ کو (بستر پر) نہ پایا تو سمجھی کہ آپ ﷺ کسی
دوسری بیوی کے پاس گئے ہوں گے پھر (بستر پر ہاتھ سے ٹھون
تو) مجھے محسوس ہوا کہ آپ ﷺ رکوع یا سجدے میں ہیں اور یہ
دعا پڑھ رہے ہیں سبحانک و بحمدک لا اله الا انت

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ کسی اور شغل میں ہیں اور میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔

محمد بن قیس يقول سمعت عائشة رضي الله عنها تقول: الا احذنكم عن رسول الله ﷺ وعني؟ قلنا: بلى، قالت: لما كانت ليلتي انقلب فوضع نعليه عند رجليه ووضع رداءه و بسط طرف ازاره على فراشه، و لم يلبث الا ريثما ظن اني قد رقدت ثم اتعل رويدا و اخذ رداءه و رويدا، ثم فتح الباب رويدا فخرج و اجافه رويدا، فجعلت درعي في راسي و اختمرت و تقنعت ازارى، و انطلقت في اثره، حتى جاء البقيع فرفع يديه ثلاث مرات و اطال القيام ثم انحرف و انحرفت فاسرع فاسرعت فهورول فهورولت و احتضر و احضرت و سبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل، فقال: مالك يا عائشة رايبة قال سليمان: حسبته قال: حشيا؟ قلت لا شى قال لتخبريني او ليخبرني اللطيف الخبير قلت يا رسول الله فاخبرته الخير قال انت السواد الذي رايت امامي؟ قلت: نعم، قالت: فلهديني لهدية في صدري اوجعني قال: اظننت ان يحيف الله عليك و رسوله قالت: مهما يكتنم الناس فقد علمه الله قال: نعم فان جبريل اتاني حين رايت و لم يكن يدخل عليك و قد وضعت ثيابك فساداني و اخفى منك واجبه فاخفيه منك و

ظننت ان قد وفدت فکرت ان اوقظک و عشت
ان تسترح حشوی فامرنی ان اتبی اهل البیت
فاستغفر لهم (مسلم، کتاب الجنائز، ج ۶ ص ۳۲۱۳)

محمد بن قیس تابعی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا (روت کو قبرستان جانے کا) اور اپنا قصد بیان نہ کروں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں، فرمانے لگیں ایک مرتبہ جب ہری باری کی رات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے چادر اتار کر رکھی اور جوتاں اتار کر پاؤں کے پاس عیا رکھریں پھر تہجد کا ایک حصہ بستر پر بچھا کر لیٹ گئے اور اتنی دیر بیٹے رہے کہ حضور پاک ﷺ کے خیال میں میں سوئی اس کے بعد (انہی کو آپ ﷺ نے) آہستہ سے چادر لی جوتاں پہنیں، آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر گئے اور آہستہ سے بند کر دیا، میں بھی فوراً اوڑھنی سر پر اوڑھ کر اور شبند لپیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل دی، آنحضرت ﷺ بقیع قبرستان تشریف لے گئے جا کر وہاں کھڑے ہو گئے اور دیر تک کھڑے رہے تین بار (دعا کرنے کے لئے) دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اس کے بعد واپس ہو گئے میں بھی لوٹ آئی، حضور ﷺ تہجد پڑھنے لگے میں بھی لپک کر چلنے لگی، حضور ﷺ دوڑنے لگے میں بھی دوڑنے لگی، بالآخر رسول اللہ ﷺ سے پہلے میں (گھر کے) اندر آ گئی ابھی میں لیٹی ہی تھی کہ حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عائشہ کیا بات ہے تمہارا اسانس چڑھ رہا ہے اور سینہ پھولا ہوا ہے میں نے جواب دیا کچھ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیان

کرتی ہو تو کرو ورنہ خدا العلیف خبیر مجھے اظہار دے دے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان (ایسا ایسا واقعہ ہوا) میں نے پورا واقعہ بیان کر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا میرے آگے جو سایہ نظر آ رہا تھا وہ تم ہی تھیں، میں نے عرض کیا جی ہاں حضور ﷺ نے میرے سینے پر ایک رکا مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی اور ارشاد فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ خدا اور خدا کا رسول تمہاری حق تلفی کریں گے، میں نے کہا اس میں شبہ نہیں کہ جو بات آدمی چھپاتا ہے اس کو خدا جانتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جس وقت تم نے دیکھا تھا تو اسی وقت میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور مجھے آواز دی اور غم سے (اپنے آپ کو) انہوں نے مخفی رکھا تھا میں نے بھی اسی بات کو پسند کیا اور تمہارے سامنے نہ آتا ہی بہتر خیال کیا کیونکہ تم اس وقت کپڑے (پردے کی چادر) اتار رہے ہوئے تھیں اس لئے وہ اندر نہ آئے، میرا خیال ہوا تم سوچتی ہو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا یہ بھی اندیشہ تھا کہ تم ٹھہرا جاؤ گی، جبرئیل نے مجھ سے کہا خدا تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جا کر بیچ وادوں کے واسطے دعا مغفرت کریں۔ (چنانچہ قبرستان جا کر میں نے اہل قبور کے لئے دعا کی)

سمعت عائشة تحدث قالت: الا احدکم عنی و عن النبی ﷺ قلنا: بلی قالت: لما کانت لیلی النبی ھو عندی تعینی النبی ﷺ فو ضیع قلبہ علی رجبہ و وضع رداءہ و بسط طرف ازارہ علی فراشہ فلم یلبث الا وھما ظن انی قد رقدت ثم انتعل رویدا و اخذ رداءہ و رویدا ثم فتح الباب رویدا و خرج فاجافہ

رویدا فجعت درعی فی راسی و اختمرت و تفتت
ازاری و انطلقت فی اثره فجاء البقیع لرفع یدیه ثلاث
مرات و اطل البقیام ثم انحرف فاحرفت فاسرع
فاسرعت و هرول فهرولت فاحضر فاحضرت، و
مبغته فدخلت فلیس الا ان اضطجعت فدخل
مالک ید عائشة حشیا رابیه؟ قالت لا قال: تخبرنی
او لیخبرنی اللطیف الخیر، قلت یا رسول اللہ ما بی
انت و امی فاخبرته الحبر، قال: فانت السواد الودی
رايت امامی؟ قالت: نعم، فلهذه نبی فی صدري لهدی
ارجعتنی، ثم قال اضنت ان یحیف الله علیک و
رسوله قلت: مهما یکتب اناسی فقد علمه الله قال: نعم
فان جوینب تانی حین رايت و لم یکن یدخل علیک
و قد وضعت ثیابک فنادانی فدخلت منک فاجبتہ
فاخفت منک، و ظنت ان قد رقدت، و خشیت ان
تستر حشی، فامرنی ان آتی اهل البقیع فاستغفروا لهم،
قال ابو عبد الرحمن روائیة عاصم عن عبد الله بن عامر
ابن ربيعة عن عائشة علی غیر هذا اللفظ قالت: فلدته
من اللیل فجعته فلذا هو بالقیع قال: سلام علیکم دار
قوم مؤمنین، اسم لنا لوط، و انا لاحقون، اللهم لا
تحرمتنا احرامهم، و لا تفتنا بعدهم، قالت: ثم التفت الی
الحقائل و یحیی! لو تمسکطع ما فعلتہ (تسائی، کتب

اس روایت میں بھی سابق مضمون ہی ہے اتنا زیادہ ہے کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری باری کے رات کو ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ کو نہیں پایا میں آپ ﷺ کے پیچھے تلاش کے لئے نکلی تو آپ ﷺ کو بقیع قبرستان میں اہل قبور کے لئے دعا کرتے پایا: سلام علیکم دار قوم مؤمنین انتم لنا فرط و

انا لاحقون اللہم لا تحرمننا اجرہم ولا تفتننا بعدہم
عن عائشة قالت: ما غرت علی امراة، ما غرت علی خدیجة من کثرة ذکر رسول اللہ ﷺ لہا، قالت: و تزوجنی بعدہا بثلاث سنین (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب تزویج النبی خدیجة و فضلہا، ج ۱ ص ۵۳۸۔

صحیح مسلم، باب فضائل خدیجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ پر آیا وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کو بہت یاد کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے انتقال کے تین سال بعد آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔

فائدہ: ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بالا جماع آپ کی پہلی بیوی اور پہلی مسلمان خاتون ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش سے تھیں، والد کا نام خویلد اور والدہ کا نام فاطمہ تھا چونکہ خدیجہ زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج سے پاک تھیں، حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی مریم تھی اس لئے مریم کی طرح و طہر رک و اصطفاک علی نساء المؤمنین سے خاص حصہ ملا، اور ظاہر و مطہر نبی کی زوجیت میں آنے کا شرف ملا اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت ﷺ کی عمر پچیس سال تھی، انہی کے بطن سے آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن اور لڑکے قاسم اور عید اللہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں اس وقت تک آپ ﷺ دوسرا عقد نہیں کیا، اس بیوی میں ہجرت سے تین سال بیشتر مکہ میں انتقال ہوا، پچیس سال آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں اور پچیس سال کی عمر میں انتقال کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے لئے جردی و مسلم کی یہ روایت کافی ہے کہ ایک مرتبہ (جب آپ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور تھے) جبرئیل امین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا رسول اللہ! یہ خدیجہ آپ کے لئے کھانے آ رہی ہیں جب آپ کے پاس آئیں تو ان کے پروردگار کی طرف سے اور پھر میری طرف سے ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان کو بہت میں ایک محل کی بشارت دیجئے جو ایک ہی موتی کا بنا ہوا ہوگا اور اس محل میں کوئی شور و غل نہ ہوگا نہ کسی قسم کی مشقت و تکلیف ہوگی۔ (بخاری، ج ۱ ص ۵۳۸)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کسی کو سلام کہنا کر بھینا یہ وہ فضیلت و معیت ہے کہ جس میں حضرت خدیجہ کا کوئی شریک و ہم نوا نہیں۔

(ذاد المعاد، ج ۲ ص ۲۱)

علماء کا اتفاق ہے کہ اس وقت کی عورتوں میں سب سے افضل یہ تین عورتیں ہیں حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن۔

چنانچہ حضرت مریم علیہ السلام کے بعد خواتین عالم میں افضل ترین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

انھا سیدۃ نساء العالمین الا مریم

(فتح الباری، ج ۷ ص ۱۶۷)

مریم کے سوا دنیا جہاں کی عورتوں کی سردار نہ تھیں۔

نیز فرمایا مریم وفات کے دوران سرگوشی میں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

انت سیدۃ نساء اهل الجنة الا مریم فصاحت (ایضاً)

تو جنتی عورتوں کی بھی سردار ہے سوائے مریم بہت عمران کے، یہ

سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوشی سے مسکرائیں۔
 حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد افضل ترین
 خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:
 لقد فضلت خدیجة علی نساء امتی کما فضلت مریم
 علی نساء العلمین (فتح الباری، ج ۷ ص ۵۱۴)
 میری امت کی خواتین میں خدیجہ کا مقام و مرتبہ فضیلت وہی
 ہے جو مریم کا ہے تمام دنیا کی عورتوں پر۔
 حضرت خدیجہ کو بے شمار ایسے کمالات و خصوصیات بھی حاصل ہیں جو دوسروں
 کو نہیں ملتا:

- ۱۔ بالاتفاق عورتوں میں سب سے پہلی مسلمان خاتون ہیں۔
- ۲۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اپنی پاکیزگی کی بنا پر طاہرہ اور آپ کی پہلے شوہروں
 سے اولاد نہ ہو طاہرہ کے نام سے مشہور تھی۔
- ۳۔ آپ ﷺ کی حرمت نکاح میں آنے والی سب سے پہلی خاتون ہیں۔
- ۴۔ ان کے نکاح میں ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے کسی دوسری عورت سے شادی
 نہیں کی حتیٰ کہ بعد کے مدنی دور میں بھی آپ ﷺ کثرت سے ان کو یاد
 کرتے اور سب بیویوں کے سامنے ان کی خوب تعریف کرتے، اسی لئے
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر مجھے جو
 رشک اور فحیرت ہے وہ کسی اور پر نہیں۔ (مسند اعلام النبلاء، ج ۳ ص ۴۲۰)
- ۵۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد آپ ﷺ ۳۸ سال حیات
 رہے ان میں پچیس سال صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ
 گزارے جو تیس سال مکمل ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے وفات کے تین سال
 بعد ہی آپ نے شادی فرمائی۔

۶۔ آپ ﷺ کو بیشتر اراکھی لگے تھے۔ (ذریعہ منہج لبراری ج ۱)

ص ۱۶۷، مجموعہ ذوق فنی، ج ۲، ص ۲۷۶، سیرہ منہج، ج ۲، ص ۱۶۲

اپنی سوکن سے بدلہ لینا

عن عائشة قالت ما علمت حتى وحلت علي ويب بعير
اذن و هي غصبي ثم قالت: يا رسول الله حبك ادا
فحببت لك ابنة ابي بكر فزيعنيها، ثم اقبلت علي
فما عرضت عليا حتى قال السي ﷺ: دو لك فانصري
فما قبلت عليها حتى رابنها قد يمت ربقها لي فيها ما
نرد علي تنبا فرائت السي ﷺ يتهلل وجهه (ابن ماجه،

كتاب النكاح، باب حسن معاشرۃ النساء، ج ۱، ص ۱۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بے خبری میں
نعلب میرے پاس (حجرو میں) بنا ام زنت کے داخل ہوئی وہ
خست غصے میں تھی آنحضرت ﷺ سے کہنے لگی یا رسول اللہ! آپ
کو تو یہ کافی ہے کہ ابوقحافہ کی بیٹی (یعنی عائشہ) اپنی چھوٹی بائیس
البتہ سے (یعنی آپ ﷺ) تو اس کی محبت میں سرشار ہیں دوسری
بیویوں کی پروا نہیں کرتے، یہ کہہ کر (پھر زنت نے میری
طرف رخ کیا) اور مجھے کوئے تھی، لیکن میں نے ان سے منہ
بھیر کر دوسری طرف کیا، حضور ﷺ نے فرمایا: آپ بھی بدلہ
لے لو، پھر جو میں نے پرہیز کر لیا تو دیکھا کہ ان کے منہ کا حموک
خنگ ہو گیا (یعنی غصہ میں گدگد بھی خنگ ہو گیا) اس کے بعد وہ کچھ
نہ بولیں، میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ چمکنے دیکھنے لگا۔

قالت عائشة زارنا سودۃ یوما فجلس رسول اللہ ﷺ

بہنی و بینہا احدی رجلہ فی حجری و الاخری فی
حجرہا فعملت لہا حویرة او قال: خزیرة فقلت کلی
فایت فقلت لتاکلی او لالطعن و جھک فایت
فاخذت من القصعة شینا فلطخت بہ وجهہا، فرفع
رسول اللہ ﷺ رجلہ من حجرہا، تسقید منی فاحذت
من القصعة شینا فلطخت بہ وجهی، و رسول اللہ ﷺ
یضحک، فاذا عمر یقول یا عبد اللہ بن عمر، یا عبد
اللہ بن عمر، فقال لنا رسول اللہ ﷺ: فوما فاعسلا
وجوہکمما فلا احب عمر الا داخلا (ابن ماجہ، ماہ
حسن معشرة النساء، ایضاً)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ
رضی اللہ عنہا ایک دن میری زیارت کے لئے آئیں حضور ﷺ
ہم دونوں کے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ ایک گھنٹہ میری گود
میں اور دوسرا گھنٹہ سودہ کی گود میں، میں نے اٹھ کر سودہ کے لئے
کچھ حریرہ پکایا پھر سامنے لا کر رکھا میں نے کہا حریرہ کھاؤ، سودہ
نے کھانے سے انکار کیا، میں نے سختی سے کہا کھاؤ ورنہ چہرے پر
حریرہ مل دوں گی پھر بھی انہوں نے نہ کھایا تو میں نے پیالہ میں
سے تھوڑا حریرہ لے کر چہرے پر لتھیرا، حضور ﷺ نے سودہ کی گود
سے اپنا گھنٹہ میری طرف بطور انتقام کے ہٹالیا، سودہ نے پیالہ
میں کچھ حریرہ لے کر میرے چہرہ پر مل دیا یہ (کھیل) دیکھ کر حضور
ﷺ اُس رہے تھے اچانک باہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز
آئی، عمر کہہ رہے تھے (اپنے بیٹے سے) آؤ عبد اللہ بن عمر، آؤ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ہم دونوں سے کہا: دونوں اٹھ جاؤ
اپنے چہروں کو دھو لو ہو سکتا ہے عمر اندر آنے والے ہوں۔

فواللہ حدیث:

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان مذکورہ حدیثوں سے زیادتی کا بدلہ لینے کا جواز معلوم
ہو جیسا کہ اس بارے میں قرآن میں اصول بیان ہوا ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ
لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ (النحل: ۱۲۶)

اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے
اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

دسمانی تکلیف یا مالی نقصان میں سب مسلمانوں کے لئے عام قانون یہی ہے

کہ برابر کا بدلہ لینا جائز ہے مگر صبر کرنا افضل ہے۔ (معارف القرآن، ج ۵ ص ۴۲۳)

چنانچہ یہاں حدیث میں آپ نے دیکھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے سامنے جو کوسنا شروع کر دیا اس پر آپ ﷺ
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بدلہ لینے کی اجازت دی اور پھر انہوں نے اچھا بدلہ
لیا، دوسری حدیث میں بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بدلہ میں حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا کے منہ پر حریرہ مل دیا۔

۲۔ دوسری بات ان احادیث اور آگے آنے والی احادیث میں سونٹوں کی
حیثیت سے ازدواج مطہرات کے مابین ہونے والی چند اتفاقی اور وقتی جذباتی تلخیوں کا
نوڈ کر ہے اس سے قطعاً یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ان ازدواج مطہرات کے باہم دل صاف
نہیں تھے کیونکہ درحقیقت ایک صالح مرد کی زوجیت میں چند عورتیں جمع ہو جائیں تو ہر
سوکن کی فطری طبعی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کو اپنے مرد کی پوری پوری محبت و
توجہ حاصل رہے دوسری اس میں شریک نہ رہے پھر یہ سوئیں جب ایک نبی کی زوجیت

میں ہوں تو یہ فطری چاہت اور بڑھ جاتی ہے چنانچہ یہاں ازدواج مطہرات میں کبھی کبھی کوئی وقتی جذبہ باقی واقعہ پیش آ جاتا تھا کتب سماح میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں جیسا کہ آپ پیچھے احادیث میں ملاحظہ کر چکے لیکن اول میں تو ان میں سے بیشتر کی اسنادی حیثیت کمزور ہے، ثانیاً ان میں سے بہت سے واقعات واقعی جیسے کمزور سیرت نگار اور ہشام بن محمد کلبی جیسے رافضی کے باطل مزخرفات میں

سے ہیں۔ (تفصیل کے لئے اگئے: سبوت عائشہ، سید سلیمان ندوی، ص ۷۷)

اس کے علاوہ کسی عورت کے لئے دنیا کی سب سے تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے اور جہاں اس قدر سوکنیں جمع ہوں وہاں کبھی کبھار اتفاقی ناگواری کا پیدا ہونا عورت کی فطرت ہے کیونکہ فیض محبت تو انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا اس لئے ان چند معمولی جذباتی امور کا پیش آنا فطری تھا پھر ان چند معمولی واقعات کو چھوڑ کر ان تمام ازدواج مطہرات میں آپس میں دواۓ محبت و قدر شناسی، عزت و احترام اور لطف و مدارات کی بہترین مثالیں قائم تھیں۔

اسی قسم کے عزت و احترام اور الفت و محبت کی مثالیں دیگر ازدواج میں بھی تھیں اس لئے گزشتہ کے ان جزوی نکتوں سے غلط نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہئے جیسا کہ بعض بد باطن کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے سوء ظن سے حفاظت فرمائے اور ان نبوی ازدواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مثالی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رسول اللہ ﷺ کا زندگی کے آخری ایام حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کرنا

امام بخاری رحمہ اللہ نے ہشام کے طریق سے روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ آخر عمر میں بیمار ہو گئے ہر زوجہ مطہرہ کی باری کے اعتبار سے ان کے ہاں ٹھہرتے اور پوچھتے رہتے کہ میں کل کہاں ہو

کا؟ (آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا اشتیاق تھا) چنانچہ جب آپ ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو مطمئن ہو گئے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مرض الموت کے دنوں میں تھے تو بار بار پوچھتے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ کا مقصد تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن کب آئے گا جب ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کی رنبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھی تو سب نے متفقہ طور پر عرض کی کہ آپ جہاں رہنا پسند کریں وہیں رہیں گے تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے وہیں رہے حتیٰ کہ وفات بھی وہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس دن باری میری ہی تھی، آپ ﷺ کی روح اس حال میں قبض ہوئی کہ آپ ﷺ میرے سینے اور گلے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس دن نبی کریم ﷺ کے لعاب میں میرا لعاب بھی مل گیا تھا۔

امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو بلا کر فرمایا کہ اب میں بیماری کی وجہ سے تم میں سے ہر ایک کے پاس نہیں جاسکتا اگر تم چاہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں رہوں، اس پر تمام ازواج نے اجازت دے دی۔

ابن اسحاق و حر اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ جنت البقیع سے تشریف لائے تو مجھے سر میں درو محسوس ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ”وہ افسوس“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! وہ دو میرے سر میں بھی ہو رہا ہے، پھر فرمانے لگے: اسے عائشہ کیا ہوا؟ اگر تم میری زندگی میں مر جاؤ گی تو میں تمہارے لئے اہتمام کروں گا تمہیں گفن پہنائوں گا اور تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا اور تمہیں جن کے لئے کو دفن ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے تو ایسا لگتا

ہے کہ اگر میرے ساتھ ایسا ہو گیا تو آپ واپس آ کر کسی زوجہ کے پاس رات گزارنے لگے، یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ مسکراتے لگے اور پھر آپ ﷺ کا سر درد بڑھنے لگا جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو شدت سے تکلیف محسوس ہونے لگی تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو بلوا کر میرے گھر میں بیماری کے ایام گزارنے کی اجازت چاہی تو تمام ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے لعاب کا جمع ہونا
امام ابوہاشم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے گھر میں میری باری میں میری گود میں سر رکھے وفات پائی، آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ اتنے میں عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما گھر میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے مسواک ان سے لی اور اسے اچھی طرح چبا کر نرم کیا اور پھر آپ ﷺ کو پیش کر دی، آپ ﷺ نے اچھی طرح مسواک کی، پھر آپ ﷺ کا لعاب مبارک زمین پر گرا تو میں نے وہ دعا پڑھنا شروع کر دی جو نبی اکرم ﷺ بیماری کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے البتہ موجودہ بیماری میں آپ نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی، کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا اور پھر فرمانے لگے "الرفیق الاعلیٰ" اس کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے نکلی شروع ہو گئی، تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں جس نے نبی ﷺ کے آخری دن میرے اور آپ ﷺ کے لعاب کو جمع فرمادیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے شامل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت ذکر کی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سینے سے یا فرمایا میری گود سے ٹیک لگا رکھی تھی، پھر آپ ﷺ کو پیشاب کا تقاضا ہوا، آپ ﷺ نے برتن منگوایا

اور فراغت حاصل کی، اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ واقدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات بروز منگل سترہ رمضان ۵۸ اٹھاون بھری میں ہوئی اور بعض حضرات نے ستاون (۵۷) بھری نقل کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی کہ مجھے اپنی مصاحبات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جائے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، ان دنوں خلیفہ مروان بن الحکم میں والی تھا اور حضرت معاویہ کی خلافت تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی لحد مبارک میں چار افراد ترے تھے، عبد اللہ و عروہ یہ دونوں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹے تھے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر و عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم، اور آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے فرمائی تھی۔

علامہ ابن عبد البر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہوگی جو بہت زیادہ بالوں والے اوٹ پر سوار ہوگی اور اس کے آس پاس بہت سے لوگ قتل کئے جائیں گے اور وہ موت سے بچ جائے گی؟ ابو عمر یہ حدیث لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حدیث علامات نبوت میں سے ہے اور اس کی اسناد مشہور ہیں۔

ابو سعید نے ”شرف نبوت“ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کروایا جائے؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے میری ساتھیوں (ازواج مطہرات) کے ہمراہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا بقیع میں مدفون ہوئیں۔ (بخاری)

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ان کا نام حفصہ بنت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھا، ان کی نسبت قریشیہ عدویہ ہے، اور ان کی والدہ زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جحیم تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی، حضور اکرم ﷺ کی زوجیت سے قبل حضرت حفصہ خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں انہی کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی اور مدینہ میں کچھ عرصہ بعد حضرت خنیس رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے، جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر سے تشریف لائے تو ان سے نکاح فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میری بیٹی حفصہ کا شوہر اصحاب رسول اللہ میں سے بدری صحابی تھا (دراصل جو حضرات صحابہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے ان کی مغفرت فرمادی گئی، لہذا یہ ایک بڑی عظیم منقبت ہے، اس لئے جن صحابہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی ان کے نام کا جب بھی صحابہ میں تذکرہ چلا کرتا تو بطور خاص یہ بھی ذکر کیا جاتا کہ ”وکان ممن شہید بدر“، یعنی انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی) ان کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خنیس کی وفات کے بعد میں نے عثمان

(رضی اللہ عنہ) سے ملاقات کی اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہؓ نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے مجھے کہا کہ مجھے اس معاملہ میں تھوڑا سوچ لینے دو پھر وہ ایک دن مجھ سے ملے اور کہا کہ میں شادی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے اس معاملہ میں بات کی تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو مجھے یوارج ہوا کہ میں انہیں (یعنی عثمان اور ابو بکر کو) اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کے لئے کہہ رہا ہوں اور عثمان (رضی اللہ عنہ) نے تو انکار کر دیا اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کوئی جواب ہی نہ دیا، فرماتے ہیں کہ ابھی میں سوچ بچار میں تھا کہ کچھ دن بعد حضور اکرم ﷺ نے میری بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو میں نے بلا تاخیر کے اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔

پیغام نکاح کی ایک اور روایت

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ وفات پا گئیں اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئیں تو ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عثمان! کیا تم حفصہ سے نکاح کرنے کو تیار ہو؟ جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں اس سے بہتر رشتہ مل جائے تو کیسا ہے؟ فرمایا کہ تمہاری بیٹی حفصہ سے میں نکاح کر لو اور عثمان کا میں اپنی بیٹی یعنی ام کلثوم سے کر دیتا ہوں جو اس سے بہتر ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن حراش کے طریق سے نقل کیا ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی بیٹی سے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے انکار کر دیا یہ بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا میں تمہیں ایسے داماد کے متعلق نہ بتاؤں جو تمہارے لئے عثمان سے بھی زیادہ بہتر ہو اور عثمان کو ایسے سر بتادوں جو اس کے لئے تم سے بہتر ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور بتائیے یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ حصہ کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے اور میری بیٹی عثمان کے نکاح میں آجائے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۹۶)

مذکورہ تینوں احادیث میں بظاہر تعارض سا نظر آتا ہے (جب احادیث میں کہیں تعارض ہو تو حضرات محدثین اسے رفع کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار فرماتے ہیں جیسے تطبیق، ترجیح، تاسخ، منسوخ، تعارض کو رفع کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ تطبیق بین الاحادیث ہے یعنی تمام متعارض احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے، اس سے تمام احادیث کو معمول بہا بنانا آسان ہو جاتا ہے) لہذا یہاں بھی مذکورہ بالا تینوں احادیث میں جمع و تطبیق ممکن ہے، بایں ہمہ کے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ آپ ﷺ نے ارادہ ترک فرما دیا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود رد فرما دیا پھر جب یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی پہلی حالت کا دکھڑا سنانے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سارا ماجرا سن کر ان کی تسلی کے لئے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم حضرات فرماتے

ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہجرت کے تین سال بعد ہوا اور حضرت ابوعبیدہ نے دوسرا سال ذکر کیا ہے۔

جنت میں اہلیہ ہونے کا اعزاز

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن زید رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی جب ان کے دونوں ماموں (قدامہ و عثمان) ان کے پاس آئے تو انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے کسی عداوت یا کسی عیب اور نقص کی وجہ سے طلاق نہیں دی، اسی وقت آپ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر لیا، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل امین نے حکم دیا ہے کہ میں حفصہ سے رجوع کر لوں اور فرمایا کہ یہ انتہائی عبادت گزار اور بکثرت روزے رکھنے والی ہے اور جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوں گی۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اسے طلاق مت دو اس لئے کہ یہ انتہائی زہد و تقویٰ اور قائم بامر اللہ صفات کی حامل ہے اور جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہوگی۔

ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے طلاق نہ دی ہو بلکہ صرف ارادہ ہی فرمایا اور معاملہ کی خطرناک صورتحال دیکھ کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے حضرات نے یہ سمجھ لیا ہو کہ آپ ﷺ نے طلاق دے دی، جیسا کہ پہلی روایت میں مذکور ہوا، اور جبریل علیہ السلام نے آکر اس ارادے سے باز رہنے کا حکم منجانب اللہ سنایا ہو جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ کو مراجعت کا حکم دیا گیا، یا یہ کہ اس پر مراجعت کا اطلاق اس لئے کیا گیا کہ مراجعت کہتے ہی واپس لوٹنے کو ہیں

چاہے دو قول کے اعتبار سے ہو یا مکان کے اعتبار سے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شفقت تھی

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اس کی خبر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے اپنے سر پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ آج کے بعد عمر اور اس کی بیٹی کی بھی اللہ کو کوئی پروا نہیں رہی، دوسرے دن ہی حضرت جبریل آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ حفصہ سے مراجعت کیجئے تاکہ عمر پر گراماں نہ گزرے۔ (ابن کثیر، ج ۸ ص ۱۸۶)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور خلافت شیخین کی بشارت اور شاہ باری تھی ہے:

وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِثْنِي بِنَفْضِ أَرْوَاجِهِمْ حُلَيْنَا (التَّحْرِيم: ۲۰)

اور جب کہ پیغمبر نے اپنی کسا بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور اس گھر میں آپ کی ایک کنیز حضرت ماریہ قبطیہ بھی تھیں، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں۔

آپ ﷺ نے اپنی کنیز سے ملاقات کی اور جب حفصہ رضی اللہ عنہا گھر تشریف لائیں تو معلوم ہونے پر بہت روئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری باری میں اور میرے گھر میں یہ صرف دو صرف میرے ساتھ آپ نے ایسا کیا میں سمجھتی ہوں کہ تمام ازدواج میں مجھے ہی آپ کمتر خیال کرتے ہیں اس لئے آپ نے ایسا کیا۔

نہجرت ﷺ نے جب دیکھا کہ حصہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ دلیر و استقامت سے
تو آپ نے فرمایا حصہ میں تمہیں بھی ضرور جہنم و رخصت کروں گا، اور فرمایا: آج میں
تمہیں ایک ایسا راز بتاتا ہوں کہ اس وقت پوری کربہ ارض میں یہ راز کسی کے پاس نہیں
البتہ تم اسے ہرگز ہرگز افشاء نہ کرو گی اور جہاں تک تم اس گنہگار کے مسئلہ میں دلیر و استقامت ہو تو
میں تمہیں گواہ بنا کر دیتا ہوں کہ یہ بات ہی آج کے بعد کبھی پر حرام ہے اور تمہارے لئے
خوشخبری یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر علیہ السلام ہوں گے اور ان کے بعد تمہارے
والد محترم علیہ السلام ہوں گے۔ (امین کنیو، ج ۸ ص ۸۸)

حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ واقدی کی تصریح کے مطابق حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی وفات
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۵ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر
ساتھ برس تھی۔ دوسرا قول ۴۱ھ کا ہے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ تیسرا قول ۳۷ھ کا ہے یہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ
کا دور تھا۔

آپ نے اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام وصیت کی جیسا کہ ان کے
والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ غیرہ کی وصیت کی تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ازواجی زندگی

ان کا نسب اس طرح ہے "ہند بنت ابی امیہ" علامہ ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق ایوانیہ کا نام حذیفہ ہے، اور حافظ عبد الغنی المقدس نے بسند ترمذی سے سہیل کو بھی ذکر کیا ہے بہر حال یہ امیر المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور یہ قبیلہ قریش کے اختہ بنی تخی و جواد قسم کے شخص تھے، اختہ یہ کہ یہ مشہور ہی "زاد انرا کب" کے لقب سے تھے۔

سہیل نکاح اور ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے قبل ابوسلمہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی کنیت آپ کی نام پر غالب رہی، ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یثرب ہے، ان سے حضرات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چار بچے ہوئے، سلمہ، عمر، رقیہ، و سہیل رضی اللہ عنہم و عنہم۔ اسلام کی سب سے پہلی ہجرت جو ارض حبشہ کی طرف ہوئی تھی یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف کی، اس طرح آپ کو دونوں فضیلتیں حاصل ہو گئیں، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو گورت ہمارے ہم سفر ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئی وہ ہمیں تھیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہجرت کے چار سال بعد ہوا۔

سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو وہاں ہمیں بہت ہی اچھا حسن سلوک ملا اور ہم اپنے دین کے معاملہ میں بالکل پرامن تھے وہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے

تھے، غرض ہمیں ہر طرح سے اطمینان تھا، جب قریش مکہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجیں۔

چنانچہ انہوں نے کچھ سامان وغیرہ جمع کیا جو بطور ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا، پھر انہوں نے مال و متاع دے کر عبد اللہ بن ربیعہ المخزومی اور عمرو بن العاص (یہ دونوں اس وقت تک حلقہٴ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے) کو بھیجا، انہوں نے جا کر بادشاہ کی خدمت میں وہ تحائف پیش کئے اور بتایا کہ ہم قریش مکہ کے سفیر ہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے خاندان کے کچھ لوگ آئے ہیں اور انہوں نے آپ کی پناہ لے رکھی ہے، آپ مہربانی فرما کر انہیں ہمارے حوالے کر دیں، بادشاہ حقیقت میں خدا ترس اور سلیم الفطرت انسان تھا، اور انتہائی زیرک شخص تھا فوراً معاملہ کی سنگینی کو بھانپ گیا اور صاف انکار کر دیا۔

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کا تبہ کر لیا تو انہوں نے اپنا اونٹ تیار کر کے مجھے اس پر بٹھایا اور میری گود میں میرے بیٹے سلمہ کو بھی بٹھایا اور سفر کا آغاز کر دیا، جب قبیلہ بنو النخیرہ بن عبد اللہ مخزوم کے لوگوں نے ہمیں دیکھا تو وہ راستہ میں آگئے اور کہا کہ ابوسلمہ یہ تمہاری طرف سے زیادتی ہے اور تم ہم لوگوں پر خواہ مخواہ حاوی ہو رہے ہو، آپ خود غور کرو کہ ہم تمہیں کس طرح چھوڑ دیں جب کہ ہماری بیٹی بھی تمہارے ساتھ ہے یہ کیسے اتنے دور دراز سفر کو طے کرے گی؟ اور ابوسلمہ کے ہاتھ سے اس اونٹ کی تکمیل بھی چھین لی اور مجھے بھی ان سے لے لیا۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ لوگ بھی بہت غصہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان لوگوں نے ابوسلمہ سے اس کی بیوی جدا کی ہے تو ہم ان

کے پاس اپنا بیٹا نہیں چھوڑیں گے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے میرا بیٹا مجھ سے لے لیا اور بنو عبد الاسد کے چند لوگ آئے اور میرے بیٹے کو لے کر چلے گئے، اب صورتحال یہ ہو گئی کہ مجھے میرے قبیلہ والوں نے روک لیا تھا اور ابوسلہ اکیلے ہی مدینہ منورہ تشریف لے گئے، نہ میرا بیٹا نہ میرا شوہر۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طرح میرے بیٹے اور شوہر نیز میرے درمیان ہمارے قبیلے کے لوگوں نے جدائی ڈال دی تھی، میں روزانہ صبح کے وقت ہستی سے باہر نکل جاتی اور دور ایک نیلے پر جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی، ایک دن میرا ایک چچا زاد میرے قریب سے گزرا تو اس نے میری یہ بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر خاندان والوں سے بات کی اور کہا تم لوگوں نے کیوں اس بے چاری کو شوہر سے جدا کر رکھا ہے؟ تم لوگوں کو رحم کیوں نہیں آتا؟ اس پر میرے قبیلہ کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہو تو جاسکتی ہو، فرماتی ہیں کہ انہیں دنوں قبیلہ عبد الاسد کے لوگوں نے میرا بیٹا بھی مجھے واپس لوٹا دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنا اونٹ تیار کیا اور بچے کو گود میں لیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر شروع کر دیا اور میں تنہا جا رہی تھی میرے قبیلہ والوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کسی کو میرے ساتھ کر دیتے، میں نے یہی خیال کیا کہ راستے میں جہاں کوئی قافلہ ملے گا تو مدینہ تک ساتھ ہو جاؤں گی، ابھی میں مقام بنعیم تک ہی پہنچی تھی کہ مجھے قبیلہ بنی عبدالدار کا آدمی عثمان بن ابی طلحہ مل گیا، اس نے کہا: اے بنت ابی امیہ کہاں جا رہی ہو؟ میں نے کہا مدینہ منورہ اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں، اس نے کہا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ میں نے کہا بخدا! اللہ کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں اور یہ میرا بیٹا ساتھ ہے، جب اسے تصدیق ہو گئی کہ میں اکیلی ہی ہوں تو اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چلنا شروع کر دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخدا! پورے عرب میں میں نے اس جیسا کریم النفس آدمی نہیں پایا، جب ہم کسی منزل پر پہنچتے تو وہ اونٹ کو، شعا ویتا اور پھر دور

ہو کر کھڑا ہو جاتا جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو اونٹ کو تھوڑا سا داور کر کے اس کے کباؤہ و غیرہ اتار دیتا اور اس کو کسی درخت سے باندھ دیتا پھر داور جا کر کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتا اور جب ہم دوبارہ سفر کا ارادہ کرتے تو وہ اونٹ کو میرے پاس لا کر بٹھا دیتا اور تھوڑا داور ہو کر کھڑا ہو جاتا اور مجھے کہتا اب سوار ہو جاؤ بے میں ابھی طرح سنبھل کر بیٹھ جاتی تو آ کر اونٹ کی گھلی پکڑ کر اسے اٹھاتا اور اُس کے اگلے چلنا شروع کر دیتا پورے راستے میں وہ اسی طرح حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے مدینہ منورہ پہنچا دیا۔ جب قبیلہ مرو بن حوف کے مکانات نظر آئے تو اس نے مجھے کہا تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے اس نے مجھے ابوسلمہ کے پاس چھوڑا اور پھر مکہ مکرمہ واپس چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بنیاد ابوسلمہ کے اہل خانہ پر جتنے مصائب نازلے شاید ہی اسلام میں کسی پر اتنے مشکل حالات آئے ہوں اور فرمایا کہ عثمان بن ابی طلحہ جیسا کریم آدمی میں نے کبھی نہ دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب بھی کسی ایمان والے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ ایسا طریقہ اختیار کرے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے یعنی صبر و رضا اختیار کرے اور 'انفس اللہ و انفس البہ' را جمعوں" پڑھے اور یوں دعا کرے:

اللھم اجعلنی فی مصیبتی و اخلف لی عیوناً منها

اے اللہ! مجھے مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے بدلے مجھے

اس کا بہترین قسم البدل عطا فرما۔

تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین قسم البدل عطا فرماتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو مجھے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یاد آیا، میں نے دل میں سوچا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون

ہو سکتا ہے؟ جب کہ ابوسلمہ اصحاب رسول میں سے تھے اور انہوں نے سب سے پہلے ہجرت بھی کی لیکن میں نے ارشاد نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ بالا دعا پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صورت میں عظیم الشان بدل عطا فرمادیا۔

فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا میں نے عرض کیا کہ میرے تو بچے بھی ہیں، دوسرا میں ایک غیرت مند عورت بھی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں بچوں سے مستغنی کرے اور ان سے غیرت بھی رفع کر دے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوسلمہ کے انتقال پر میں نے کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ وہ تو صحابی بھی تھے پھر اللہ نے مجھے صبر دے دیں اور میں نے دعا کی تو نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہو گیا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک دن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آج میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے بہت ہی بھلی لگی، معلوم نہیں میں اس پر پورا اثر سکوں گا یا نہیں؟ پھر فرمایا کہ ارشاد ہے:

جس کسی مومن کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر و ثواب عطا فرما اور اس کا بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر و ثواب عطا فرمادیتے ہیں اور بہت لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل بھی عطا فرمادیں۔

جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں وہ حدیث مبارکہ یاد آگئی جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سن رکھی تھی البتہ دلی طور پر رنج و غم کی وجہ سے بڑا اضطراب تھا لیکن یہ دعا کی اے اللہ مجھے ابوسلمہ سے بہتر بدل عطا فرما۔ پھر کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ کوئی نہیں؟ کوئی نہیں؟ فرماتی ہیں میں نے فرمان نبوی

ﷺ کی تعمیل کے لئے دعا پڑھ لی۔

جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا آپ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو فرمایا:

مرحباً برسول اللہ ﷺ

اور فرمایا میرے اندر قین عادتیں ایسی ہیں کہ شاید آپ انہیں پسند نہ فرمائیں، ایک تو یہ کہ میں غیرت مند ہوں، دوسرا یہ کہ میرے بچے بھی ہیں، تیسرا یہ کہ میری کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جو شادی کر سکے۔

اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہوئے اور آ کر فرمایا تم نے آپ ﷺ کے پیغام کو کیوں رد کیا؟ انہوں نے عرض کیا: اے ابن خطاب میرے ساتھ یہ مسئلہ ہے، پھر آپ ﷺ خود تشریف لائے اور فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تم سے اس چیز کو ختم کر دے اور بچوں کے معاملے کی فکر مت کرو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کفایت فرمائیں گے اور جو تم نے یہ کہا کہ یہاں تمہارا کوئی رشتہ دار نہیں تو بات ایسی ہے کہ درحقیقت تمہارے رشتہ داروں میں یہاں کوئی ایسا نہیں کہ جو مجھے ناپسند کرے پھر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے میرا نکاح کرادو، لہذا بیٹے نے نکاح کرادیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے جو کچھ فلاں بیوی کو دیا۔ تمہیں بھی اس سے کم نہیں دوں گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کے بیٹے سے پوچھا آپ ﷺ نے فلاں عورت کو کیا دیا تھا؟ اس نے کہا اسے دو منکے دیئے تھے جن سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتی اور ایک چکی اور ایک تکیہ جو کہ چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی مچال بھری ہوئی تھی، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ام سلمہ نے شرم کے مارے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی کو گود میں لے لیا، جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو واپس تشریف لے

گئے، دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس پر آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گئے اور کہا مجھے دے دو اس کی وجہ سے آپ ﷺ گھر سے باہر ہیں۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو وہ بچی ان کے پاس نہیں تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: ”زناب“ یعنی زینب کہاں ہے؟ عرض کیا اسے عمار اپنے ساتھ لے گئے ہیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔ (طبقات الکبریٰ، ج ۸ ص ۱۰۱)

آپ ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ جس طرح عام طور پر عورتوں میں غیرت ہوتی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بالکل ختم ہو گئی تھی، یہ اسی دعا کا اثر تھا جس کا سابقاً ذکر ہوا۔

بیٹا اپنی والدہ کے نکاح میں ولی بن سکتا ہے

علامہ محبت الدین طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا والدہ کا نکاح کر سکتا ہے، اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ان کا وہ بیٹا نکاح کرانے کا اہل اس لئے ٹھہرا کہ وہ عصبہ تھا اور بیٹا عصبہ اس طرح بن سکا تھا کہ حضرت ابو سلمہ اور ام سلمہ یہ دونوں آپس میں چچا زاد تھے اور وہ بیٹا گویا کہ ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا تھا اور اس وقت ان کی عصبات میں سے اس بیٹے کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔ (النسائی، ج ۶ ص ۸۱)

نکاح کا سال

حضرت ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، شوال میں نکاح ہوا اور رخصتی بھی شوال ہی میں ہوئی۔

روزانہ کی ملاقات کی ابتداء ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز عصر سے

فارغ ہوتے تو اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے، اور ابتداء ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فرماتے کہ وہ عمر میں بڑی تھیں اور اختتام میرے گھر پر فرماتے۔

ماہواری کی حالت میں فراش رسول میں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ بستر میں سو رہی تھی کہ مجھے حیض آگیا آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں حیض آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا: اپنی حالت صحیح کرو اور پھر لوٹ آؤ، فرماتی ہیں میں نے لباس تبدیل کیا اور پھر آ کر آپ ﷺ کے پاس سو گئی۔

(بخاری، ج ۱ ص ۸۳، مسند احمد، ج ۶ ص ۲۰۰)

ایک برتن سے غسل

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے تھے۔ (مسلم: ۲۶۱)

عطا میں خصوصیت

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو فرمایا: اے سلمہ! میں نے بادشاہ نجاشی کے لئے کچھ کپڑے اور چند اوقیہ مشک بطور ہدیہ بھیجے ہیں، اور مجھے سخت خدشہ ہے کہ میرے تحائف پہنچنے سے پہلے ہی وہ آدمی وفات پا چکا ہوگا اور وہ مال میرے پاس لوٹ آئے گا، پس اگر ایسا ہوا تو وہ مال تمہارا ہوگا۔

فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا خدشہ حقیقت میں ظاہر ہو گیا اور وہ بھیجے گئے

تخائف آپ ﷺ کے پاس لوٹ آئے، آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو ایک ایک اوقیہ خوشبو عنایت فرمادی اور باقی ماندہ کپڑے اور خوشبو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۰ھ یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں ہوئی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۵۹ھ رمضان یا شوال اور صحابی جلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور آپ کی قبر میں آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر اور سلمہ جو کہ ابو سلمہ سے تھے داخل ہوئے، نیز عبد اللہ بن ابی امیہ اور عبد اللہ بن وہب بن زمعہ بھی قبر میں اترے اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا، انتقال کے وقت چوراسی سال عمر تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تین بچے تھے (۱) سلمہ رضی اللہ عنہ جو سب سے بڑے تھے، (۲) عمر رضی اللہ عنہ، (۳) زینب رضی اللہ عنہا جو سب سے چھوٹی تھیں، اور خوش قسمتی سے تینوں حضور اکرم ﷺ ہی کی گود میں پلے بڑھے تھے۔ البتہ نبی کریم ﷺ سے کس بچے نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح کرایا تھا اس میں روایات مختلف ہیں۔ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی تصریح کے مطابق عمر نامی بیٹے نے نکاح کرایا تھا۔

اور علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے سلمہ کا ذکر کیا اور اکثر اہل علم اور حضرات محققین کی رائے بھی یہی ہے اور انہی کے نکاح میں نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ کو دیا تھا اور خلافت عبد الملک بن مروان کے زمانہ تک

زندہ رہے، البتہ حضرات محدثین فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے ان کی کوئی روایت محفوظ نہ ہو سکی۔

ان کے بیٹے عمر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایات موجود ہیں، جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت لو سال تھی، ان کی پیدائش حبشہ عی میں ہجرت کے دوسرے سال ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین اور فارس کا حاکم انہیں بنایا تھا ۸۳ھ میں منورہ میں خلافت عبدالملک میں ان کی وفات ہوئی۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۸۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا یہ بھی حبشہ عی میں پیدا ہوئیں اور وہاں ہی پر بھی ساتھ تھیں ان کا پیدائش نام برہ تھا، نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر کے زینب نام رکھا۔

ان کے متعلق منقول ہے کہ آپ ﷺ ایک دفعہ غسل فرما رہے تھے کہ یہ بچی تھی اور آپ ﷺ کے قریب چلی گئی، آپ نے پانی کے چند پھینٹے ان کے چہرے پر مار دیئے، کہا جاتا ہے کہ یہ جوڑی ہو گئیں تھیں لیکن جوانی کی روٹھ جب بھی ان کے چہرے پر بحال تھی، ان کی شادی عبداللہ بن زحر بن الاسود سے ہوئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے کی ”افقہ النساء“ خاتون تھیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۸۵)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ازدواجی زندگی

ابتدائی حالات

آپ کا اصل نام رملہ تھا، کنیت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص، آپ کے والد کا نام ابوسفیان بن امیہ جو سن ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے، اور قریشی از خاندان بنو امیہ ہے۔

حضور ﷺ سے پہلے آپ کا نکاح یعنی پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔ سن ۶ ہجری میں حضور ﷺ کی عمر تقریباً ۵۸ برس اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۶ سال تھیں کہ حضور ﷺ سے آپ کا نکاح کیا گیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں تقریباً ۵ برس رہیں۔

نبی کریم ﷺ کے عقد میں آنے سے قبل ان کا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا، حبشہ کی طرف جب دوسری دفعہ مسلمانوں نے ہجرت کی تو یہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں، لیکن بد قسمتی سے وہاں جا کر ان کے شوہر مرتد ہو کر نصرانی بن گئے اور اسی ارتداد کی حالت میں انتقال ہو گیا اور یہ دین اسلام پر ثابت قدم رہیں، بعد میں آپ ﷺ سے نکاح ہوا۔ (مسند امام احمد، ج ۶ ص ۴۷۲)

رسول اللہ ﷺ کا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات میں نے خواب میں اپنے شوہر کو بہت بری حالت میں دیکھا اور اس کی صورت بہت بھیا تک دکھائی دی، مجھے بہت خوف لاحق ہوا میں نے دل میں سوچا بخدا اس کی یہ حالت بڑی تہلیل کا پیش خیمہ ہے، کیا دیکھتی ہوں کہ صبح میرا شوہر کہتا ہے اے ام حبیبہ! میں نے دین کے معاملہ

میں بہت غور و فکر کیا، مجھے نصرا نیت سے بڑھ کر کوئی دین بھلا نہ معلوم ہوا، جب اس پر پہلے نصرائی ہی تھا، پھر میں نے اسلام قبول کر لیا لیکن اب دوبارہ نصرا نیت کی طرف لوٹ چکا ہوں، میں نے کہا ہرگز ہرگز یہ تمہارے لئے بہتر نہیں، پھر میں نے اسے وہ خواب سنایا جو میں نے دیکھا تھا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور لاہ و اہ ہو گیا اور شرب و خمار ہا اور اسی حال میں اس کو موت نے آلیا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار پھر خواب دیکھا کہ مجھے کوئی ”ام المؤمنین“ کہہ کر پکار رہا ہے، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے شادی کریں گے، میری عدت پورے ہوتے ہی میرے پاس نجاشی کا پیا ہوا آیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی، دیکھا تو وہ ایک باندی تھی جسے ”ابرحہ“ کہا جاتا تھا وہ بادشاہ کی خصوصی خدمتگار تھی، اس نے اندر آ کر مجھے کہا بادشاہ سلامت کا پیغام ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خط میرے پاس آیا کہ میں تمہاری شادی ان سے کرا دوں میں نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں خوشیاں نصیب کرے، تم نے بہت بڑی خوشخبری دی ہے مزید اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کافر بن ہے کہ تو اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کرو جو تمہاری طرف سے عقد نکاح میں شریک ہو سکے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا، مجھے اتنی خوشی تھی کہ میں بھوے نہ سار ہی تھی میں نے اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دونوں کنگن اور پاؤں کے کڑے اور چاندی کی جنتی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں سب اتار کر اس کو دے دیں۔

جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام اہل اسلام کو جمع کیا اور ایک بڑا سی چاندرا خلیہ دیتے ہوئے توحید و شہادت بیان کر جس کے الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

الحمد لله الملك المقوس السلام المؤمن المهيمن
العزیز الجبار، اشهد أن لا اله الا الله، و اشهد ان

محمداً رسول اللہ، أرسلہ بالہدی و دین الحق

لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون

خطبہ دینے کے بعد نجاشی نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد و مطالبہ کو قبول کیا اور میں اس کا مہر چار سو دینار مقرر کرتا ہوں، پھر اس نے وہ چار سو دینار اسی وقت مجلس میں لوگوں کے سامنے رکھ دیئے، اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں میں اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی سے استغفار کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس میں کوئی شریک نہیں اور نبی ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو ہر چند کے مشرکین کو یہ پسند نہیں، اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کے پیغام نکاح کو قبول کر لیا اور میں ام حبیبہ کا نکاح آپ ﷺ سے کراتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لئے یہ نکاح بابرکت بنائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے دینار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے، پھر جب نکاح ہونے کے بعد لوگ اٹھ کر جانے لگے تو بادشاہ نے کہا بیٹھ جائیے اور کہا کہ انبیاء کرام کی سنت ہے جب شادی کرتے ہیں تو اس موقع پر مہمانوں کو کھانا پیش کیا کرتے ہیں پھر بادشاہ نے کھانا منگوایا جسے تمام اہل مجلس نے کھایا اس طرح یہ تقریب سعید اپنے منہی کو پہنچی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے مہر کی رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے ”ابرہہ“ کو دو بارہ بلایا اور اس سے کہا کہ اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا بس وہ تو ایسا وقت تھا کہ میں خود بھی خالی ہاتھ تھی میرے پاس کچھ نہ تھا یہ پچاس شقال سونا ہے اسے لے لو اور اپنی ضرورت پوری کر لو، اس نے انکار کرتے ہوئے ایک تھیلی نکال کر میرے سامنے رکھ دی جس میں وہ سب کچھ موجود تھا جو میں نے اسے دیا تھا اور کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں آپ سے کچھ بھی نہ لوں کیونکہ میں خود بھی بادشاہ ہی کی خدمتگار ہوں، البتہ اتنی بات ضرور بتاتی ہوں کہ میں نے دین

عمر (رضی اللہ عنہ) کی اتباع کر رکھی ہے اور اللہ کے لئے اسلام قبول کیا اور بادشاہ نے آپ ﷺ کو تمام ازواج کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جو بھی خوشبو ہو تمہارے پاس ضرور بھیجیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگلے دن وہ بامری بہت ساری قسم قسم کی خوشبویات اور مختلف حقے تحائف لے کر ضرہوئی پھر جب میں عینہ آئی تو وہ سب کچھ میرے پاس تھا، آپ ﷺ وہ تمام چیزیں دیکھتے اور کوئی ناگواری نہ فرماتے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابرہہ نے مجھے کہا کہ میں تم سے ایک ضروری بات کہتی ہوں وہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کو ہمیری طرف سے سلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں نے آپ کے ہی دین کی اتباع کر رکھی ہے، فرماتی ہیں کہ اس نے مجھے اچھی طرح بتایا کیا، امن و دران جب بھی وہ میرے پاس آئی تو کہتی ”میری ضرورت کو مت بھولنا“ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچی تو میں نے آپ ﷺ کو وہاں کے تمام حالات بتائے اور پھر خطبہ کا تذکرہ بھی کیا اور خصوصی طور پر ابرہہ کی بات بھی ذکر کی اور اس کا سلام بھی پہنچایا، آپ ﷺ نے کچھ دیر عزم فرمایا اور پھر جواب دیتے ہوئے ”و علیہا السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ فرمایا۔ (اسد

الغالبہ، لین انہر، ج ۶ ص ۱۱۶، جلاہ الافہام فی ابن اللقیم، ص ۱۱۹، ۱۲۰)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی رسول اکرم ﷺ کو اپنی بہن

سے شادی کی پیشکش

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میری ہمشیرہ سے بھی شادی کر لیں، آپ ﷺ کیا یہ تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتی کہ میں اکیلی ہی آپ کی مالک بن جاؤں بلکہ میں چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس خیر و برکت میں شریک رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے لئے حلال نہیں (یعنی ایک بہن پہلے سے نکاح میں ہو اور پھر دوسری بھی ساتھ ہی نکاح میں؟

جائے) فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ آپ ﷺ ابوسلمہ کی بیٹی سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میری پرورش میں نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لئے جائز نہ تھی کہ وہ میری رضائی بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور اس کے والد کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہذا تم مجھے اپنی بیٹیاں اور بہنیں مت پیش کرو۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۷۳ سال کی عمر میں اپنی بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا، ابن حبان نے ۴۲ ہجری اور ابن خثیمہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال سے ایک سال قبل یعنی ۵۹ ہجری لکھا ہے لیکن اکثریت ۴۴ ہجری پر متفق ہے۔ (الاستیعاب، ج ۴ ص ۱۸۴۵۔ لسان الغلبہ، ج ۷ ص ۱۱۶۔ صفة الصفوة، ج ۲ ص ۴۶۔ الاصابہ، ج ۷ ص ۶۵۴۔ التہذیب فی النہوی، ج ۲ ص ۳۵۹۔ مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۲۰۔ لسان الغلبہ، ج ۷ ص ۳۱۶)

حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو وہاں سے ایک کتبہ برآمد ہوا جس پر لکھا تھا ”ہذا قبر وعلیہ بنت صخر“ یعنی یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے، چنانچہ میں نے وہ کتبہ وہیں پر رکھ دیا۔ (الاستیعاب، ج ۲ ص ۷۵۰)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوا کہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی قبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی، سوائے ابن عساکر کے تمام اس پر متفق ہیں لیکن ابن عساکر کی روایات کے مطابق ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملنے دمشق گئیں اور وہیں آپ کا وصال ہو گیا اور دمشق میں ہی دفن کی گئیں۔ واللہ اعلم

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا خوقِ آخرت

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب ام حبیبہ کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اے عائشہ میرے اور تمہارے درمیان کبھی اور کچھ شیخ ہوگئی ہوگی جیسا کہ عموماً سوکنوں میں ہوتا ہے میں معافی چاہتی ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں بھی معاف فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کامل معفرت فرمادے اور اگر کوئی غلطی ہو بھی تو اس کو نظر انداز فرمادے اور تمہاری بخشش فرمادے، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوشیاں نصیب فرمائے، اور پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان سے بھی اسی طرح معافی مانگی۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد الشمس القرشیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ان کی والدہ ام الشمس بنت قیس بن زید بن عمر تھیں، حضرت سودہ نبی کریم ﷺ سے قبل اپنے ایک چچا زاد بھائی کے نکاح میں تھیں، جسے سکران بن عمرو کہا جاتا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۵۶)

اور ان کا بھائی اسمیل بن عمرو تھا، بنی عابر بن لوی سے ان کا تعلق تھا، ان کے شوہر نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے، پھر جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو ان کے شوہر کا انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا، پھر آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی، امام زہری رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح سے پہلے ان سے مکہ ہی میں نکاح کیا، یہی قول امام قتادہ اور ابو عبیدہ رحمہما اللہ کا بھی ہے اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے صرف یہی قول نقل کیا ہے اور امام زہری رحمہ اللہ کی دوسری روایت جسے عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ان سے نکاح کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہو گیا تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ

چاہیں تو باکرہ سے شادی کر لیں اور چاہیں تو کسی بیوہ سے نکاح کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: باکرہ کون نہی ہے؟ اور بیوہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا باکرہ لڑکی تو آپ کے محبوب خلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عاتشہ ہے، اور اگر بیوہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو وہ سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان بھی لائی ہے، آپ کی حیر و کار بھی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ان سے میرا تذکرہ کرو تو انہوں اس پیغام کو قبول کر لیا اور نکاح کے لئے رضا مند ہو گئیں۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد سودہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئی ان کے والد بہت بوڑھے تھے اور گھر میں ہی رہتے تھے ان پر ضعف طاری ہو چکا تھا، میں نے انہیں زمانہ جاہلیت کے مطابق تحیہ و سلام کیا اور ”انعم صباحا“ (در اصل زمانہ جاہلیت میں استقبالیہ کلمات مختلف انداز میں کہے جاتے تھے اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے تھے مثلاً صبح کے وقت انعم صباحا، عجم صباحا، صباح الخیر اور شام کے وقت انعم مساء، عجم مساء، مساء الخیر وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح کے کلمات ہمارے) میں بھی بعض لوگ کہتے ہیں جیسے شب بخیر وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں جاہلیت کے زمرے میں آتی ہیں، اسلام کی جامعیت دیکھئے کہ ایسی تعلیم ارشاد فرمائی جس سے ہمیشہ کے لئے سائنسی کی وعالمی ہے۔ یعنی ”السلام علیکم“ لہذا تمام طریقے ترک کر کے ہمیں اسلام کا بتایا ہوا طریقہ اختیار کرنا چاہئے) تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ جب انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں حکیم کی بیٹی خولہ ہوں، تو انہوں نے بڑی اپنائیت سے استقبال کیا اور پوچھا کیسے؟ ہوا؟ میں نے عرض کیا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (یعنی حضور اکرم ﷺ) سودہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو بڑے اچھے آدمی ہیں، تم نے اپنی سہیلی (سودہ) سے پوچھا: وہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کیا اسے یہ رشتہ پسند ہے، انہوں نے کہا جا کر نبی ﷺ سے کہو کہ آپ تشریف لے آئیے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا رد عمل

فرماتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے سودہ کا نکاح کرادیا، جب عبد بن زعمہ جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں گھر تشریف لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے سودہ کا نکاح ہو گیا ہے چونکہ وہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کر دی کہ یہ وہ آدمی جس سے ہم دور بھاگ رہے ہیں وہ گھر کا فرد بن بیٹھا ہے اور جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو فرمایا کرتے کہ میں اس وقت بیوقوف تھا کہ اپنے سر میں مٹی ڈال رہا تھا کہ سودہ کا نکاح آپ ﷺ سے کیوں ہوا؟ جب کہ یہی عین خوش قسمتی کی بات تھی، اس روایت کے دوسرے حضرات نے بھی اختصار سے نقل کیا ہے۔ (مسند احمد، ج ۶ ص ۲۱۱)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے نام کرنا

ام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب سودہ (رضی اللہ عنہا) بوڑھی اور ضعیف ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مقرر کر دیا اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جس دن آپ میرے پاس تشریف لاتے ہیں وہ میں نے عائشہ کے نام کر دیا اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو دن ٹھہرتے یعنی ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کیلئے ایک دن ایک رات مقرر فرما رکھی تھی، البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کر دیا تھا تا کہ آپ ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سودہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جس سے آپ ﷺ نے میرے نکاح کے بعد شادی کی۔

(بخاری: ج ۷ ص ۱۷)

انام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ سودہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی، میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسی کے رنگ میں رنگی جاؤں، جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن بھی مجھے دے دیا۔ (مسند)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نزول آیت
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنْ امْرَأَةٌ خُفِلَتْ مِنْ نَفْلَيْنِ فَمَا لَهَا مِنَ الْخِزْيَانِ
اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال ناراضگی ہے
پر اتفاق کا ہو۔

علامہ ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی، مشہور یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مطلق ہے کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ اس عورت کے بارے میں ہے جو ایسے خاندان کے نکاح میں ہو جو اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہو تو وہ عورت اپنے شوہر سے کہے تو دوسری شادی کر لے اور مجھے طلاق نہ دے اور تجھے میری طرف سے عمل آزادی ہے، یہی مفہوم مستند ذیل آیت کا ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا

سودہ لوں کو کوئی گناہ نہیں کہ باہم ایک دوسرے سے خاص طور پر صلح کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت ایسے آدمی کے بارے میں ہے جو اپنی بیوی کے بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے جدائی اختیار کر کے دوسری بیوی کرنا چاہتا ہو۔ اور عورت کہے کہ تو مجھے اپنے پاس رکھ لے اور جس طرح چاہے میرے لئے تقسیم کر دے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر دونوں بہم راضی ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (بخاری، ج ۶ ص ۶۶، مسلم، ج ۸ ص ۲۴۰)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بکثرت صدقہ کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریقے سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپ کی ملاقات کس بیوی سے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا ہاتھ زیادہ لمبا ہوگا، فرماتی ہیں ہم نے لکڑی لے کر ہاتھ تاپنے شروع کئے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ زیادہ لمبا پایا، فرمایا کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سودہ کا انتقال سب سے پہلے ہوا اور وہ بکثرت صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(مسلم، ج ۵ ص ۳۶۸، طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۶۰)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ کا لمبا ہونا دراصل صدقہ و خیرات دینے کا عمل تھا، کیونکہ صدقہ دینا آپ کو بڑا محبوب تھا۔

حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما کا حلوہ ملنے کا قصہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذاق میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر حلوہ مل دیا، جو یا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم بھی اس کے مل دو۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے نرمی

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ بلالہ المزنیؓ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے اور لوگوں کا رش بڑھنے سے پہلے چلی جاؤں، فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم والی تھیں، آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور آم و پھل آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور صبح کو آپ ﷺ کے ساتھ روانگی ہوئی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان اتباع

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ تہ الذواج کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: اس دفعہ آخری حج ہے پھر ہم محصور ہو جائیں گے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ تمام ازواج نے آپ کے ساتھ حج کیا البتہ نہ شب بخت محشر اور سودہ رضی اللہ عنہا شریک نہ ہوئیں، وہ فرماتیں کہ جب سے ہم نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے ہم میں سواری پر چڑھنے کی طاقت نہیں رہی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وقت

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی تصریح میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلا تصر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں ہوا اور یہ بھی متقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۶۰ یا ۷۰ سالہ عمر میں ہوا۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

ان کی والدہ امیرہ بنت عبدالمطلب حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان کا نکاح آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا، جب انہوں نے طلاق دے دی تو آپ ﷺ سے ہجرت کے پانچویں سال ان کی شادی ہوئی، اور بعض مؤرخین کے نزدیک تیسرے سال ہوئی، انہوں نے خود بھی ہجرت کی تھی۔ (حضرت زینب کے تفصیلی احوال "السیر و المغازی ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، البدایہ و النہایہ" میں ملاحظہ فرمائیں)

امام ابوہامد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آکر حضور اکرم ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

یعنی اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔

اس پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ (الاحزاب: ۳۷)

اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے، جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے۔

پیغام نکاح اور آسمانوں میں منظوری و نکاح

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو آنحضرت ﷺ

نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جا کر نذیب کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو، جب آپ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا تو مجھ پر بڑا گراں گزرا، تاہم میں ارشاد کی تعمیل کے لئے روانہ ہوا ورنہ ان کے گھر پہنچ کر میں نے دروازے کی صرف پینچ کر کے کہا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

حضرت نذیب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اب میں کوئی بھی اقدام کرنے سے پہلے اپنے اللہ سے مشورہ کروں گی، اور اس کے بعد اپنے گھر میں نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

فَلَمَّا قُضِيَ زَيْنَةُ مِنْهَا وَطَرَا زَوْجُهَا

پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت متعلق نہ رکھی یعنی اس کو

طلاق دے دی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور بغیر اجازت

گھر میں داخل ہو گئے۔ (ابن کثیر، ج ۶، ص ۱۲۰)

نام کی تبدیلی

منقول ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا "زید" پھر آپ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے نذیب رکھ دیا۔ (اسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۶۶)

حضرت نذیب رضی اللہ عنہا کا تفاخر

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ:

فَلَمَّا قُضِيَ زَيْنَةُ مِنْهَا وَطَرَا زَوْجُهَا (الاحزاب: ۲۷)

پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت متعلق نہ رکھی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی تو آپ بطور فخر ازواج مطہرات سے کہا کرتیں تمہاری شادی تو تمہارے والدین نے کرائی ہے اور میری شادی اللہ نے ساتویں آسمان سے کرائی ہے۔ (ترمذی)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی پر ولیمہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی پر ایسا شاندار ولیمہ کیا کہ ہم نے کسی دوسری زوجہ کی شادی پر نہ دیکھا، حضرت انس رضی اللہ عنہا کے شاگرد ثابت نے پوچھا اس ولیمہ میں کیا پیش کیا گیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے اس ولیمہ میں کھانا اور گوشت پیش کیا تھا اور اس کثرت سے تھا کہ لوگ باقی چھوڑ کر چلے گئے۔ (بخاری، ج ۹ ص ۱۵۲، بخاری، ج ۳ ص ۳۱، مسلم،

ج ۳ ص ۵۹۷، مسند احمد، ج ۳ ص ۱۷۲)

بیویوں کا ایک دوسرے پر فخر کرنا

قال سمعت انس يقول كانت زينب تفخر على لساء النسي ﷺ ان الله انكحنى من السماء وفيها نزلت آية الحجاب (صحیح بخاری، کتاب التَّوْحِيد، باب و كان عرشه على الماء، ج ۶ ص ۱۱۰۴، ایچ ایم سعید کمپنی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کے اوپر سے میرا نکاح کیا ہے نیز پردے کی آیت بھی انہی کے متعلق نازل ہوئی۔

عن انس قال بلغ صغية ان حفصة قالت: ابنة يهودی

فبکت قد دخل عليها النبي ﷺ و هي تبكي فقال: ما
 يكيك؟ قالت: قالت لي حفصة ابنة يهودي، فقال
 النبي ﷺ انك لابنة نبي، و ان عمك نبي و انك
 لست بنبي، فبم تفخر عليك! ثم قال: اتق الله
 يا حفصة (ترمذی، باب فضل ازواج النبی ﷺ، ج ۲ ص ۲۶۷)
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ کو جب وہ
 خبر پہنچی کہ حفصہ نے اس کو یہودی کی بیٹی کہا ہے تو وہ رو پڑیں اسی
 دوران حضور ﷺ ان کے پاس آئے، آپ ﷺ نے پوچھا: صفیہ
 کس نے تجھے رلا دیا ہے، صفیہ نے کہا: مجھے حفصہ نے (بطور فخر)
 یہ کہا کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں آپ ﷺ نے (ان کی تسلی کے
 لئے) فرمایا کہ (تجھے یہ فخر حاصل ہے کہ) تو نبی کی بیٹی ہے اور
 چچا بھی تیرا نبی ہے اور نبی ہی کے نکاح میں بھی ہے سو وہ
 (حفصہ) کس بات سے تجھ پر فخر کرتی ہے، پھر آپ ﷺ نے
 حفصہ سے فرمایا: اے حفصہ! اللہ تعالیٰ سے خوف کر۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، آپ ﷺ
 کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے عقد میں
 تھیں، باہمی موافقت نہ ہونے کی وجہ سے زید نے ان کو طلاق دے دی، عدت کے
 بعد آنحضرت ﷺ نے زید ہی کی ذریعے (ابھی پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) زینب
 کو اپنے نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت زینب نے پیغام پا کر نبی البدیہ فوراً جواب دیا کہ
 اس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتی جب تک میں اپنے پروردگار سے استعارہ نہ کر لوں،
 فوراً انھیں اور گھر کے عبادت والے کمرے میں استعارہ میں مشغول ہو گئیں، ادھر
 آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: فَلَمَّا قُضِيَ زَيْنَةُ مِنْهَا وَطَرَا زَوْجُهَا كَيْفَا
 ہم نے آپ ﷺ کا نکاح زینب سے کر دیا، چنانچہ حضرت زینب پینتیس سال کی عمر میں

پانچ ہجری میں آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آئیں اسی بنا پر حضرت زینب و دیگر ازواج مطہرات سے بطور تفریق کہا کرتی تھیں کہ

تم سب کا نکاح تمہارے اولیاء نے کیا میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے
سات آسمانوں پر کیا۔ (ترمذی، ج ۲ ص ۱۰۶، تفسیر سورہ احزاب)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ما رأيت قط خيرا فسى الدين من زينب واتقى الله و
اصدق حديثا و اوصل للرحم و اعظم صدقة

(الاستيعاب ابن عبد البر، ج ۳ ص ۳۱۴)

میں نے زینب سے زیادہ کسی عورت کو دیندار اور خدا ترس اور
زیادہ سچ بولنے والی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور زیادہ
صدقہ و خیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی اور حجاب کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب
رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو لیمہ میں لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا، جب سب لوگ
کھانے سے فارغ ہو گئے تو اکثر چلے گئے البتہ کچھ لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں
مشغول ہو گئے اور وہیں بیٹھے رہے، آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد گھر
تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، پھر کچھ دیر بعد وہ لوگ اٹھ
کر چلے گئے، میں نے جا کر نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور میں
بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو اپنے اور میرے
درمیان پردہ ڈال دیا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ

مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو سوائے یہ کہ تمہیں اجازت

دی جائے کھانے کی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت زینب سے شادی کے موقع پر رونی اور گوشت سے لوگوں کی تواضع کی، فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر لوگوں (صحابہ) کو دعوت دی، وہ لوگ تھوڑی تھوڑی جماعت کی صورت میں آتے اور کھانا کھا کر تشریف لے جاتے، میں اس طرح باتا رہا حتیٰ کہ جب کوئی باقی نہ رہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام مندوبین پورے ہو گئے اور اب کوئی نہیں جسے میں بلاؤں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کھانا اٹھا لو، تین آدمی ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر وہیں آپ ﷺ کے گھر میں بیٹھے گپ شپ میں مصروف ہو گئے، چنانچہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا: اہل خانہ تم پر سلامتی اور رحمت و برکت ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سلام کا جواب دیا اور عرض کیا آپ نے اپنے اہل خانہ کو کیسا پایا؟ اللہ ان میں برکت دے، اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھر تشریف لے گئے اور سلام کیا انہوں نے بھی ایسا ہی کہا جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر جب آپ ﷺ واپس گھر تشریف لائے تو وہ لوگ اب بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ بہت حیا والے تھے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان سے کچھ بھی نہ فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف نکل گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یا بذریعہ وحی آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ وہ چلے گئے ہیں آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور دروازے کی چوکھٹ پر ابھی ایک پاؤں باہر اور دوسرا اندر تھا کہ آپ ﷺ نے پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی شادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور رخصتی کے بعد میری والدہ نے حلوہ تیار کر کے برتن

میں رکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ یہ میری والدہ نے بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی تھیں اور کہا ہے کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہے آپ اسے ہماری طرف سے قبول فرمالیجئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر آپ ﷺ کے پاس چلا گیا اور عرض کیا میری والدہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہا ہے کہ یہ کھانا تھوڑا سا ہے اسے آپ ہماری طرف سے قبول فرمالیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے رکھو، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں جنہیں آپ ﷺ نے نامزد فرمایا تھا پھر مجھے جو بھی ملا میں اس کو بلا لایا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد فرماتے ہیں میں نے پوچھا اس دن آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تقریباً تیس سو افراد تھے) آپ ﷺ نے فرمایا: انس یہ برتن میرے پاس لے آؤ۔

جب صحابہ تشریف لائے تو آپ کا حجرہ مبارکہ اور اہل صفہ کا چہرہ سب جگہ بھر گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا ہم دس دس کا حلقہ بنا لیتے ہیں اور ہر آدمی اپنے آگے سے کھانا کھائے، فرماتے ہیں کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، اور ترتیب وار دس دس آدمی آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر اگلے دس افراد سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ سب نے کھانا کھالیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس! یہ کھانا اٹھاؤ، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں جب میں نے کھانا رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھانے سے فارغ ہو کر کچھ لوگ گفتگو میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے انتظار میں تھے کب جائیں گے جب کہ آپ ﷺ کی اہلیہ بھی دیوار کی طرف منہ موڑے بیٹھی تھیں، ان کا بیٹھنا آپ کو سخت ناگوار گزارا، آپ ﷺ انھیں اور اپنی ازدواج کے حجروں میں تشریف لے گئے کچھ دیر بعد واپس آئے تو وہ لوگ بھی نکل گئے اور آپ ﷺ نے گھر تشریف لا کر پردہ ڈال دیا۔ (بخاری شریف،

وفات

حضرت ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ۵۱ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی، حضور ﷺ سے نکاح کے وقت آپ کی عمر شریف ۳۶ سال تھی، ۱۵ سال حضور ﷺ کی خدمت میں رہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ کے بیٹے محمد بن عبداللہ بن جحش اور آپ کے بھانجے محمد بن طلحہ نے آپ کو قبر شریف میں اتارا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ مدارج النبوۃ میں شاہ عبداللہ حق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو فرمایا:

ذهبت حميدة مفروعة البتاسی والا واصل

پسندیدہ فصلت والی، فائدہ دینے والی، تیسوں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی دنیا سے چلی گئی۔

جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اعلان کرایا کہ اہلبیت اپنی ماں کی نماز میں حاضر ہوں۔

(مدارج النبوۃ، مجموعہ ج ۲ ص ۸۲۲)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۰ھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ہوئی اور اسی سال مصر فتح ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق ۲۱ھ اور اسی سال اسکندریہ فتح ہوا، یہی وہ پہلی خاتون تھیں جو حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد فوت ہوئیں، اس وقت ان کی عمر ترین (۵۳) سال تھی۔ (المصفوة) یہ پہلی خاتون ہیں جن کی میت گہوارہ میں رکھ کر اٹھائی گئی۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث الہبلالیہ ہمشیرہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

حضور اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے قبل ان سے نکاح کیا تھا، ان کی ایک عجیب خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ انہیں ام المساکین کہہ کر زمانہ جاہلیت میں پکارا جاتا تھا اور وہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا مساکین کو بہت کھانا کھلاتی تھیں۔

پہلا نکاح

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے قبل یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب غزوہ احد میں وہ شہید ہو گئے تو ۳ھ میں آپ نے ان سے نکاح کر لیا لیکن دو یا تین ماہ تک آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور پھر انتقال کر گئیں، ایک روایت کے مطابق آٹھ ماہ زندہ رہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے قبل یہ حضرت طفیل بن الحارث کے نکاح میں تھیں پھر ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا، جب غزوہ بدر میں وہ بھی شہید ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ نے ان کے ساتھ ہجرت کے تیسرے سال ساڑھے بارہ اوقیعہ حق مہر پر نکاح کیا۔ بقول ابن ہشام یہ نکاح قبیصہ بن عمر ہلالی نے چار سو درہم حق مہر پر پڑھا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات
ان کی وفات ربیع الثانی ۴ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینبؓ کو خیمہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے دو سال اور سات ماہ بعد ماہ رمضان میں نکاح کیا، اور آپ ﷺ کے نکاح میں آٹھ ماہ تک زندہ رہیں اور ربیع الثانی میں ہجرت کے تین سال تین مہینے (اتالیس ماہ) بعد وفات پائی، اور حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔



ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث الہملالیہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

حضرت ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حضور سید دو عالم ﷺ کی گیارہویں زوجہ مطہرہ ہیں، آپ نہایت متقی، پرہیزگار خاتون تھیں۔ نماز، روزہ اور گھر کے کام کاج میں مشغول رہتی تھیں اور احکام رسول ﷺ کی پابندی کرتی تھیں، آپ ازدواج رسول ﷺ میں سے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی تھیں۔

نام و نسب

آپ کا نام مبارک میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن نجیر بن محرم بن رویہ عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن کعبہ بن ہوازن بن منصور بن مکرمہ بن حصعہ بن قیس بن عیلمان بن مضر آپ کی حقیقی چار بہنیں ہیں:

۱۔ ام الفضل لبابہ الکبریٰ، حضور ﷺ کی چچی اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

۲۔ لبابہ الصغریٰ، جو حضرت خالد سیف اللہ کی والدہ ہیں۔

۳۔ عصماء، جو ابی بن خلف کے گھر میں تھی۔

۴۔ عذرا، جو زیادہ بن مالک الہملال کے گھر میں تھی۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی وہ بہنیں جو صرف ہاں کی جانب سے ہیں یہ ہیں:

۵۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

۶۔ سلمیٰ بنت عمیس، جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

۷۔ سلامہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب سے تھا۔

۸۔ ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

ان کی والدہ کانسب یوں ہے حنید بنت عوف بن زحیر بن الحارث بن حماط بن حمیر۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام برہ تھا جسے آپ ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھا۔

ان کی بہنوں میں سے ایک ام الفضل ہیں جنہیں لبابہ الکبریٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، اور ایک بہن ہے جسے لبابہ الصغریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا، یہ ولید بن مغیرہ مخزومی کی اہلیہ تھیں اور ام الولید ان کی کنیت تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہیں کے بیٹے تھے، اور ایک بہن ابی بن خلف کے نکاح میں تھی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اور ایک بہن عذہ بنت الحارث تھی جو زیاد بن عبداللہ بن مالک الہلالی کے نکاح میں تھیں، یہ تمام ان کی سگی بہنیں تھیں۔

اور ان کی ماں شریک بہنوں میں سے ایک حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے عبداللہ، محمد، عون نامی بیٹے پیدا ہوئے، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام بھی محمد تھا، پھر ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے یحییٰ نامی بیٹا پیدا ہوا۔

ایک بہن سلمیٰ بنت عمیس تھیں یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور یہ عم رسول حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جسے امۃ اللہ بنت حمزہ کہا جاتا تھا پھر ان کا نکاح شداد بن اسامہ بن الہادی لیشی سے ہوا جس سے عبداللہ وعبدالرحمن پیدا ہوئے۔

ایک بہن سلامہ بنت عمیس تھیں یہ عبداللہ بن کعب بن منیہ ثعلبی کے نکاح میں تھیں، اور ایک بہن زینب بنت خزیمہ تھیں جو حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں تھیں اور وفات پا گئی تھیں۔

حند یا حنیدہ بنت عوف ایسی خوش نصیب عورت تھیں کہ اس نے اپنی تمام بیٹیاں بڑی عمدگی سے اچھے انتخاب کے ساتھ بیاہی تھیں، کیونکہ ان کے دامادوں میں سرفہرست جناب نبی اکرم ﷺ، پھر حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت حمزہ، پھر حضرت عباس، یہ دونوں عبدالمطلب کے بیٹے تھے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب اور پھر حضرت علی بن ابی طالب پھر حضرت شدا بن الہاد رضی اللہ عنہم جمعین تھے۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ہوئی جو کہ حبشہ سے واپس ہوئے تھے، انہوں نے میمونہ بنت الحارث کے نکاح کا پیغام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، انہی کی ماں شریک بہن حضرت اسماء جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، حضرت میمونہ کے نکاح کا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور انہوں نے حالت احرام ہی میں آپ ﷺ سے نکاح کرایا، اور جب آپ ﷺ کی واپسی ہوئی تو آپ ﷺ احرام سے نکل چکے تھے کہ مقام سرف میں رخصتی ہوئی۔

اس مفہوم کی ایک اور روایت کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب نکاح کیا تو حالت احرام میں تھے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس میں نکاح کے ساتھ مقام سرف میں حالت احرام منقول ہے۔

امام ابوداؤد نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے مقام سرف میں ان سے شادی کی جب کہ آپ احرام سے نکل چکے تھے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک روایت مفرداً حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے شادی کی جب کہ آپ حالت احرام میں نہیں تھے، علامہ برقانی رحمہ اللہ نے اپنی مستخرج میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے ورنہ عیسیٰ ہوئی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی مقام سرف میں ہوا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے قبل کس کے نکاح میں تھیں؟ اس کے متعلق مختلف ناموں کا تذکرہ ہے چنانچہ ایک روایت کے مطابق ابی رہم بن عبد العزیٰ کا نام ہے۔ ایک تو بن عبد اللہ بن ابی رہم کا ایک قور جو عیسیٰ بن عبد العزیٰ کا اور ایک قول فردہ بن عبد العزیٰ کے نام کا بھی ہے۔

نفس کو پرہیز کرنے والی

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منقول ہے کہ انہوں نے خود کو نبی کریم ﷺ پر پیش کیا تھا، کیونکہ جب آپ ﷺ کا پیغام ان کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ پر جو کچھ بھی ہے اور خود یہ اونٹ بھی اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہدیہ ہے پس اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَأَمَّا أَتُوبَ إِنِّي وَهَيْتُ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (الاحزاب ۵۰)

اور کوئی سو من عورت اگر اپنے تئیں بخش دے پیغمبر کو (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے)

اور کہا گیا کہ جس عورت نے اپنے کو بطور ہدیہ پیش کیا، وہ نہ سب بنت جعش ہیں، اس سلسلہ میں ام شریک غزیرہ بنت جابر بن وحب کا نام بھی لیا جاتا ہے، روایات مختلف ہیں۔ واللہ اعلم

ایک ہی برتن سے غسل

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ ایک برتن سے غسل فرماتے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات

ان کا انتقال سرف میں ہوا جہاں ان کی رسول اکرم ﷺ سے شب زفاف میں ملاقات ہوئی، اور بن مختلف اقوال کی بنا پر ۵۱ھ، ۵۲ھ، ۵۳ھ، ۵۴ھ، ۵۵ھ، ۵۶ھ، ۵۷ھ، ۵۸ھ، ۵۹ھ، ۶۰ھ، ۶۱ھ، ۶۲ھ، ۶۳ھ، ۶۴ھ، ۶۵ھ، ۶۶ھ، ۶۷ھ، ۶۸ھ، ۶۹ھ، ۷۰ھ، ۷۱ھ، ۷۲ھ، ۷۳ھ، ۷۴ھ، ۷۵ھ، ۷۶ھ، ۷۷ھ، ۷۸ھ، ۷۹ھ، ۸۰ھ، ۸۱ھ، ۸۲ھ، ۸۳ھ، ۸۴ھ، ۸۵ھ، ۸۶ھ، ۸۷ھ، ۸۸ھ، ۸۹ھ، ۹۰ھ، ۹۱ھ، ۹۲ھ، ۹۳ھ، ۹۴ھ، ۹۵ھ، ۹۶ھ، ۹۷ھ، ۹۸ھ، ۹۹ھ، ۱۰۰ھ میں انتقال فرمائی۔ (یہ ان کے رجب تھے) اترے تھے۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

آپ ﷺ سے قبل یہ مساع بن صفوان کی نکاح میں تھیں، جب غزوہ بنی المصطلق پیش آیا تو اس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کو حصہ غنیمت میں ملیں تو انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح

امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر جویریہ بنت الحارث حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچا (راوی کو شک ہے) کے حصہ میں آئیں تو اس نے بدل کتابت (اس میں غلام اپنے مولیٰ سے عقد کرتا ہے کہ میں آپ کو ایک معین مقدار میں رقم دیتا ہوں آپ مجھے آزاد کر دیجئے) کر لیا اور یہ بڑی حسین و جمیل عورت تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عقد مکاتبت کرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! بدل کتابت کی ادائیگی میں آپ میری مدد کریں اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں جویریہ بنت حارث ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ بنو المصطلق کا سردار ہے، اور میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ہوں اور ان سے عقد کتابت بھی کر لیا ہے، آپ میری مدد کیجئے۔

رسول اکرم ﷺ سے نکاح

چونکہ یہ عورت ایک سردار کی بیٹی تھیں جس کے پیچھے پورا قبیلہ تھا اور ان کی مدد کا

مطلب تھا کہ پورے بنی المصطلق کی ہمدردیاں مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں گی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے بھی بڑھ کر تمہارے ساتھ بہتری کر دی جائے؟ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے نکاح کر لوں گا، انہیں اس غیر متوقع ارشاد کو سن کر اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً کہا "قصد فعلت" یعنی میں نے قبول کر لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہت جلد مسلمانوں میں خبر پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ہے اور پھر جس کے پاس بھی بنو المصطلق کا کوئی قیدی غلام تھا اس نے آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے سرال والے ہیں، انہیں کس طرح غلام بنا کر رکھیں۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی برکات

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے (ہمارے علاقہ میں) تشریف لانے سے تین رات پہلے خواب دیکھا کہ گویا چاندی ٹرب سے چل کر میری گود میں آ گیا ہے کسی کو بھی یہ خواب بتانا مجھے اچھا نہ لگا، یہاں تک کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے جب ہم قید ہو گئیں تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید ہو گئی، حضور ﷺ نے مجھے آزاد کر کے مجھ سے شادی کر لی، اللہ کی قسم! میں نے حضور ﷺ سے اپنی قوم کے بارے میں کوئی بات نہ کی بلکہ (جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی ہے اور میری قوم حضور ﷺ کے سرال والے بن گئے ہیں تو اس نسبت کے احترام میں) مسلمانوں نے خود ہی (میری قوم کے) تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور اس کا پتہ مجھے اس وقت چلا جب میری ایک چچا زاد بہن نے آ کر بتایا (کہ وہ آزاد ہو گئی ہے) اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (حیات الصحابہ، ج ۲ ص ۸۳ بحوالہ البدایہ ج ۴

مہر کی رقم

حضرت ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انیس نبی کریم ﷺ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے خرید کر آزاد کیا اور پھر چار سو درہم مہر مقرر کیا۔

غزوے سے واپسی

حضرت ابن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ فزہ بنی المصطلق سے واپس ہوئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، ذات انہیش مقامی جگہ پہنچ کر آپ ﷺ نے انہیں ایک انصاری صحابی کے سپرد کرتے ہوئے حفاظت کا حکم دیا اور آپ ﷺ خود مدینہ تشریف لے آئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کا قبول اسلام

ان کے والد کچھ اونٹ بطور فدیہ لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے، جب وادی عقیق پہنچے تو ان فدیہ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بھلے لگے، سو چاہیہ فدیہ میں نہیں جانے چاہئیں، لہذا انہیں وادی عقیق میں ہی ایک جگہ چھپا دیا اور پھر وہ فدیہ کے اونٹ لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد! تم نے میری بیٹی کو قید کر لیا ہے، میں یہ اونٹ بطور فدیہ لایا ہوں یہ سب تم رکھ لو اور میری بیٹی کو آزاد کر دو۔

چونکہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے فوراً فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے وادی عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپایا ہے؟ یہ سن کر وہ بڑا حیران ہوا کہ اس کام کا تو کسی کو بھی پتہ نہ تھا ضرور آپ ﷺ پر وحی نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مطلع کروا دیا چنانچہ وہ اسلام قبول کرتے ہوئے ایمان لایا اور کلمہ 'اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انہ رسول اللہ' پھر اس کے دونوں بیٹے بھی ایمان لے آئے اس کے بعد تو بنو المصطلق کے لئے راکھل بھی چٹا چہ

سب نے اسلام قبول کر لیا، حارث نے وہ دواونٹ جو چھپائے تھے وہ بھی منگوا لئے اور تمام اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد کے سپرد کر دی گئیں اور انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا نہایت عمدہ حسن معاشرت کی حامل ٹھہریں، پھر آپ ﷺ نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام دیا اس نے آپ ﷺ سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادی کروادی اور مہر چار سو درہم مقرر کیا گیا اس سے پہلے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی چچا زاد عبداللہ کے نکاح میں تھیں۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جویریہ کو آپ ﷺ نے غزوہ مریسہ کے موقعہ پر قید کیا اور پھر انہیں پردہ کرایا اور باری مقرر کر دی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہجرت کے پانچویں سال ہوا، بعض کے نزدیک بیس برس کی عمر میں ان کا شادی ہوئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام تبدیل کرنا

اسی طرح نام کی تبدیلی حضرت میمونہ، زینب بنت جحش، زینب بنت ابی سلمہ کے متعلق بھی ماقبل میں گزری ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کا نام تبدیل فرمادیا تھا کہ آپ ﷺ نے برہ کے بجائے دوسرا نام رکھ دیا، آپ کو ناپسند تھا کہ یوں کہا جائے کہ یہ برہ سے نکلے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۸ ص ۱۳۶)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت

امام مسلم رحمہ اللہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا کہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کے وقت میرے پاس تشریف لائے میں تسبیح کر رہی تھی تو آپ ﷺ ضرورت کے لئے باہر تشریف لے گئے جب واپس ہوئے تو آدھا دن گزر چکا تھا اور میں تسبیح کر رہی تھی، آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تم ابھی تک تسبیح میں

شعور ہو، میں نے عرض کی کہ ہاں، آپ غریبوں کے فرمایا میں تمہیں ایسے غریبوں سے
 نکھاتا ہوں اگر وہ تمہاری اس تسبیح سے اذن کئے جائیں تو بڑھ جائیں، فرمایا میں
 غریب کہ: سبحان اللہ عدد حنفہ، سبحان اللہ زنة عوفہ، سبحان اللہ
 وضاً نفسہ، سبحان اللہ مداد کلمتہ یہ تمام کلمات تین تین دفعہ کہہ لیا کرو۔

(تذکرت، ایڈیشن ۱۳۶۶، ترمذی بحوالہ تحفہ الاحیاء، ج ۹ ص ۵۵۹)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۵۷ھ میں ہوئی، علامہ
 ابن عساکر لکھتے ہیں: اور ابن ابی زبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ۵۷ھ میں وفات ہوئی۔
 (طبقات ابن عساکر، ج ۱ ص ۱۵۵) اور صحیح ابی داؤد میں ہے: جویریہ رضی اللہ عنہا ۵۷ھ



ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حبیب بن اخطب رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی

یہ بھی نبی کریم ﷺ کی ازدواج مطہرات میں سے ہیں اور قوم بنی اسرائیل میں سے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام برہ بنت سمؤل تھا، ان کی شادی اولاد اسلام بن مشکم سے ہوئی جو ایک شاعر تھا اس کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی وہ بھی شاعر تھا اور وہ غزوہ خیبر میں قتل کیا گیا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ۷ھ میں نبی اکرم ﷺ نے نکاح کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حضرت وحید رضی اللہ عنہ نے آکر آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! جنگی قیدیوں میں سے مجھے کوئی باندی عنایت فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مال نفیست میں سے جا کر کوئی بھی باندی لے لو، حضرت وحید رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حبیب کا انتخاب کیا اور لے کر چلے گئے، ایک صحابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے وحید کو صفیہ دیدی ہے جو کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سرداروں کی بیٹی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ یہ آپ ہی کے پاس ہو، آپ ﷺ نے فرمایا وحید کو بلا کر لاؤ، وہ تشریف لائے تو باندی بھی ان کے ساتھ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے عوض کوئی دوسری باندی لے لو۔

ولیمے کا انتظام

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا

اور پھر نکاح بھی کر لیا، حضرت غابت رحمانہ (یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی بیوی تھیں) نے پوچھا: اے ابو حمزہ! آپ ﷺ نے میرا نکاح کیا تھا؟ فرمایا: حضرت صفیہ کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار دیا اور شادی کر لی، پھر جب راستے میں تھے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں تیار کیا اور رات کو آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا اور صبح کو آپ ﷺ شب زفاف گزار چکے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے پاس بھی کھانے پینے کو کچھ ہے وہ اس دسترخوان پر لا کر رکھو، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی خیر لے کر آیا، کوئی کھجوریں لایا، کوئی گھی وغیرہ لایا، انہیں سے ایک طلوہ سا تیار کیا گیا، یہ آپ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں ام ولد بنایا ہے یا بیوی بنایا ہے؟ دیکھتے ہیں اگر انہیں پردہ کروایا تو یہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کروایا تو ام ولد ہوں گی، جب آپ ﷺ نے سفر کا آغاز کیا تو سوار ہونے سے قبل پردہ کروادیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۹، مسند ابو یعلیٰ، ص ۶۶)

مدینہ کے قریب حادثہ

ایک روایت میں ہے کہ ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اس کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں راحت محسوس ہوئی اور ہم نے جلدی پہنچنے کی غرض سے اپنی سواریوں کو تیز چلانا شروع کر دیا، اور آپ ﷺ نے بھی اپنی سواری تیز کر دی، آپ ﷺ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی سواری بھل گئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ بھی گرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی گریں، اور ہم میں سے کسی نے نہ آپ ﷺ کو نہ کھانا اور نہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو، آپ ﷺ خود اٹھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کروایا اتنی دیر میں ہم بھی آپ ﷺ کے قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا کوئی نقصان نہیں ہوا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں

داخل ہوئے تو آپ کی باندیوں نے استقبال کیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر
گرنے کا بڑا افسوس ہوا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ادب اور مشکل حالات میں اللہ اور رسول ﷺ کو اختیار کرنا

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی
ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب صفیہ رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر کے دن آپ ﷺ کے پاس
لایا گیا جب کہ ان کے والد، بھائی اور شوہر اسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہو
چکے تھے، آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا
ہاتھ پکڑو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں ہاتھ سے پکڑا اور متولین کے درمیان
سے گزار کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، آپ ﷺ کو یہ بات سخت ناگوار گزری حتی
کہ آپ ﷺ کے چہرے پر اس کا اثر نمایاں نظر آنے لگا۔

پھر آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، آپ رضی
اللہ عنہا کسی بچھونے وغیرہ پر بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ بچھونا بطور اکرام اپنے نیچے
سے نکال کر حضور اکرم ﷺ کو پیش کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا صفیہ میں تمہیں دو
چیزوں کا اختیار دیتا ہوں جسے چاہو اختیار کر لینا، فرمایا تمہیں آزاد کر دوں اور تم چاہو تو
اپنے اہل و عیال کے پاس چلی جاؤ، اور چاہو تو اسلام قبول کر لو اور میں یعنی (نبی کریم
ﷺ) تم سے شادی کر لوں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسول
اللہ! میں اسی کو چاہتی ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر دوں، پھر جب روانگی کا
وقت آیا تو آپ ﷺ نے اپنے اونٹ پر پالان وغیرہ بندھوایا اور پھر یہ چلتی ہوئی
اونٹ کے پاس آئیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے واسطے اپنا گھنٹا مبارک موڑ کر زمین
پر رکھا تاکہ یہ ران پر پاؤں رکھ کر آسانی سوار ہو جائیں، لیکن قربان جاسیے حضرت

صفیہ کے ادب پر (کہ ایک طرف ابھی اپنے آباء و اجداد کے قتل کا خون بھی خشک نہ ہوا تھا اور دوسری طرف ان کا یہ ادب درحقیقت یہ دل کی آنکھ تھی جو کھلی ہوئی تھی اور سارے حقائق روز روشن کی طرح عیاں تھے) آپ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کی ران مبارک پر پاؤں نہ رکھا بلکہ گھٹنے کو آپ ﷺ کی ران پر رکھا اور اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اس کے بعد آپ ﷺ بھی سوار ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ایک بڑی سی چادر ڈال دی اور سفر شرع کر دیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کی جان کو

خطرے سے بچانا

یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے کہا آپ ﷺ نے انہیں پردہ کرایا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ آپ ﷺ کی زوجہ ہیں سفر ہوتا رہا خیبر سے چھ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ سے ملاقات کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا جس سے آپ ﷺ کو ان پر فصد آیا، پھر جب مقام صہباء کے قریب پہنچے تو درختوں کے کچھ جھنڈ نظر آئے کیونکہ اس جگہ گھنا جنگل تھا، آپ ﷺ نے اس جگہ پہنچ کر (مقام صہباء) ملاقات کا ارادہ فرمایا تو یہاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مطاوعت فرمائی، آپ ﷺ نے پوچھا تم نے اس پہلی منزل میں کیوں انکار کیا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جگہ خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھی اور یہود وہاں سے قریب تھے مجھے خوف تھا کہ کہیں وہ پیچھا کرتے ہوئے آجینچیں اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو، پھر آپ ﷺ نے مقام صہباء میں اپنے اہل خانہ سے ملاقات کی، اور حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ ساری رات آپ کی پہرہ داری کرتے رہے اور آپ ﷺ کے خیموں کے پاس پھرتے رہے، پھر جب آخر شب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو قدموں کی آہٹ سن کر آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ابوالیوب خالد بن زید، آپ ﷺ نے پوچھا

سوئے کیوں نہیں؟ عرض کیا مجھے خطرہ تھا کہ دشمن آئے گا، آپ ﷺ نے واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے دعا دی:

اللهم احفظ ابا ابوب کما بات بحفظنی
اے اللہ جس طرح ابوب نے رات جاگ کر میری حفاظت کی
ہے تو بھی اس کی حفاظت فرما۔ (تاریخ طبری، ج ۱ ص ۲۶۱)

رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہو گی؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میری تو شرک میں ہوتے ہوئے یہ تمنا تھی اب جب کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت دی ہے تو بھلا میں کیوں نہ چاہوں گی؟ پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے شادی کر لی۔ (الاصابہ، ج ۷ ص ۷۱۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر آنکھ کے پاس نیل کا نشان دیکھ کر پوچھا: صفیہ یہ نشان کیسے پڑا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک دن میرا سر ابن ابی النقیع (سابقہ شوہر) کی گود میں تھا اور میں سو رہی تھی، خواب میں دیکھا جیسے چاند گود میں آ گیا ہو، جب میں نے یہ خواب اپنے شوہر کو بتایا تو اس نے مجھے زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا تم بیثرب (مدینہ منورہ) کے بادشاہ (حضور اکرم ﷺ) کی تمنا کرتی ہو؟

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے نزدیک (معاذ اللہ) تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے کہ میرے والد، بھائی، اور شوہر کو انہوں نے قتل کر دیا، آپ ﷺ بہت دیر تک میرے سامنے ان کے قتل کی وجوہات پیش فرماتے رہے،

فرمایا۔ اسے صفیہ! میرے والدہ نے سارے عرب کو میرے خلاف دشمنی پر ابھار رکھا ہے۔ تمہاؤ کو دیکھ کر تمہارے والد نے فلاں موقع پر یہاں کیا فلاں موقع پر ایسا کیا، وہ ہر صورت میں میرے راستے کی رکاوٹ بن بیٹھا تھا، اس کو راستہ سے ہٹانا ضروری تھا اور وہ ضدی بنا ہوا تھا پھر یہ کہ وہ شمشیر بکف ہو کر گھسان کارن (الے الے) ہوئے لڑائی کے لئے اتر آیا۔ جس کا نتیجہ آج تمہارے سامنے ہے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ کے ان رشادات سے میرا دل اتنا صاف ہوا کہ آپ ﷺ کی محبت دل میں گھر کر گئی۔ (المعجم الكبير، ج ۳ ص ۲۷، مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۰۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی تسلی

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت حمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا: "بنت یہودی" یعنی یہ ایک یہودی کی بیٹی ہیں، جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہیں بڑا دلچسپ ہوا اور وہ نے کہیں، جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو پوچھ کر کیوں رو رہی ہو؟ تو عرض کیا یا رسول اللہ! حمہ بنت مکر رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ کہہ دیا کہ تم ایک یہودی کی بیٹی ہو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم ایک نبی کی بیٹی ہو، تمہارا بچہ بھی نبی ہے، اور تمہارا شوہر خود نبی ہے، تو حمہ کس چیز پر فخر کر رہی ہے، پھر آپ ﷺ نے حضرت حمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے حمہ! اللہ سے ڈرتی رہو۔

امام ترمذی نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی کے طریق سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت حمہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ ہم تو آنحضرت ﷺ کے ہاں صفیہ سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں کہ ہم ترانچ نبی اور آپ ﷺ کے چچا کی بیٹیاں ہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان دونوں سے یہ کیوں

نہ کہا کہ میرے شوہر محمد ﷺ، میرے والد ہارون، میرا چچا حضرت موسیٰ صلوات اللہ و
سلامہ علیہم ہیں تم کیسے فخر کرتی ہو؟۔ (ترمذی، ج ۱۰ ص ۳۹۱)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا

دوسری زوجہ سے ناراض ہونا

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ
حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں "نسلک
الیہودیۃ" یعنی وہ یہودی عورت کہا ہے تو آپ ﷺ ان سے سخت ناراض ہوئے اور
تقریباً ڈھائی ماہ تک یعنی ذی الحجہ محرم اور بعض صفر تک انہیں چھوڑے رکھا۔ (ابو داؤد)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا لطف و کرم

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنی تمام ازواج
کے ساتھ حج کے لئے نکلے، راستے میں ایک جگہ میرا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب
سواریوں میں کمزور تھا، میں نے رونا شروع کر دیا، آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ
ﷺ نے اپنی چادر مبارک اور ہاتھوں سے میرے آنسو صاف کرنے شروع کئے لیکن
میرا رونا ختم نہیں ہو رہا تھا جب میں منع کرنے کے باوجود نہ رکی تو آپ ﷺ نے مجھے
تھوڑا سا ڈانٹ دیا۔ (اسد الغابہ، ج ۷ ص ۱۷۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رعایت میں حجاج کرام کو روکنا

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل
کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں خوف تھا کہ کہیں صفیہ کو طواف افاضہ سے قبل حیض نہ
آجائے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا
صفیہ کی وجہ سے ہمیں روکنا پڑے گا؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے طواف افاضہ

کہ لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر روکنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اکرام

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ بانی ہیں کہ آپ ﷺ اس کاف میں تھے کہ میں آپ ﷺ کی زیارت کے لئے آتی رہتا کہ اوقات چھ یا کچھ دن آپ ﷺ سے باتیں کی اور وہ آپ ﷺ کو بے غیظ و کینہ بھی باوجود تشریف لائے اور اس وقت ان کا قیام اسامہ بن زید کے گھر تھا انصار کے دو آدمی وہاں سے گزرائے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلے گئے آپ ﷺ نے فرمایا اکرام سے چلو یہ صفیہ بنت حبیبہ (جنتی میری بیوی ہے) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! سبحان اللہ (کیا ہم آپ کے متعلق کچھ سوچیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا انسان کے اندر شیطان فتن کی طرح گردش کرتا ہے میں نے اس لئے تمہیں متنبہ کر دیا کہیں شیطان تمہارے دل میں برائی کو دوسرے ذال دے۔ (بخاری ج ۶ ص ۵۳)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بردباری و صلہ رحمی

عاصم ابن عبد البر رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی سے انہیں معلوم ہوا کہ وہ بھڑکے ان کو زہر دیکھو ب رکھتی ہیں اور یہو سے صلہ رحمی کا جذبہ رکھتی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام بھیج کر پوچھا تو فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے بھڑکے کے عوض جہاد کو دن دیا ہے میں نے کبھی بھڑکے سے محبت نہیں کی اور جہاں تک یہو سے صلہ رحمی کی بات ہے تو ان میں میرے رشتہ دار ہیں ان سے صلہ رحمی میں کیا حرج ہے؟ پھر اپنی باندی سے کہا تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں بتایا؟ اس نے کہا مجھے شیطان نے دوسرے والا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جا تو آج کے بعد آزاد ہے، عاصم ابو عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انہی کی عاقل فاضل اور بردبار عورت تھیں۔

کھانا پکانے کا خاص سلیقہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو کھانا پکانے میں خاص سلیقہ تھا، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اس سے بہتر کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک دن دونوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا پکایا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کھانا جلد تیار ہو گیا، آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے، انہوں نے وہیں ایک لوٹنی کے ہاتھ کھانا بھجوا دیا۔ (سیرت عائشہ، ص ۶۰)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہ رمضان ۵۵ھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی، اور علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ۵۶ھ نقل کیا ہے اور ایک قول ۳۶ھ کا بھی ہے اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔ (طبقات، ج ۸، ص ۱۴۸، اسد الغابہ، ج ۷، ص ۱۷۱)

ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۵ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا، ابن شمیمہ نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا دور خلافت تھا، آپ جنت البقیع شریف میں آسودۂ خاک ہوئیں۔ (فتوح الباری، حدیث نمبر ۲۰۳، طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۱۲۸، نووی فی التہذیب، ج ۲، ص ۳۴۹، صفة الصفوة، جلد ۲، ص ۵۲، انساب الاشراف، ج ۱، ص ۴۴۴)

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مکان تھا جس کو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں ہی خیرات کر دیا تھا، البتہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لاکھ درہم جو کہ ایک قطعہ زمین کی قیمت کے تھے ترکہ چھوڑا، آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ ان میں سے ایک تہائی میرے بھانجے کو دیا جائے، چونکہ آپ کا بھانجہ یہودی تھا، اس لئے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت پوری کرنے میں تامل کیا، جب اس بات کا پتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ اللہ

ست ڈرو اور سفید کی نصیحت پوری کرو، چنانچہ اس کا ایک تھانہ آپ رضی اللہ عنہ کے
بہنہ کے گود سے دیا گیا اور پانی صدقہ و خیرات کروا دیا گیا۔

(صیقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۸، ذوقاسی، ج ۲، ص ۱۹۶)



﴿تیسرا باب﴾

ان ازواج مطہرات

کا ذکر جن سے

آپ ﷺ نے خلوت نہیں فرمائی

چند ایسی عورتوں کا بھی تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جن سے آپ ﷺ نے نکاح کیا تھا لیکن خلوت نہیں فرمائی۔ یہ ان ازواج کے علاوہ تھیں جن کا قبل منسل تذکرہ مکرر چکا ہے۔ ایسی ازواج کی تعداد بارہ تک بتائی جاتی ہے۔

(۱) ام شریک قریشیہ عامریہ رضی اللہ عنہا

چنانچہ ان میں سے پہلی زوجہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ پر اپنے کو خود پیش فرمایا تھا یوں کہے کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی تھی۔ البتہ ان کے نام اور قبیلہ کے بارے میں حضرات علماء نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ام شریک القریشیہ العامریہ غزیہ بنت راؤد بن عوف ہیں۔ (ان جر نے ان کا نسب چوں بیان کیا ہے، ام شریک بنت وودان بن عوف بن عمرو بن خالد بن ضباب بن جحیر بن معمر بن عامر بن عمرو بن واد بن حنظلہ بن عصباء۔ الاصاب، ج ۸ ص ۲۲۸)

جبکہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بنت جابر بن عوف قبیلہ عامر بن لوی کے خاندان سے تھیں۔ اور یہ مکہ مکرمہ کی تھیں۔ آپ ﷺ سے قبل ابی العکر بن عی بن الحارث ازدی کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک بیٹا شریک نامی پیدا ہوا۔ اور بعض نے ظہیل بن الحارث کا ذکر بھی کیا ہے لیکن زیادہ رائج دل الذکر ہی ہے۔ اور آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

ان کے ساتھ خلوت کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہی ام شریک غزیہ انصاریہ تھیں جو بنو نجار میں سے تھیں۔ علامہ ابو عمر فرماتے ہیں صحیح نام غزیہ ہے۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے انہیں (احمد بن صالح کے طریق سے) ازواج مطہرات میں ذکر کیا ہے اور طلاق نقل نہیں کی۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "صفة الصلوۃ" میں فرمایا کہ یہ

ام شریک غزیہ بنت جابر ہیں جو قبیلہ دوس سے تھیں۔ اور فرمایا کہ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی تھی اور آپ ﷺ رضا مند بھی ہو گئے تھے لیکن قبول نہیں کیا اور بغیر نکاح ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”صفۃ الصفوۃ“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ام شریک کے دل میں اسلام کی محبت گھر گئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اس وقت یہ ابی العکر دوسی کے نکاح میں تھیں۔ یہ قریش کی عورتوں کے پاس جایا کرتیں اور چھپ چھپ کر انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتیں۔ آخر کار ان کی یہ دعوت اہل مکہ پر کھل گئی اور ان کو قید کر کے کہا کہ اگر تمہارا قبیلہ یہاں نہ ہوتا تو ہم تمہیں نہایت عبرتناک سزا دیتے۔ بس تیرے قبیلہ و قوم کی وجہ سے ہم تجھے واپس لوٹا رہے ہیں۔

فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھادیا۔ پھر مجھے تین دن تک نہ کھانا دیا اور نہ پانی دیا۔ اور جب کسی جگہ ٹھہرتے تو خود خیمہ وغیرہ لگا کر سائے میں بیٹھتے اور مجھے دھوپ میں بھوکا پیاسا باندھ دیتے تھے۔ ان کی یہی روش میرے ساتھ رہی کہ ایک دن ان لوگوں نے پڑاؤ ڈالا اور حسب عادت مجھے اسی طرح دھوپ میں بھوکا پیاسا باندھ کر چھوڑ دیا۔

فرماتی ہیں کہ میں ابھی اسی حال میں تھی کہ اچانک مجھے اپنے سینے پر کسی ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھا تو وہ ڈول تھا میں نے اسے پکڑ لیا اور اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا پھر وہ ڈول میرے ہاتھ سے نکل گیا اور اٹھالیا گیا۔ پھر واپس لوٹا یا گیا تو میں نے دوبارہ پانی پی لیا اور دوبارہ وہ ڈول مجھ سے چھڑا لیا گیا۔ تیسری بار بھی ایسے ہی ہوا اور پھر وہ ڈول میرے پاس چھوڑ دیا گیا اور میں نے اس سے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور سارے بدن اور کپڑوں پر بھی پانی بہا لیا۔

جب وہ لوگ بیدار ہوئے تو انہوں نے مجھ پر پانی کے اثرات اور رچھڑے کی تروتازگی دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے تم نے خود کو کھول کر ہمارے ہی مشکیزوں سے پانی پی

لیا ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تمہارا پانی نہیں پیا اور پھر ان کو سارے کہہ سنایا۔ انہوں نے کہا اگر تم سچی ہو تو پھر تمہارا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ جب انہوں نے اپنے مشکیزے دیکھے تو وہ بالکل اسی طرح تھے جیسے انہوں نے چھوڑے تھے۔ یہ دیکھ کر سب کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور بغیر مہر کے نکاح کی پیشکش کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور خلوت بھی فرمائی۔ (ابن سعد، ج ۸ ص ۱۷۹)

ابن قتیبہ نے معارف میں نقل کیا ہے کہ جس عورت نے خود کو آپ ﷺ کے نکاح کے لئے پیش کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھیں۔ (معارف ابن قتیبہ، ص ۶۴)

ام شریک رضی اللہ عنہا کا گھی

حضرت بکر بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن مختار نے محمد بن ابی لیلیٰ، ابو الزبیر، جابر کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک توشہ دان تھا جس میں گھی رکھ کر میں آپ ﷺ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھی۔ ایک دن ان کے بچوں نے ان سے گھی مانگا تو گھر میں گھی نہیں تھا جب انہوں نے توشہ دان میں دیکھا تو بہت زیادہ تھا۔ انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا لیا اور بچوں کو دے دیا یہ گھی ان کے پاس کافی عرصہ تک رہا۔ پھر ایک دن انہوں نے پورا تو شہ دان الٹا دیا جس کی وجہ سے گھی ختم ہو گیا انہوں نے جا کر آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا اس کو پورا الٹ دیا تھا؟ اور فرمایا اگر تم اس کو نہ الٹیں تو ایک طویل زمانہ تک تمہارے پاس وہ گھی رہتا۔ (ابن سعد، ج ۶ ص ۱۸۱)

(۲) خولہ بنت ہذیل رضی اللہ عنہا

نسب کبیر علامہ جرجانی کی تصریح کے مطابق دوسری عورت خولہ بنت ہذیل بن ہمیرہ بن قبیصہ بن الحارث ہیں ان سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔ لیکن آپ ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ان کی وفات ہو گئی۔ ابن سعد نے ان کا نسب

بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ خولہ بنت ہذیل بن ہبیرہ بن قبیصہ بن حارث بن حبیب بن حرفہ ابن ثعلبہ بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب۔ ان کی والدہ کا نام خلیفہ بنت فروہ تھا۔

(۳) عمرہ بنت یزید بن عبیدہ رضی اللہ عنہا

تیسری خاتون جن سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا لیکن آپ ﷺ نے خلوت نہیں فرمائی عمرہ بنت یزید بن عبیدہ بن الجون الکلابیہ ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے نسب میں الجون کے بجائے اوس بن کلاب نقل کیا ہے اسی کو علامہ ابن عبد البر نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسد الغابہ میں ان کا نسب عمرہ بنت یزید بن عبید بن رواح بن کلاب الکلابیہ لکھا ہے۔ (اسد الغابہ ۷۰/۲۰۵)

ان سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا اور جب خلوت میں انہیں آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر اپنی بد قسمتی کو آواز دیتے ہوئے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہت خوب تم نے ایسی ذات سے پناہ مانگی ہے جس کی پناہ ملتی بھی ہے اور پھر آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کو بطور متعہ تین کپڑے دیدو۔

واقعہ کی تصحیح

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔ حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بنو سلیم کی ایک عورت کا ہے۔ اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اسماء بنت نعمان بن الجون کا ہے۔ اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عمرہ کے والد نے آپ ﷺ کے سامنے اس کی بہت سی صفات گنوائیں اور کہا کہ ایک وصف اس میں بطور خاص دیکھا گیا ہے کہ یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں اور پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دیدی۔

(۳) اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا

چوتھی خاتون اسماء بنت نعمان بن الجون بن شراحیل ہیں اور بعض کے نزدیک بنت نعمان بن الاسود بن الحارث بن شراحیل ہیں جن کا تعلق بنو کنندہ سے ہے تمام اہل علم حضرات کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے شادی کی تھی، البتہ ان کے فراق کے واقعہ میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ اسماء قتادہ و ابو قتادہ و ابو سعیدہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان کو بلایا تو انہوں نے کہا بلکہ آپ ﷺ خود میرے پاس آجائیے۔ اور خود دیکھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔

اور بعض حضرات کی تصریح کے مطابق اس نے کہا تھا کہ میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ایک ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے کہ جس کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مجھ سے پناہ دے دی ہے۔ (آپ ﷺ سے ان کا نکاح ۵ ماہ و ۱۰ روز بعد ہوا تھا اور سن ۶۰ھ میں ان کی وفات ہوئی)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب بنت جون کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا تو آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے تو اس نے کہا ”اعوذ باللہ منک“ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بڑی عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے تجھے پناہ ہی پناہ دینے گھر چلی جا۔

نیز یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ کی بعض ازواج نے اسے یہ سکھایا تھا کہ یہ بہت ہی حسین و جمیل تھیں نہیں خطرہ لاحق ہوا کہیں یہ غلبہ نہ پا جائے اس کا راستہ صاف کر دو۔ چنانچہ ان سے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ پسند ہے کہ جب آپ ﷺ تمہارے قریب تشریف لائے تو تم کہنا ”اعوذ باللہ منک“ لہذا انہوں نے سمجھائے گئے طریقہ پر کہہ دیا جس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیکر گھر بھیج دیا۔ بعد میں یہ خود اپنے آپ کو شقیہ (بد بخت) کہتی تھیں۔

حضرت جبر جانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان سے کہا گیا اگر تم آپ ﷺ پاس کچھ وقعت چاہتی ہو تو ان سے اللہ کی پناہ مانگنا، انہوں نے ایسے ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ہی اس سے پھیر دیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اہلخانہ کے پاس چلی جاؤ۔ (بخاری، ج ۷ ص ۵۳)

اسماء کا دوسرا نکاح

اس کے بعد حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ (مہاجر بن امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مرہ بن مخزوم قریشی مخزومی یہ حضرت ام سلمہ کے بھائی تھے۔ اسد الغابہ، ج ۵ ص ۲۷۷) نے ان سے نکاح کیا۔ اس موقع پر (چونکہ اسماء بنت نعمان کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا تھا اس لئے یہ آپ کی زوجہ ٹھہری تھیں اور ازواج نبی کا حکم عامۃ المسلمین کے لئے یہ ہے کہ نبی کے بعد وہ کسی کے لئے حلال نہیں اس لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حد لگانے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے خلوت نہیں فرمائی اور پھر گواہ بھی قائم کر دیئے۔ حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح حضرت قیس بن مشکوح سے ہوا۔

حضرت ابو الیقظان امام قصبہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ تم اپنے کو بطور رحہ میرے سامنے پیش کرو۔ تو اسماء نے کہا کیا کبھی کوئی شہزادی بھی اپنے کو کسی عام آدمی کے لئے پیش کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھنا چاہا تا کہ اگر اس پر کسی شیطان وغیرہ کا اثر ہو تو ختم ہو جائے۔ اس نے فوراً عوذ بآلہ اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں پناہ دے دی گئی اور پھر مطلقہ غیر مدخول بھا کا متعہ دیکر گھر روانہ فرما دیا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پناہ مانگنے والی عورت کوئی اور تھیں۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی امکان ہے کہ ایسا واقعہ دو عورتوں کا ہو۔ (ابن سعد، ج ۷ ص ۱۶۵)

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے امام زہری کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنی الجون کی لڑکی کو مرض برص کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ بنو کندہ کی عورت کے بارے میں بکثرت اختلاف پایا جاتا ہے بعض اس کا نام امیہ اور بعض امامہ ذکر کرتے ہیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے ایسا کیوں کیا؟

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن محمد، ابی العسلی، حمزہ بن ابی اسید ساعدی کی سند سے روایت نقل کی ہے وہ اپنے والد سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اسماء بنت نعمان الجونیہ سے نکاح کیا تو انہیں لانے کے لئے مجھے بھیجا میں نے لے کر حاضر ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کو مہندی لگا دو اور میں اس کو کنگھی کر دیتی ہوں۔ پھر اس سے دونوں میں سے کسی ایک نے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ پسند ہے کہ جب آپ کے پاس بیوی آئے تو کہے اعود باللہ منک۔ چنانچہ جب یہ آپ ﷺ کے پاس آئیں تو خلوت میں جب آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو کہا اعود باللہ منک۔ آپ ﷺ نے یہ سنتے ہی اس سے اپنا چہرہ مبارک بازو سے چھپا کر اس سے پردہ کر لیا اور تین مرتبہ فرمایا عذت بمعاذ عذت بمعاذ حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا اس کو اس کے گھر چھوڑ آؤ اور بطور متعہ دو کپڑے بھی دے دینا بعد میں یہ کہا کرتی تھی مجھے شقیہ کہہ کر پکارا کرو۔

کیا اسماء رضی اللہ عنہا نے زندگی بھر شادی نہ کی

حضرت عباس بن اہل حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب میں اسماء رضی اللہ عنہا کے قبیلہ والوں کے پاس گیا تو وہ لوگ اس کے پاس جمع تھے اور اس کو کہہ رہے تھے کہ تو بالکل منحوس ہے یہ تو نے کیا تماشا کر دیا

ہے؟ انہوں نے کہا مجھے دھوکہ دیا گیا تھا اور پھر اس کو مزید طعنہ دیئے جا رہے تھے۔ پھر ان کو قبیلہ کے لوگوں نے بطور تعزیریں کہا تو نے ہمارے سارے عرب میں اچھی شہرت قائم کی ہے۔

پھر وہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا اسید اب تک جو ہوا سو ہوا تم بھی اچھی طرح جانتے ہو، بتاؤ اب میں کیا کروں؟ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھر میں اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور باپردہ رہو سوائے اپنے محرم کے کسی کے سامنے مت جانا۔ اور یہ بات پہلے باندھ لو کہ آپ ﷺ کے ٹھکرا دینے کے بعد اب تم میں کسی کو کوئی لالچ یا چاہت نہیں ہوگی کہ تم اگر آپ ﷺ کے نکاح میں ہوتی تو امہات المؤمنین میں سے ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہیں سے کوئی رشتہ ناٹھ نہ آیا اور بغیر محارم کے کسی نے اسے نہ دیکھا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نجد کے قریب ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسماء بنت نعمان سے مہاجر بن ابی امیہ نے بعد میں نکاح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا مجھے کبھی پردہ نہیں کرایا گیا نہ مجھے ام المؤمنین کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ ترک کر دیا۔

(۵) ملکہ لیشیہ رضی اللہ عنہا

پانچویں خاتون بنو لیت کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح بھی آپ ﷺ سے ہوا لیکن خلوت سے پہلے ہی آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ حضرت ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کے متعلق نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا جیسی لی نفسک جیسا کہ پہلے بھی گزرا ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی اور آپ ﷺ نے طلاق دے دی۔ علامہ فضاہلی نے نقل کیا کہ ان سے خلوت بھی ہوئی اور آپ ﷺ کے نکاح میں ہی تھیں کہ ان کا

ملیکہ رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ایک روایت

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے محمد بن عمر بن ابی معشر کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ملیکہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا (یہ انتہائی حسین و جمیل اور خوب رو عورت تھیں) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور کہا تمہیں شرم نہیں آئی تم نے اپنے باپ کے قاتل سے کیسے نکاح کر لیا؟ انہیں اس بات پر بڑی غیرت آئی اور جب آپ ﷺ ان کے پاس آئے تو انہوں نے پناہ چاہ لی۔ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔

یہ جب ان کے قبیلہ والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جو کچھ بھی کیا وہ جھوٹی بچی ہے جس کی اپنی کوئی رائے نہیں۔ پھر اسے دھوکہ بھی دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ یہ سب درگزر فرما کر اس سے رجوع فرمائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں اسی کے کسی قریبی رشتہ دار سے ہم اس کی شادی کر دیں آپ ﷺ نے اجازت دے دی جس کے بعد ان کا نکاح عذری سے ہی کر دیا گیا۔ ان کے والد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مکہ کے قریب خدمہ نامی جگہ میں فتح مکہ کے دن قتل کیا تھا۔ (الاصابة، ج ۸ ص ۱۶۳)

(۶) فاطمہ بنت ضحاک رضی اللہ عنہا

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ۱۰ روایت نقل کی ہے کہ چھٹی خاتون جن سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا تھا وہ فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان الکلابی ہے۔ جب آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد ان سے آپ ﷺ

کا نکاح ہوا، پھر جب آیت تحخیر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں اختیار دے دیا۔ انہوں نے دنیا کو اختیار کیا تو آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ بعد میں یہ گوہر چنا کرتی تھی اور خود کہا کرتی میں وہ بد بخت ہوں جس نے دنیا کو اختیار کر لیا۔

آیت تحخیر کے وقت ان کے سلسلے میں اختلاف

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ امام زہری رحمہ اللہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو انہی سے ابتدا کی، انہوں نے اللہ و رسول کو اختیار کیا اور دوسری تمام ازواج کی موافقت کی۔

حضرت قتادہ و عکرمہ فرماتے ہیں کہ آیت تحخیر کے وقت آپ ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں اور آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو سب آپ کے نکاح میں تھیں۔

منقول ہے کہ ضحاک بن سفیان نے آکر آپ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ! آپ میری بیٹی سے شادی کر لیں اور کہا کہ یہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری بیٹی سے شادی کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے آٹھویں سال ان کی بیٹی (فاطمہ) سے شادی کی تھی۔

واللہ اعلم بالصواب (سیرت ابن ہشام، ج ۴ ص ۲۲۔ الاصابہ، ج ۳ ص ۶۴)

(۷) غالیہ بنت ظبیان رضی اللہ عنہا

ساتویں خاتون کا نام غالیہ یا عالیہ بنت ظبیان بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہا کلابیہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے بھی نکاح فرمایا اور کچھ عرصہ تک آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں پھر آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی۔ علامہ ابن عبد البر کے علاوہ شاید ہی کسی نے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں انہیں جب آپ ﷺ کے پاس بھیجا گیا آپ ﷺ نے اس وقت طلاق دے دی تھی۔ عبد الرزاق نے لکھا ہے کہ ازواج نبی کا نکاح عام لوگوں سے حرام ہونے سے قبل انہوں نے شادی کر لی

(۸) قتیلہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

آٹھویں خاتون قتیلہ بنت قیس بن معدی کرب کندیز ہیں۔ یہ اشعث بن قیس الکندی کی ہمیشہ ہیں۔ انہیں قیلہ اور قبیلہ بھی کہا گیا ہے۔ ان سے آپ ﷺ نے دس ہجری میں شادی کی اور ان کی آمد بھی اپنے آبائی وطن حضرموت سے نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ میں آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے دو ماہ قبل ان سے نکاح کیا تھا۔ (الاستیعاب ۱/۱۹۰۳)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اختیار و یدیا جائے چاہیں تو پردہ کر لیں اور امہات المؤمنین میں شمار ہو جائیں۔ اور چاہیں تو جدائی اختیار کر کے جس سے طبیعت موافق ہو نکاح کر لیں۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نکاح

چنانچہ انہوں نے جدائی اختیار کر لی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے حضرموت میں ہی ان کی شادی ہوئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب ان کے متعلق معلوم ہوا تو فرمایا میں اس عورت کا گھر تک جلاؤالوں گا اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا مت کیجئے یہ امہات المؤمنین میں سے نہیں ہیں کیونکہ نہ تو ان کی آپ ﷺ سے خلوت ہوئی اور نہ ہی اس شان کا حجاب ان پر لازم ہے۔

اہل علم کا ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ان کے متعلق آپ ﷺ نے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ جب انکا بھائی مرثد ہوا تو انہوں نے بھی امداد اختیار کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سزا دینا چاہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو مرثدہ ہے یہ امہات المؤمنین میں سے نہیں ہے۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی نے نبی کریم ﷺ سے ان کا نکاح

کرایا تھا پھر یہ ابھی وہاں سے آئی نہیں تھیں کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد پیدا نہ ہو سکی ان کے متعلق روایات مختلف ہیں۔

اشعث اور فتیلہ کے مرتد ہونے کی روایت

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب اسماء بنت نعمان نے نبی ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ کے چہرے پر غضب کے اثر نمایاں نظر آ رہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اشعث بن قیس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ پر خیر نازل فرمائے آپ کا نکاح میں ایسی عورت سے نہ کرادوں جو حسن و جمال اور حسب نسب میں اس سے بھی بڑھ کر ہو؟ آپ ﷺ نے پوچھا کون؟ اس نے کہا میری بہن فتیلہ سے آپ نکاح کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔

اشعث نکاح کے بعد اپنے وطن حضرموت لوٹ گئے تاکہ اپنی ہمشیرہ کو لے کر آئیں جب مدینہ کے لئے واپس اپنی بہن کو لیکر روانہ ہوئے ابھی راستہ میں تھے کہ انہیں آپ ﷺ کے وصال کی خبر ملی انہوں نے وہیں سے اپنی ہمشیرہ کو واپس اپنے وطن لوٹا دیا۔ اور خود بھی مرتد ہو گئے اور بہن بھی مرتد ہو گئی۔ اور چونکہ مرتد ہونے سے آپ ﷺ کے ساتھ جو نکاح ہوا تھا وہ بھی فاسد ہو گیا پھر انہوں نے قیس بن مکشوح سے شادی کر لی تھی۔ (طبقات ابن سعد ۸ / ۱۶۹)

حضرت معطل بن اسد فرماتے ہیں کہ ہم سے وہیب نے حضرت داؤد بن ابی ہند کی سند سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے وفات سے قبل بنو کنندہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی جسے تھیلہ کہا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو وہ بھی اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہو گئی۔ پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کی، جس وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بڑا شدید غصہ آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے خلیفہ رسول یہ عورت ازواج مطہرات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ نے اسے اختیار دیا نہ اس پر پردہ لازم کیا گیا۔ پھر مستزاد یہ کہ اس نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر جوارتہ اور اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اب مکمل طور پر اسلام سے آزاد کر دیا ہے۔

قتیلہ سے شادی نہ ہونے کی روایت

محمد بن عمر نے ابی الزناد ابو الخصب، ہشام بن عروہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے آپ ﷺ نے قتیلہ سے شادی نہیں کی اور نہ ہی کندیہ سے شادی کی۔ البتہ بنو الجون کی ایک عورت سے شادی کی تھی لیکن آپ ﷺ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دیدی۔ (طبقات ابن سعد)

(۹) سناء بنت اسماء بنت صلت سلمیہ رضی اللہ عنہا

نویں عورت سناء بنت اسماء بنت صلت سلمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان سے بھی نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا تھا لیکن خلوت سے قبل ہی آپ ﷺ وفات پا گئے۔ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خلوت سے قبل آپ ﷺ نے انہیں طلاق دیدی تھی۔

نسب کا بیان

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کا نسب مندرجہ ذیل بیان کیا ہے سہایا سناء بنت صلت بن حبیب بن حارث بن ہلال بن مال عوف سلمی حضرت ہشام بن محمد بن سائب کلبی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حازم سلمی کے قبیلہ کے ایک آدمی نے مجھے بیان کیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سناء بنت صلت بن حبیب سلمیہ سے شادی کی لیکن خلوت سے قبل ہی آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

جدائی ہونے کی وجہ

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن عبداللہ الوصافی نے

عبداللہ بن عمر لیشی کی سند سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس قبیلہ بنو سلیم کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک بیٹی ہے پھر اس نے بیٹی کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں سوائے آپ کے کسی اور سے اس کی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ ابھی آپ ﷺ اسی سوچ میں تھے کہ قبول کر لوں یا نہیں کہ اس نے کہا اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں تمہاری ایسی بیٹی کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمارے پاس اپنی تمام برائیاں ساتھ اٹھالائے۔ فرمایا ایسے مال میں کوئی بہتری نہیں جس سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہو اور ایسے بدن میں کوئی خیر نہیں جس سے کچھ لیا نہ گیا ہو۔ (الطبقات ۸ / ۱۷۲)

(۱۰) شرافہ بنت خلیفہ (حضرت وحیہ کلبی رحمہ اللہ کی بہن)

دوسری خاتون حضرت شرافہ بنت خلیفہ کلبیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے بھی آپ ﷺ کا نکاح ہوا تھا لیکن خلوت سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ طبقات ابن سعد میں ان کا نام شراف آیا ہے (اس میں آخر میں تاہ نہیں ہے)

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کا نسب یوں بیان کیا شراف بنت خلیفہ بن فروہ یہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ ہیں۔ حضرت ہشام بن محمد فرماتے ہیں کہ شرقی بنت قظامی فرماتے ہیں جب خولہ بنت ہذیل کی وفات ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ نے شراف بنت خلیفہ اخت وحیہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا لیکن خلوت نہ فرمائی۔

حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں ہم سے ثوری نے جابر، عبدالرحمن کی سند سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے بنو کلب کی ایک عورت کو پیغام نکاح دیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر گئیں اور دیکھ کر آگئیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! تمہیں وہ عورت دیکھنے کے لئے بھیجا تھا تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس میں کوئی فائدہ کی چیز نظر نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ تم نے بہت کچھ دیکھا تھا اور سب

مفید ہی تھا یا دیکرو جب تم نے اس کے چہرے کے گال پر کال لگایا تو دیکھا تھا تو تمہیں اس کا اضطراب جسم کے رونگٹے کیوں کھڑے ہو گئے تھے؟ اگر وہ بے فائدہ تھا تو تمہیں اتنا اضطراب کیوں لاحق ہوا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی گفتگو سن کر سمجھ گئی کہ آپ ﷺ پر سب کچھ منکشف ہے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کوئی ایسا راز ہے جو آپ پر منکشف نہ ہو؟

(۱۱) لیلیٰ بنت حکیم رضی اللہ عنہا

گیارہویں خاتون لیلیٰ بنت حکیم انصاریہ اوسہ ہیں۔ حضرت احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کی۔ اور یہ آپ ﷺ کی ازواج میں شمار ہوئیں علامہ ابوسعید فرماتے ہیں لیلیٰ سے آپ ﷺ نے نکاح کیا تھا لیکن یہ بہت غیور تھیں انہوں نے اقبال طلب کیا تو آپ ﷺ نے انہیں رخصت کر دیا۔ بعد میں انہیں بھیڑیے نے کھالیا تھا۔

لیلیٰ رضی اللہ عنہا کا نسب

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کا نسب مندرجہ ذیل طریقہ پر نقل کیا ہے: لیلیٰ بنت عظیم، اخت قیس بن عظیم بن عدی بن عمرو بنت سواد بن ظفر الحارث بن الخزرج۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۱۷۳)

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے والد، عن ابی صالح کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن لیلیٰ بنت عظیم نبی پاک ﷺ کے پاس آئیں، جبکہ آپ ﷺ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پیٹھ کی جانب سے آکر آپ ﷺ کے شانہ مبارک پر ہاتھ مارا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”من هذا اكله الاسد؟“ یعنی یہ کون ہے ان کو شیر کھا جائے“ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ یہ کلام عموماً ایسے مواقع پر ارشاد فرمادیتے تھے۔

انہوں نے بطور فخر اپنی کچھ صفات کا تذکرہ کیا جن سے ان کی شجاعت اور

سفاوت کی طرف اشارہ تھا یعنی میں وہ عورت ہوں جو اپنے دشمنوں کو ہنس نہس کرے رکھ دے جن کو پرندے آ کر اپنی خوراک بنالیں۔ اور سفاوت ایسی کہ جس طرح ہوا ہر ایک کے پاس پہنچتی ہے اس طرح میری سفاوت ہر ایک کو پہنچتی ہے۔ اس عورت نے کہا تھا: ”انا بنت مطعم الطیر و مباداة الريح“ یہ جملہ اہل عرب کے ہاں کسی کی شجاعت و سفاوت کے اظہار کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اپنی کچھ تعریفیں ذکر کرنے کے بعد اپنا ذاتی تعارف پیش کرتے ہوئے کہا میں عظیم کی بیٹی لیلیٰ ہوں، میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں تاکہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارا نکاح قبول ہے۔

اس کے بعد اس نے جا کر اپنی قوم میں یہ خبر دی کہ مجھے آپ ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرمایا ہے۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے کہا یہ تو نے بہت برا کیا جو نبی پاک ﷺ سے نکاح کر لیا کیونکہ تو ایک بہت ہی غیور خاتون ہے اور آپ ﷺ کے پاس دوسری بیویاں بھی ہیں، تو کہاں انہیں برداشت کر سکے گی؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی موقع پر تو نبی پاک ﷺ کو اذیت دے جائے گی اور تیرے حق میں آپ ﷺ سے بدعایہ کلمات صادر ہو گئے تو تیرا کچھ نہ رہے گا۔ تو جا کر ان سے اقالہ کر لے۔ اس عورت نے بھی اپنے دماغ سے کچھ نہ سوچا اور سیدھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اقالہ کرنا چاہتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارا اقالہ قبول کر لیا۔ (طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۱۷۳، یہ لیلیٰ انصار میں سے بیت کرنے والی پہلی خواتین میں سے تھیں۔ الاصابہ، ج ۸ ص ۱۰۴) اس کے بعد یہ واپس چلی گئی اور حضرت معبود بن اوس سے ان کا نکاح ہوا اور انہیں سے اولاد ہوئی۔

چونکہ ایک موقع پر ان سے گستاخی ہو گئی تھی کہ انہوں نے پیچھے سے آ کر آپ ﷺ کے کندھوں پر ہاتھ مارا تھا جو کہ کسی درجہ میں سوء ادب بھی تھا تو آپ ﷺ نے فرما دیا تھا کہ اس کو شیر کھائے۔ اتفاق سے ایک دن مدینہ کے کسی باغ میں یہ غسل کر رہی تھی کہ اچانک ایک بھیڑ یا اس باغ میں آدھکا اور اس پر جھپٹ پڑا اور اس کو

بری طرح زخمی کر کے رکھ دیا جب انہیں کسی نے ایکھا تو یہ زخموں کی تاب نہ لا کر
ہوئے دم توڑ چکی تھی۔ ہر چند کہ آپ ﷺ نے مقصود ہی طور پر ان کے لئے بدعنائی کی
تھی، بلکہ بطور تمبیہ کا یہ یہ جملہ آپ ﷺ سے صادر ہوا تھا لیکن چونکہ آپ ﷺ مستجاب
الذکر، تھے تو یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ واللہ اعلم

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام سے محمد بن عمر نے عبد اللہ بن جعفر
ابن ابی عوف انصاری کی سند سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ لیلیٰ بنت ظہیم نے خود آپ
ﷺ پر اپنے کو نکاح کے لئے پیش کیا اور آپ ﷺ نے اسے قبول فرما لیا۔ نیز دیگر
بہت سی عورتوں نے بھی اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کیا مگر نہیں سنا گیا کہ آپ
ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول فرمایا ہو۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کے طریق سے نقل کیا
ہے وہ فرماتے ہیں کہ لیلیٰ بنت ظہیم میں ایک بری عادت یہ تھی کہ یہ اکھڑ مزاج ہونے
کی وجہ سے اپنے شوہر پر غالب رہا کرتی تھی اور مستزاد یہ کہ اس کے اخلاق انتہائی
خراب تھے۔

اس نے ایک دفعہ یہ کیا کہ میں اللہ کی قسم آپ ﷺ کو قبیلہ انصار میں کسی سے
شادی نہ کرنے دوں گی، اور جا کر خود آپ ﷺ کو نکاح کی پیشکش کروں گی۔ چنانچہ
ایک دفعہ آپ ﷺ کسی صحابی کے ساتھ کھڑے ہوئے گفتگو فرما رہے تھے کہ یہ آپ
ﷺ کے قریب آئیں۔ چونکہ آپ ﷺ کو انہماک اس صحابی کی طرف تھا ان کی
طرف متوجہ نہ تھے تو انہوں نے آکر آپ ﷺ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ آپ ﷺ
نے فرمایا کون ہے اس کو شیر کھا جائے؟

انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی بنی
ہوں "قلندوہیت نفسی لک" آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں قبول کر لیا اور
اب تم واپس چلی جاؤ حتیٰ کہ میرا تمہیں پیچھا نہ پہنچ جائے۔ اس نے سکر اپنے قبیلہ وادوا
کو بتایا تو انہوں نے کہا تو ایک بے سہر عورت ہے تو سونکوں کو برداشت نہیں کر سکے

گی۔ جبکہ نبی پاک ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرما رکھی ہے کہ جتنے نکاح کرنے چاہیں آپ کو اجازت ہے۔

یہ پھر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! آپ کے لئے عورتیں حلال ہیں اور میں ایک زبان دراز اور ناشزہ عورت ہوں۔ میں سوکنوں کو برداشت نہیں کر سکتی آپ اقالہ فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اقالہ کر دیا۔

(۱۲) قبیلہ غفار کی ایک خاتون

بارہویں خاتون بنو غفار کے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح بھی آپ ﷺ سے ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں برص کے وجہ دیکھے تو انہیں طلاق دے کر بھیج دیا اور جو کچھ انہیں دیا تھا واپس نہ لیا۔

مسند احمد (۲/۳۹۳) پر ہے رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور جب آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور بستر پر تشریف فرما ہوئے تو اس کے پہلو میں برص کے نشان تھے تو آپ ﷺ بستر سے اٹھ گئے اور انہیں کہہ دیا کہ اپنے کپڑے وغیرہ لے لو۔ اور جو کچھ دیا تھا واپس نہ لیا۔

یہ مذکورہ بالا ازواج مطہرات کا بیان گزرا۔ ان میں سے بعض سے آپ ﷺ نے حیات ہی میں جدائی اختیار فرمائی تھی۔ البتہ اس مذکورہ فصل میں ان عورتوں کا تذکرہ ہوا جن سے قبل الدخول آپ ﷺ نے جدائی اختیار فرمائی تھی جیسا کہ ابھی بھی گزرا۔ اعداد و شمار کے اعتبار سے کل ازواج جن سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا تھا ان کی تعداد تیس (۲۳) ہے۔

اور دخول سے قبل جن عورتوں کا انتقال آپ ﷺ کی حیات میں ہوا۔ وہ حضرت جدیہ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ اور دوسری بنت ہذیل ہیں۔ البتہ بنت ملیکہ اور سنا کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کی حیات ہی میں ان کا بھی انتقال ہوا۔

ابنہ ان دونوں سے آپ ﷺ کی خلوت نہ ہوئی۔

اور خلوت کے بعد جن عورتوں سے جدائی واقع ہوئی وہ بنت ضحاک، بنت
خلیبان، ثعلبہ، عمرو، اسامہ اور بنو غفار کی ایک عورت تھی۔ ابنہ حضرت ام شریک رضی اللہ
عنها کی خلوت کے متعلق اختلاف ہے۔ بہر حال جدائی ان سے بھی فرمائی تھی۔

جس عورت نے آپ ﷺ سے اقالہ طلب کیا تھا اس کا حال بھی مجہول ہی رہا۔
سات بیویں سے آپ ﷺ نے بالانفاق جدائی اختیار فرمائی اور دو کے
متعلق اختلاف ہے۔

آپ ﷺ کی حیات سہار کہ جس جن بیویوں کا انتقال ہوا ان کی تعداد چار ہے۔
جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو دس بیویاں آپ کے خارج میں تھیں ان میں
سے ایک سے خلوت نہ ہوئی تھی۔



﴿چوتھا باب﴾

ان خواتین کا ذکر جنہیں

رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا

(۱) جمرہ بنت الحارث

مردی ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ منجملہ ایک عورت قبیلہ بنو مرد بن عوف کی جمرہ بنت الحارث ہے۔ حضرت ابولہبؓ ان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا کہ میری بیٹی کو برص کی بیماری ہے حالانکہ برص وغیرہ کچھ نہ تھا، جھوٹ بول رہا تھا۔ جب گھر آکر بیٹی کو دیکھ تو واقعتاً برص تھا۔

(۲) سودہ رضی اللہ عنہا نامی قریشی خاتون

ایک اور عورت کا نام ذکر کیا جاتا ہے یہ خاندان قریش کی عورت تھی جسے سودہ کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو بھی نکاح کا پیغام بھیجا اس کے بچے بھی تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے یہ بچو نے چھوٹے بچے ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ آپ کے سر پر روٹنے چلا تے رہیں گے جس سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی اور ترک فرمادیا۔

(۳) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمطلب بن قصی۔ ان کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت ہشام کلبی نے بعد بھی ان کا نام ذکر کیا ہے۔ اور ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہشام بن عبدمناف بن قصی ہیں۔

ابو طالب کی طرف سے آپ کے پیغام پر دوسرے کو ترجیح

اور اس کی وجہ

ملا صدیق سعدیہؓ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر سید ہشام بن محمد کلبی نے حضرت ابو

صالح کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قبل از نبوت اپنے چچا ابوطالب کو ام ہانی کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ اور دوسری طرف سے قبیلہ بنو مخزوم کے شخص ہبیرہ بن ابی وہب نے بھی ام ہانی کے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ آپ ﷺ کے چچا نے ہبیرہ سے ام ہانی کا نکاح کرادیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے چچا آپ نے ہبیرہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ ابوطالب نے کہا بھتیجے درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم نے اس سے قبل بنو مخزوم میں شادیاں کر رکھی ہیں۔ اب ان کی طرف سے ہماری بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام آیا تھا شرافت کا تقاضا یہی تھا کہ ہم انکار نہ کرتے ”والکرمیم یکافی الکرمیم“ معزز شخص ہی معزز کو بدلہ دیتا ہے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دوبارہ پیغام

ابوطالب نے ہبیرہ سے نکاح تو کرادیا لیکن بعد میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا جس کی وجہ سے ان کے درمیان فرقت ہو گئی۔ اب آپ ﷺ نے دوبارہ ام ہانی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس پر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ”واللہ انی کنت لاحک فی الجاہلیۃ و کیف فی الاسلام“ یعنی میں تو آپ ﷺ سے جاہلیت میں شدید محبت کرتی تھی اور اب تو میں اسلام میں داخل ہو چکی ہوں اب پہلے سے زیادہ محبت ہے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں اب بال بچے دار عورت ہوں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے بچوں کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں جو اونٹ پر سوار ہوتی ہیں اور اپنے بچوں پر نہایت شفقت اور شوہر کے معاملے میں انتہائی مخلص ہیں۔

ہمیں ابن نمیر نے اسماعیل بن ابی خالد کے طریق سے بیان کیا کہ حضرت

عاصر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پہلا بھیج دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں اور شوہر کا حق بڑا عظیم ہوتا ہے مجھے شدید خطرہ ہے کہ میں آپ کو قبول کر کے اپنی اولاد کی وجہ سے آپ کی حق تلفی نہ کر جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں جو اونٹ پر سو رہی ہیں اور اپنے بچوں پر بہت شفیق اور شوہر کے معاملے میں نہایت مخلص ہوتی ہیں۔

میں جنان بن نصر نے اسود بن شیبان کے طریق سے یہ لیا کیا کہ حضرت نوفل بن ابی عقیب فرماتے ہیں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور انہیں اپنے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے سے بچے ہیں ایک یہ لپٹا ہوا ہے اور یہ دوسرا دودھ پیتا ہے ان کا کیا کروں؟

پھر آپ ﷺ نے چہنئے کے لئے کچھ طلب کیا تو آپ ﷺ کو دودھ پیش کیا گیا آپ ﷺ نے نوش فرمایا جو کچھ تھوڑا سا بچا ہوا تھا وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دیدیا انہوں نے پی لیا اور کہا یا رسول اللہ! میرا دودھ تمہارے لئے بھر بھی پی لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا آپ کا بچا ہوا تھا اس لئے میں نے پی لیا کیونکہ آپ کا جھوٹا پانی اسکی وجہ کے سبب نہیں چھوڑ سکتی تھی جس کی مجھے خود قدرت نہیں بنتا جس چیز پر مجھے قدرت تھی اسے میں نے اختیار کر لیا یعنی کہ نکاح کے معاملہ میں مجھے کوئی قدرت نہیں کیونکہ یہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کی بھی پرورش مجھے ہی کرنی ہے ان کی وجہ سے میں آپ ﷺ سے نکاح نہیں کر سکتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر میں آپ ﷺ سے شادی نہیں کر سکتی تو آپ ﷺ کا پس خورہ بھی نہ ہوں۔ پتا نچہ آپ ﷺ کا بچا ہوا دودھ پینے کے لئے مجھے کوئی رکاوٹ نہ تھی بلکہ میری قدرت میں تھا میں نے وہ پی لیا، لیکن مطلب ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے قول "لنم اکن لادعہ شفی لنم اکن القدر علیہ فلما قدرت علیہ شربہ"۔ آپ ﷺ نے فرمایا قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں کہ اونٹ پر

سواری کرتی ہیں اور اپنے بچوں پر انتہائی شفیق اور شوہر کے معاملے میں نہایت مخلص محبت رکھتی ہیں۔ فرمایا اگر مریم بنت عمران اونٹ پر سواری کرتیں تو میں اس سے افضل کسی کو نہ کہتا۔

حضرت ابوصالح ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عذر پیش کیا آپ ﷺ نے میرا عذر قبول فرمایا پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

إِنَّا أَخْلَلْنَا لَكَ أَرْوَاحَكَ النَّبِيُّ آتَيْتُ أُجُوزَهُنَّ.....

هَاجِرُونَ مَعَكَ (الاحزاب: ۵۰)

ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیئے ہیں حلال کر دی ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے لئے حلال نہ کی گئی اور میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت بھی نہ کی تھی بلکہ میں طلاق میں سے تھی۔ حضرت ابوصالح (مولیٰ ام ہانی) فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ام ہانی کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے بچے ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضرت ابوصالح فرماتے ہیں کہ جب بچے بڑے ہو گئے تو حضرت ام ہانی خود آپ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ ﷺ کو نکاح کی درخواست پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَخْلَلْنَا لَكَ أَرْوَاحَكَ النَّبِيُّ آتَيْتُ

أُجُوزَهُنَّ..... هَاجِرُونَ مَعَكَ (الاحزاب: ۵۰)

اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دیدیئے حلال کر دی ہیں۔

اور حضرت ام ہانی مہاجرہ نہیں تھیں۔ ہمیرہ سے ان کی اولاد: جعدہ، عمرہ،

یوسف، ہانی پیدا ہوئے۔

(۴) بنو نعیم کی صفیہ نامی خاتون

ان کا نام صفیہ ہے انہیں ایک فزودہ کے بعد گرفتار کیا گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ چاہو تو مجھ (نبی کریم ﷺ) سے نکاح کر لو اور چاہو تو اپنے شوہر سابق کے پاس چلی جاؤ۔ اس نے اپنے سابقہ شوہر کو اختیار کر لیا تو آپ ﷺ نے بھیج دیا۔ بعد میں قبیلہ بنو نعیم کے لوگوں نے بڑی حسرت ملامت کی۔

(۵) نامعلوم خاتون

اس عورت کا نام نہیں ذکر کیا جاتا مگر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا میں باپ سے مشورہ کر کے بتاؤں گی۔ انہوں نے باپ کو بتایا تو انہوں نے آپ ﷺ سے نکاح کی اجازت دے دی۔ یہ آپس اور نکاح کے لئے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: "لقد التحقنا لحالاً غیبوک" یعنی اب کسی اور سے معاملہ ہو چکا ہے۔

حضرت ابوصالح م ہانی رضی اللہ عنہا سے شہس کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کیا آپ ﷺ نے ان کا عذر قبول فرمایا پھر مندرجہ ذیل آیت کا نزول ہوا:

إِنَّا أَخْلَصْنَا لَكَ لِرَاوَاخَكَ أَلَيْسَ أَتَيْتُ أَجُوزَهُنَّ وَمَا
مَلَكَتْ يَمِينُكَ بِمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ
وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِ النَّبِيِّ
فَاجْزُونِ مَعَكُمْ وَأَمْرًا مُؤَبَّنَةً (الاحزاب: ۵۰)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں آپ ﷺ کے لئے حلال تھی کہ میں نے ہجرت نہ کی تھی بلکہ میں طلاقا میں سے تھی۔ (طلاق ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنہیں فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آزاد چھوڑ دیا تھا اور غلام نہ بنایا تھا اسی معنی پر

حدیث "الطلاق من قریش و العتقاء من ثقیف" منطبق ہوتی ہے۔

ام ہانی سے نکاح نہ ہونے کی وجہ

ایک دوسری روایت میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ کو منع کر دیا گیا کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی۔

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کے حق میں عام عورتوں کی حلت کے لئے ہجرت شرط تھی۔ یا آپ ﷺ کے رشتہ دار عورتوں کے حق میں حلت کے لئے ہجرت شرط تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ہجرت سے مراد قبول اسلام ہے اور مطلب یہ ہے کہ خاندان بنو ہاشم میں سے آپ ﷺ کے چچاؤں کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور خاندان بنو زہرہ میں سے آپ ﷺ کے ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیاں مراد ہیں کیونکہ والدہ کی طرف سے آپ ﷺ کا نہ کوئی ماموں تھا اور نہ کوئی خالہ تھی۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے والدین کی طرف سے آپ ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ علماء اہل حدیث اس کو اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

(۶) ضباعہ بنت عامر

ان کا نام ضباعہ بنت عامر بن سلمہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے والد کو ان کے متعلق نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا میں بیٹی سے مشورہ کروں گا۔ آپ ﷺ سے یہ بھی عرض کیا گیا کہ یہ تو عمر رسیدہ ہے۔ پھر جب ان کے والد اجازت لیکر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے سکوت فرمایا اور نکاح اس سے نہ کیا۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ضباعہ بنت عامر صوفیہ بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ان کو بہت سامان وراثت میں ملا۔ پھر ان کا نکاح عبداللہ بن جدعان صحابی سے ہوا۔ جب ان سے اولاد نہ ہوئی تو ان نے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ اس

نے انہیں طلاق دیدی۔ مگر بعد ہشام بن مغیرہ نے ان سے شادی کی۔ جس سے
سلطہ پیدا ہوئے۔ جو کہ نہایت پاکیزہ اخلاق کے حامل اور عین اسلام کا پیکر تھے۔

پھر جب ہشام کا انتقال ہو گیا تو اس وقت بھی ان پر حسن و جمال کی چمک
بخوبی ظاہر تھی پھر یہ عورت انہیں حیار دار ہونے کے ساتھ ساتھ پردہ کی سخت پابند
تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے سمہ بن ہشام کو ان کے نکاح کا یہ کام بھیجا سلمہ نے
کہا والدہ سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ مگر آپ کو اپنی والدہ سے کہا آپ کو حضور اکرم
ﷺ نے اپنے نکاح کا یہ کام مجھے دیا ہے انہوں نے کہا تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا
اندر سے مشورہ کروں گا۔ انہوں نے کہا نبی ﷺ کے لئے تم کیا مشورہ کرو گے
ہاؤ نکاح کر دو۔ انہوں نے سر عرض کیا تو آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔



﴿پانچواں باب﴾

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی
وجہ سے نکاح نہیں ہوا

جن خواتین سے شرعی ممانعت کی وجہ سے نکاح نہیں ہوا

چنانچہ ان میں پہلی عورت عمارہ بنت حمزہ تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے علی بن زید بن جہمان کی سند سے بیان کیا حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے چچا حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے جبکہ (حضرت سفیان کی روایت کے مطابق) وہ انتہائی خوبصورت لڑکی ہیں (اسماعیل بن ابیہم کی روایت کے مطابق) خاندان کی بہت ہی اچھی لڑکی ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے؟ یا یوں فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں حمزہ رضاعی بھائی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رضاءت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام قرار دیئے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

محمد بن عمر نے ابن ابی حنیبلہ، داؤد بن الحصین، عکرمہ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عمارہ بنت حمزہ (والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس) مکہ مکرمہ میں تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے چچا کی یتیم بیٹی کو ان مشرکین کے درمیان کس لیے چھوڑیں؟ اس کو بھی عدیت ساتھ لے چلتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور مکہ سے روانہ ہوئے آپ ﷺ نے بھی نہیں منع فرمایا۔ چونکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دھی تھے اس لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ

میں اس کی پرورش کروں گا کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے (بھائی اس لئے کہہ کر جب آپ ﷺ نے حضرات انصار مہاجرین کی درمیان مداخلت (بھائی چارہ) قائم کیا تھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا) جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ان کی گفتگو سنئی تو فرمایا میں اس کی بچی کی پرورش کا زیادہ حقدار ہوں کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم دونوں کس لئے لڑ رہے ہو اس کو مکہ سے میں نکل کر آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے لہذا اس کی پرورش و تربیت میں ہی کرونگا۔

نمارہ ہشت حمزہ رضی اللہ عنہما کی تولیت کا فیصلہ

حضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اللہ رسول کے ولی ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی تم میرے بھائی اور ساتھی ہو۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم طور اطور اور اخلاق میں میرے زیادہ مشابہ ہو اور فرمایا جعفر تم اس کے زیادہ حقدار ہو کہ تمہارے نکاح میں اس کی خالہ ہے فرمایا خالہ اور بھوپھی کے ہوتے ہوئے آدمی بھانجی اور بھینجی سے نکاح نہیں کر سکتا لہذا آپ ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ارد گرد خوشی سے جھومنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جعفر یہ کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بادشاہ نجاشی جب کسی سے خوش ہو کر تاتو اس کے آس پاس اسی طرح سے رقص کیا کرتا تھا۔

پھر ایک موقع پر آپ ﷺ سے کسی نے کہا آپ اس سے شادی کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کوڑے (ابولہب کی بیاندی) نے رودھ چلایا تھا اور آپ ﷺ کی رضاعی والدہ بھی تھیں) وہاں کہ: ہاں میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

ہے۔ ۱۰۔ الغالبہ میں لکھا ہے کہ ابن الاثیر نے اسی نام سے ان کی سوانح لکھی ہے۔ عمارہ کا ۲۴ م واقعہ لکھا ہے۔ (۲۱/۷)

پھر آپ ﷺ نے سلمہ بن ابی سلمہ مخزومی (سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے - جزا سے تھے ورہیل ام المومنین کے نکاح میں ولی بنے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح عمارہ سے کر کے بڑا دیا اور پھر اس کا اگلا بھی فرمایا۔ اسد الغنیمہ، ج ۲، ص ۲۹) سے ان کا نکاح کر دیا۔ (چونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر ان کا بھی بیٹا سلمہ ان کی طرف سے عقد نکاح کا ولی بنا تھا جس کے بعد آپ ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا) اور آپ ﷺ برابر فرما رہے تھے۔

ہل جزیت سلمہ؟

کیا میں نے سلمہ کے اس اچھے عمل کا صلہ دے دیا؟

(۲) دوسری خاتون عروہ بنت ابی سفیان (بعض جہن کا نام مزہ بنت ابی سفیان کیا ہے، انہیں جگر کہتے ہیں کہ ان دونوں اسموں میں سے ایک نام ان کا لقب ہے، الاصل سلمہ، ج ۸، ص ۲۰) ہیں انہیں ان کی بہن حضرت ام حبیبہ زوج النبی ﷺ نے آپ کے سامنے نکاح کے لئے پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں کیونکہ ان کی ہمیشہ خود میرے نکاح میں موجود ہے۔

﴿چھٹا باب﴾

ازواج رسول ﷺ کے

حجرات شریفہ

یعنی

مکانات شریف

حجرات شریفہ کا محل وقوع

حجرات شریفہ کا رقبہ

امہات المؤمنین کے حجرات کا تعارف

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے گھر

قرآن کریم میں امہات المؤمنین کے گھروں کا ذکر اس آیت میں آیا ہے:

وَقَوْنٌ فِي بُيُوتِكُنَّ (الاحزاب: ۳۳)

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔

امہات المؤمنین کے گھروں کا ان کی ازدواجی زندگی میں ایک اہم کردار ہے اس لئے ان گھروں کے اوصاف کا علم ہمارے لئے بہت ساری باتوں کے سامنے راستہ روشن کر دے گا اور بعض مبہم باتوں کی وضاحت بھی کرے گا۔

بیوت النبی ﷺ

آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا گھر مکہ مکرمہ میں تھا جہاں آپ ﷺ نے اپنی مبارک زندگی کے تریسٹھ سالوں میں سے تریپن ۵۳ سال بسر کیے۔ آپ ﷺ نے ہر پچیس سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور ان کے ساتھ ازدواجی زندگی کے پچیس سال گزارے۔ اسی مکان میں آپ ﷺ کے ہاں مشہور روایت کے مطابق دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سیدہ سودہ بنت زمعہ آپ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ اور ہجرت تک اسی گھر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ قیام پذیر رہیں (جبکہ سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ شادی کے بعد اپنے گھروں میں منتقل ہو گئی تھیں) اسی دوران آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا لیکن ان کی رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔

جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو یہ مکان عقیل بن ابی طالب کے قبضے میں آ گیا۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر یہاں مسجد تعمیر کر دی، مسجد کا آ۔ روازہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اس مکان

کی طرف بھی بنایا جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا "من دخل دار ابی سفیان فهو امن" جو ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو گیا اسے امن ہے۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں تعمیر و مرمت کا کام ہوتا رہا۔ علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں کہ ۱۳۶۸ھ میں شیخ عباس بن یوسف نے از سر نو تعمیر شروع کی جو ۱۳۷۰ھ کو پایہ تکمیل کو پہنچی اور اس میں حفظ قرآن کا مدرسہ جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو اہل بیت النبی ﷺ قرار دیکر ان کے مقدس گھروں کو قرآن و سنت کی نشر کا ہی قرار دیا ہے۔ "واذکرون ما یبئس فی بیوتکن من آیت اللہ و الحکمۃ" تو اس طرح آنحضرت ﷺ کا پہلا گھر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں مسجد میں تبدیل ہو کر دین کی نشر گاہ بن گیا۔

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی اور مسجد کے مشرقی جانب دو حجرے تعمیر کئے۔ ایک حجرے میں سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے ہمراہ مقیم ہوئیں۔ بعد میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محرم ۳ھ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہو گئی اور سیدہ سودہ اپنے حجرے میں تنہا رہ گئیں، دوسرے حجرے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے بعد رہائش اختیار کی۔ ان دونوں حجروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ عام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ابتدا میں صرف دو حجرے ہی تھے پھر جوں جوں حرم نبوی میں اضافہ ہوتا گیا مزید حجرے تعمیر ہوتے گئے۔ یہ حجرے مسجد کے مشرقی، شمالی اور جنوبی جانب تھے اور ان کی تعمیر میں کچی اینٹ اور کھجور کی شاخیں استعمال کی گئیں۔ ان حجروں کی کل تعداد نو تھی اور سب کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔

۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو نماز شمال کی بجائے جنوبی جانب بیت اللہ شریف مکہ کی طرف رخ کر کے پڑھنی جانے لگی۔ اس تبدیلی سے تعمیرات میں کوئی خاص رد و بدل نہیں ہوا لیکن ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد مسجد کی حدود میں کافی اضافہ

ہوا۔ حدود مسجد کی یہ توسیع تمام تر شمالی اور مغربی جانب ہوئی اسلئے تعمیری رو و بدل بھی ان ہی اطراف میں ہوا۔ روایات میں صرف حارث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کا اس قدر ذکر ملتا ہے کہ مسجد نبوی سے ملحق ان کا مکان تھا۔ بوقت ضرورت یہ اپنے مکان کا تھوڑا تھوڑا حصہ حجرات کی تعمیر کے لئے پیش کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی جگہ اور کچھ مزید ملحقہ زمین خرید کر بارگاہ رسالت میں پیش کر کے جنت کی بشارت سے مشرف ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دونوں جانب حضرت سودہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے مقدس حجرے تھے۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ، سیدہ ام سلمہ، سیدہ جویریہ، سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ ام حبیبہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہن کے حجرے شامی جانب مسجد نبوی کے باب النساء تک پھیلے ہوئے تھے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی سمت میں کچھ فاصلے پر تھا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک بار آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملاقات کیلئے رات کے وقت مسجد نبوی میں تشریف لائیں جہاں آپ ﷺ مکلف تھے۔ واپسی پر آپ ﷺ انہیں گھر کے دروازے تک پہنچانے گئے۔ ان کا حجرہ دار اسامہ بن زید میں تھا اور وہاں انصار کے دو آدمیوں سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری اہلیہ سیدہ صفیہ (تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو) حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیت اللہ شریف کے بعد سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے اور یہ وہ شرف و سعادت ہے جس میں کوئی دوسرا ان کا شریک و ہم نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرے گھر میں، میری باری کے دن اور میرے سینہ اور گلے کے درمیان وفات پائی اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعب و ہن کی مسواک آپ ﷺ کے دہن سے لگائی۔ اس مبارک حجرہ میں آپ ﷺ نے سب سے زیادہ قیام فرمایا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کے ایام بھی اسی حجرے میں گزرتے تھے۔ وصال سے قبل چند ایام بھی یہیں بسر ہوئے اور وصال کے بعد اسی حجرے میں ہمیشہ ہمیش کے لئے رونق افروز ہو گئے۔ آج حرم نبوی

ﷺ، دیار حبیب اور گنبد خضریٰ کے مقدس ناموں سے جس روضہ پاک کو یاد کیا جاتا ہے وہ دراصل یہی حجرہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے۔

اس کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۵۸ھ تک حجرہ اقدس کے مشرقی حصہ میں رہائش پذیر رہیں، اس دوران حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کی توسیع کی لیکن ازواج مطہرات کے حجرے اپنی حالت پر رہے۔ امہات المومنین میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سب سے آخر ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ۸۸ھ تک یہ حجرات اپنی اسی حالت پر قائم رہے اور محض زیارت گاہ کا کام دے رہے تھے اسلئے خلیفہ ولید بن عبد الملک نے گورنر مدینہ کو حکم دیا کہ تمام حجروں کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا جائے۔ تمام مسلمان ان مقدس حجروں سے عقیدت کی وجہ سے ان کے انہدام کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن اس کاروائی میں چونکہ خیر اور اصلاح کا پہلو غالب تھا اور مسجد نبوی میں ان حجروں کی شمولیت ان کے شایان شان بھی تھی اور روح اسلام و تعلیمات نبوی کے مطابق بھی۔ اس لئے نہایت احتیاط و احترام کے ساتھ ۸۸ھ سے ۹۱ھ تک یہ کام مکمل ہو گیا۔

اس طرح یہ مقدس حجرے جن میں وحی الہی کا نزول ہوتا رہا جن میں رہائش پذیر ازواج مطہرات کو "اہل بیت" کے اعزاز سے نوازا گیا جنہیں دین کی نشر گاہیں قرار دیا گیا۔ بالآخر ولید بن عبد الملک اموی کے دور خلافت میں مسجد نبوی کا حصہ بن کر ہمیشہ ہمیش کے لئے اسلام کا مرکز بن گئے۔

حجرات شریفہ

حجرات حجرہ کی جمع ہے یہاں حجرات سے مراد وہ گھر ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن رہائش پذیر تھیں متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آقائے دو جہاں محمد عربی ﷺ نے جب مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو اسی کے ساتھ دور ہائشی مکانات کی بنیاد رکھی، ایک ام المومنین حضرت عائشہ

صمد یقہ رضی اللہ عنہا کے لئے، اور دوسرا ام المومنین حضرت سوروہ بنت زید رضی اللہ عنہا کے لئے، اس کے بعد جب دیگر بیویاں آپ ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں کل نو عدد مکانات تعمیر ہوئے، جن میں نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی مقدس زندگی کے آخری دس برس بسر کئے اور انہیں میں سے ایک مکان کو آپ ﷺ کی برزخی خواب گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ان ”حجرات خراپہ“ کا تذکرہ قرآن نے متعدد مقامات پر کیا ہے، بلکہ ایک سورت تو اسی ”حجرات“ نام سے موسوم کی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (التحزاب: ۱)

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثریت کو عقل نہیں ہے۔

کیونکہ یہ طریقہ خلاف ادب ہے انہیں آپ ﷺ کے خوردخود باہر آنے کی انتظار کرنی چاہئے۔

سورہ التحزاب میں ان حجروں کا احتساب بطور عامل ازواج مطہرات کی طرف کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔

وَإِذَا كُنَّ فَامْتَسِكْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ

الْحُكْمَةِ (الاحزاب: ۳۳)

اللہ کی جو آیتیں اور دلائل کی جو باتیں تمہارے گھروں میں پڑھی

جاتی ہیں انہیں یاد کرو۔

لیکن جب اسی سورۃ میں ایک دوسرے مقام پر یہ احتساب آگائے دو جہاں

ﷺ کی ذات اقدس کی طرف فرمایا گیا، تو ان حجرات کا شرف و تقدس اپنے کمال کو پہنچ

گیا، ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ
لَكُمْ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ جایا کرو۔

حجرات شریفہ کا محل وقوع

جن مورخین نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے وہ صرف پانچ حجروں کے محل وقوع کی تعین کر سکے ہیں، یعنی حضرت حصہ، حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت زینب بنت خزیمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کے حجرے، ان کی جائے وقوع میں مورخین کا ایسا اتفاق ہے کہ ان کی قطعیت کے ساتھ تعین کی جاسکتی ہے، جبکہ دیگر حجروں کے محل وقوع کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے اس لئے ان کی حتمی تعین مشکل ہے۔

یہ پانچوں حجرے مسجد نبوی کے بائیں جانب مشرقی سمت میں واقع تھے۔ جیسا کہ عالم مدینہ ابو محمد اسماعیل بن محمد کا بیان ہے۔

”سب سے پہلا مکان حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کا تھا، پھر اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، جہاں آج حضور ﷺ آرام فرمادیں، پھر اس کے بعد باب جبرئیل کے پاس مسجد نبوی سے متصل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے عقب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، اور سب سے آخر میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔“

(کتاب المناسک، ص ۲۷۳)

ابو محمد کے بیان سے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے مکانات کا علم نہ ہو سکا، تاہم یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے کہ ۴ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے کے بعد

آنحضرت ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا، اس سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہی مکان ملا، جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی حیات میں آیا مقرر تھیں۔

حضرت سہوہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بیٹھو میں تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سہوہ رضی اللہ عنہا کے مکانات مسجد نبوی کی تعمیر سے فراغت کے بعد ایک ہی وقت میں ایک ہی شکل میں تعمیر فرمائے تھے۔ (اختصار مدینہ، رسول مکرم ص ۷۳، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۰۹) ان کے علاوہ دیگر مکانات کے محل وقوع کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ یہ سارے مکانات مسجد کی کسی ایک ہی سمت میں واقع تھے یا مختلف سمتوں میں؟ ایک رائے یہ ہے کہ تمام مکانات مسجد سے شرقی سمت واقع ہیں، جب کہ دوسری رائے کے مطابق یہ مکانات کسی ایک سمت میں نہیں بلکہ جنوب، مشرق اور شمال تینوں سمتوں میں منتشر تھے۔ یہی رائے کی تائید میں متعدد روایات پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

(الف)..... ابن جوزی نے محمد بن عمر سے نقل کیا ہے کہ: نبور نے مالک بن ابی الزہال سے دریافت کیا: ”ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کہاں تھے؟ تو انہوں نے اپنی دادی جان کا یہ قول نقل کیا وہ فرماتی تھیں: جب میں نماز کے لئے کھڑی ہوتی تھی تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات میری بائیں جانب میں پڑتے تھے۔“ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۰۹)

(ب)..... عبد اللہ بن یزید ہذلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کو منہدم کرنے کا حکم دیا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ سارے مکانات کھاس پھوس کے چر اور ان کی دیواریں کھجور کی ٹہنیاں کھڑی کر کے قائم کی گئی ہیں، جن پر مٹی چڑھائی ہوئی ہے، میں نے غبار کیا تو کل نو کمرے تھے اور ان کمروں کے

ساتھ چھوٹے آگن تھے، اور یہ سب کے سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور باب النبی ﷺ کے بعد والے اس دروازے کے درمیان واقع تھے جہاں آج اسماء بنت حسین کا مکان واقع ہے۔ (وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱)

(ج)..... ابن نجار کا بیان:

”رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے لئے نو عدد مکانات تعمیر کرائے تھے، اور سب کے سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور باب النبی ﷺ کے بعد والے دروازے کے درمیان واقع تھے۔“ (اخبار مدينة الرسول ﷺ، ص ۷۳)

اور علامہ سمہودی کہتے ہیں: ”جن روایات میں آیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کا تسلسل اسماء بنت حسین کے مکان تک دراز تھا، ان کی رو سے لازمی طور پر بعض مکانات مسجد کی سمت سے باہر تھے، کیوں کہ اسماء بنت حسین کا مذکورہ مکان باب النساء کے بعد والے دروازے کے بالمقابل تھا۔“ (وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۶۰)

واضح رہے کہ ”باب النبی ﷺ“ سے مراد ”باب جبرئیل“ ہے اور اس کے بعد والا دروازہ ”باب النساء“ کہلاتا ہے، اور اسماء بنت حسین رضی اللہ عنہا کا مکان دراصل جلیلہ بن عمرو مساعدی رضی اللہ عنہ کے مکان ہی کا ایک حصہ تھا اور ”دار جلیلہ“ مسجد کی مشرقی سمت میں ”باب النساء“ سے قریب ہی واقع تھا۔

اب تمام روایتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے تمام مکانات مسجد کی مشرقی سمت میں باب النساء تک، بالفاظ دیگر اسماء بنت حسین کے مکان تک واقع تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن یزید ہندی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن جن بزرگوں کا خیال ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات مسجد کی مغربی سمت کے علاوہ دیگر تمام سمتوں میں متفرق مقامات پر واقع تھے، ان کے پاس بھی متعدد روایتیں موجود ہیں۔

(الف)..... محمد بن ہلال فرماتے ہیں:

”میں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کی زیارت کی تو دیکھا

کہ تمام مکانات مسجد کی گھنٹیوں کے بنائے گئے ہیں جن پر اون کا نام ڈال دیا گیا ہے، اور یہ سب کے سب قبلہ (جنوب) مشرق اور شمال کی سمتوں میں پھیلے ہوئے ہیں، مغرب میں کوئی مکان نہیں ہے۔" (ایضاً، ج ۲، ص ۱۰۹)

(ب)..... سیرت نگاروں کا بیان: اصحاب سیرت لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو مکانات تعمیر کرائے وہ سب قبلہ، مشرق اور شمال کی سمتوں میں تھے مغرب کی سمت میں کوئی مکان تعمیر نہیں ہوا، یہ مکانات مسجد سے خارج تھے مگر مغرب کی سمت کے علاوہ ہر طرف سے مسجد کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھے، اور ان سب کے دروازے مسجد ہی میں کھلتے تھے۔" (اخبار مدینة الرسول ﷺ، ص ۷۲)

(ج)..... علامہ سمیووی فرماتے ہیں: "باب النبی ﷺ" کے بعد والے دروازہ سے مراد "باب رحمت" ہے۔ (وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۰۹)

گویا جن روایتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات "باب النبی ﷺ" کے بعد والے دروازے تک پھیلے ہوئے تھے، علامہ سمیووی کے بقول وہ "باب رحمت" تک پھیلے ہوئے تھے، اور چونکہ "باب رحمت" مغربی دیوار میں واقع تھا۔ اس لئے صرف مشرقی سمت میں ان مکانات کے وقوع کا دعویٰ قائل قبول نہیں ہے۔

(د)..... مورخین لکھتے ہیں: "آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ "ام حبیبہ رضی اللہ عنہا" نے مسجد کے شمال میں ایک مکان بنوایا تھا، اسے "دار آل شریعلی" کہا جاتا تھا۔ یہ ہیں وہ روایات جن پر قول ثانی کی بنیاد قائم ہے۔

قول ثانی کے دلائل کا تجزیہ

دونوں قسم کی روایات آپ کے سامنے ہیں، ذرا گہرائی سے ان کا مطالعہ کریں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان روایات میں کوئی حقیقی تضاد نہیں، اور جو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے اس کا تفسیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ قول ثانی کی تائید میں جو پہلی روایت محمد بن

ہلال کی پیش کی گئی ہے اس میں قبلہ (جنوب) مشرق اور شمال مسجد کی تینوں سمتوں کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ ازواج مطہرات کے مکانات مسجد کی ان تینوں سمتوں میں واقع تھے۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ ذہن نشین کر لی جائے کہ مسجد نبوی کی کسی سمت میں کسی مکان کے واقع ہونے کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مکان مسجد سے متصل اور مسجد کے محاذات میں بھی ہو، ظاہر ہے کہ مدینہ کے وہ سارے مکانات جو مسجد نبوی سے متصل نہیں ہیں اور مسجد نبوی کے بالمقابل بھی نہیں ہیں وہ مسجد نبوی کی کسی نہ کسی سمت میں ضرور واقع ہیں۔

یہی حال ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کا بھی ہے، چنانچہ مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد کے جنوب میں تھا، جبکہ یہ امر بھی مسلم ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالمقابل جنوب میں تھا، مسجد کی محاذات میں نہیں تھا، اس لئے اگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو مسجد کی محاذات میں نہ ہونے کے باوجود مسجد کے جنوب میں تسلیم کیا گیا، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے بعض دیگر مکانات کے بارے میں یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ وہ مکانات مسجد کی شمالی حد سے متصل اور اس کے بالمقابل نہ ہونے کے باوجود شمال ہی میں واقع تھے، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے متصل شمال میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کی ایک لمبی قطار تسلیم کر لی جائے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا کے کبھی نو مکانات اسی سیدھی قطار میں تھے جو مسجد کی شمالی حد سے کچھ آگے جا کر ختم ہوتی تھی، چنانچہ جو مکانات مسجد کے محاذات میں واقع ہوئے وہ متفقہ طور پر مسجد کی مشرقی سمت میں کہلائے اور جنہیں مسجد کی محاذات میسر نہ ہوئی بلکہ وہ مسجد کی شمالی حد سے متجاوز ہو کر مگر اسی مشرقی قطار میں واقع ہوئے، انہیں بعض راویوں نے مشرق میں اور بعض نے شمال میں بتلادیا۔

دوسری روایت ابن نجار کی ہے، غالباً ابن نجار نے اصحاب سیرت کے اقوال

سے ذاتی طور پر جو مفہوم اخذ کیا اسے روایت یا معنی کے طور پر پیش کر دیا ہے۔

تیسری دلیل سمودی کا یہ قول کہ ”عبداللہ بن یزید ہذلی کی روایت میں باب النبی کے بعد والے دروازے سے مراد باب رحمت ہے“ عید از قیاس ہے، کیونکہ عہد نبوی میں باب النبی کے بعد مسجد کا شمالی دروازہ تھا۔ ”لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں عورتوں کی آمد و رفت کے لئے مشرقی دیوار میں ایک تیار دروازہ کھول دیا تو پھر یہی ”باب النساء“ ”باب النبی“ سے قریب اور متصل ہو گیا، اور غائباً عبد اللہ بن یزید ہذلی کی روایت میں یہی ”باب النساء“ مراد ہے، جس کی تائید عبد اللہ بن یزید ہذلی کے اس توضیحی جملے سے بھی ہوتی ہے کہ:

ازدواج مطہرات کے مکانات کا سلسلہ باب النبی ﷺ سے

قریب والے دروازے یعنی اسما بنت حسین رضی اللہ عنہا کے

مکان تک دراز تھا۔ (وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۲۰۶)

اور اسما بنت حسین کا مکان قطعی طور پر ”باب النساء“ سے قریب تھا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد سے شمال میں واقع تھا، تو اس سلسلے میں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ مکان نہیں تھا، بلکہ یہ ان کا آبائی مکان تھا، اسی لئے اس کو ”دار آل شریعل“ بھی کہا جاتا تھا، علامہ سمودی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۲۰۶)

اس تجزیہ کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ قول اول رائج اور زیادہ درست ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام حجرات شریفہ مسجد نبوی کی ایک ہی سمت مشرق میں ایک سیدھی تھار میں واقع تھیں۔ جو قطار مسجد کی محاذات سے شمال کی طرف آگے بڑھ کر ختم ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

حجروں کا طول و عرض

سرور کونین ﷺ اگر چاہتے تو دنیاوی حکمرانوں اور بادشاہوں کی طرح عالی شان محلات تعمیر کرا سکتے تھے، مگر قربان جائے اس قدسی صفات ذات پر جس نے شاہی شان و شوکت اور حاکمانہ شکوہ و دبدبہ کے بجائے فقر و مسکنت کی زندگی کو ترجیح دی اور ہمیشہ رب کائنات سے یہی دعاء مانگی۔

اللهم احببنا مسکینا وامتنی مسکینا واحشرونی فی
زمرۃ المساکین

اے اللہ! مجھے مسکنت والی زندگی عطا کر اور مسکینی کی حالت میں
مجھے دنیا سے لے جا، اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر فرما۔

آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے لئے جو مکانات تعمیر کرائے وہ کیا تھے؟ ہر مکان بس ایک چھوٹے سے کمرے اور اس سے بھی چھوٹے ایک آنگن پر مشتمل تھا، مکان کیا تھا؟ تو اضع و مسکنت کی بولتی تصویر، نہ کہیں پختہ استمال ہوئی نہ کہیں پتھر، جبکہ پورا علاقہ پتھروں سے بھرا ہوا، سارا مکان کھجور کی ٹہنیوں، گارے اور زیادہ سے زیادہ چکی اینٹوں پر مشتمل تھا، دروازے پر شیشم و ساگوان کے دروازے نہیں لگائے گئے تھے، بلکہ موٹے ٹاٹ ڈال کر پردہ کا کام لیا جاتا تھا

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقری کی ہر مکان ایک کمرہ اور ایک آنگن پر مشتمل تھا، کمرہ کی لمبائی دس ہاتھ (تقریباً پانچ میٹر) اور چوڑائی سات یا آٹھ ہاتھ (تقریباً چار میٹر) تھی، آنگن کی چوڑائی تو اس سے بھی کم چھ یا سات ہاتھ (تقریباً ساڑھے تین میٹر) تھی اور لمبائی کمرہ ہی کے برابر یعنی دس ہاتھ تھی (الادب المفرد، باب التناول فی البنیان، حدیث نمبر ۴) اور چھتوں کی بلندی تو بس اتنی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر انہیں چھویا جاسکتا تھا، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (یہ حسن بن یسار بصری ہیں، انصار کے آزاد کردہ غلام، ان کی ماں کا نام "خیرہ" ام سلمہ رضی اللہ عنہا

کی آزاد کردہ باندی تھیں، جلیل القدر تابعی، زیر دست عالم، نقیہ، ثناء، عابد اور مفسر تھے، ۲۱ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی، (المعارف، ص ۴۴۰، تہذیب التہذیب، ۲/ ۲۶۳، ۵۹۵)، خلاصۃ الوفاء، ص ۲۷۸) مشہور تابعی ہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کو بنفس نفیس دیکھا ہے، وہ فرماتے ہیں۔ ”جب میں نابالغ تھا تو رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں جایا کرتا تھا۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کی چھتوں کو پالیا کرتا تھا۔“

کمرؤں کی دیواروں میں کچی اینٹیں استعمال کی گئی تھیں اور آگن کھجور کی لمبی لمبی ٹہنیوں سے گھیر لیا گیا تھا، ان ٹہنیوں پر بالوں کے کبل ڈال دیئے گئے تھے، تاکہ ٹہنیوں کے درمیانی شکافوں سے بے پردگی نہ ہو۔

سارے مکانات اسی طرز کے تھے، سوائے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے، ان کے کمرے کے علاوہ ان کا آگن بھی کچی اینٹوں سے گھرا ہوا تھا، حضور ﷺ نے ان کا آگن بھی ٹہنیوں ہی سے گھرایا تھا، مگر بعد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بتائے بغیر ٹہنیوں کو ہٹوا کر ان کی جگہ پر اینٹوں کی دیواریں قائم کر لی تھیں۔ (الوفاء، باحوال مصطفیٰ ﷺ، ج ۱ ص ۴۰۶)

یہ ہے ان مکانات کے ایک جھلک جن میں ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ زندگی بسر کرتے تھے، کون کہہ سکتا ہے کہ ان مکانات کا مالک دونوں جہاں کی بادشاہت کا بھی مالک ہوگا؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وہ شہ دنیا و دیں کون و مکاں کا تاجدار
پھر بھی اکثر فقر و فاقہ میں کٹیں لیل و نہار
جمو نیڑی پر اس کی قرباں قصر شاہی کا وقار
اس کی پیوند قبا پر سلطت شاہی غار

جس کے سینے میں پوری انسانیت کا درد تھا اور جو انسانوں کی آخرت سنوارنے آیا تھا، وہ اپنی دنیا سنوارنے میں کیوں کر مشغول ہوتا؟ آپ ﷺ نے دنیا کو یہ سبق سکھایا کہ یہاں کی چند روزہ آن بان کا میابی معیار نہیں، اصل کامیابی تو

آخرت کی کامیابی ہے۔

اسی وجہ سے جب حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کو علم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات گرا دیئے گئے تو حسرت سے کہنے لگے:

بہذا میری آرزو تھی کہ ان مکانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا، تاکہ مدینے کی نئی پود آتی یا باہر سے کوئی آنے والا آتا تو دیکھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس تھوڑی مقدار پر قناعت کی، جس کا فائدہ یہ ہوتا کہ اونچی اونچی عمارتوں پر فخر کرنے سے لوگ گریز کرتے۔ (وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۱۶۱)

امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور ان کے حجرے (اجمالی تعارف)

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں یہی اکلوتی کنواری بیوی تھیں، مکہ مکرمہ میں آنحضور ﷺ سے ان کا نکاح ہوا اور مدینہ منورہ جا کر رخصتی ہوئی، چونکہ انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لئے یہ نکاح ایک خواب کی جچی تعبیر تھا، خود رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنا یہ خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مجھے خواب میں تین رات تک تو دکھائی گئی، ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تجھے لپیٹ کر میرے پاس لے آتا اور کہتا: یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں کپڑا ہٹاتا تو دیکھتا کہ تو ہے، میں کہتا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اپنے ارادے کو ضرور پورا فرمائے گا۔“

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا)

ترمذی شریف کی روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جبرئیل (علیہ السلام) نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک

سبز ریشمی کمرے میں میری تصویر لے کر آئے اور کہا: یہ آپ کی زجہ مطہرہ ہیں۔ دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ (ترمذی، ابواب

المنافقہ، باب من فضل عائشہ رضی اللہ عنہا)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی ﷺ کیلئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا اور جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اسکی فیرونی تو آپ ﷺ نے نکاح کیا۔ یوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی سب سے محبوب اور چھٹی بیوی بن گئیں، مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ دین کا علم اور سمجھ رکھنے والی تھیں، آنحضرت ﷺ کے ایک ایک قول اور ایک عمل کو محفوظ کرنے کا خاص اہتمام کر تیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (۲۲۱۰) حدیثوں کا عظیم الشان ذخیرہ امت کو سپرد فرمایا۔ جن میں (۱۷۴) روایتیں صحیح بخاری و مسلم میں ہیں، رمضان ۵۷ھ میں جان بان آفریں کے سپرد کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

آپ کا مکان

جنت کی کیا دی (ریاض الجنۃ) کی مشرقی جانب حصلا واقع تھا۔ جنوب میں حضرت حصہ رضی اللہ عنہا شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مشرق میں۔ حضرت سوروہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے مکان میں ہوئی، اور انہی کا حجرہ شریفہ زندگی میں بھی آپ کے آرام گاہ تھا، اور وفات کے بعد بھی آرام گاہ بننے کی سعادت اسی حجرہ کے حصہ میں آئی۔

جذبہ تعاون اور فیاضی کا ایک واقعہ

ابن جوزی بیان کرتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت سادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مکان ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ اسی ہزار اور دوسری روایت کے مطابق صرف اسی ہزار درہم کے عوض خرید کر پوری قیمت

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دی اور ساتھ ہی یہ پیشکش بھی فرمائی کہ تاحیات آپ اسی میں قیام فرمائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب قیمت موصول ہوئی تو اسی مجلس میں بڑی فیاضی کے ساتھ سارا مال تقسیم فرمادیا، ایک درہم بھی اپنے لئے اٹھا نہیں رکھا، کسی نے کہا: کوئی درہم اپنے لئے بھی بچالیا ہوتا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پہلے یاد کروایا ہوتا۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، مؤلفہ ابن جوزی، ص ۲۶۰)

اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے صدیقی روایات کی یاد تازہ کی اور آنحضور ﷺ کی اس بیوی نے نبوی طرز عمل کے مطابق ایک درہم بھی گھر میں نہ رکھا۔

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

زمعہ بن قیس قرشی کی دختر نیک اختر اور حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ (جو اولین مسلمانوں میں سے تھے) کی بیوی تھیں، اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی دوبار ہجرت کی، دوسری ہجرت سے مکہ لوٹ کر آئیں تو شوہر کا انتقال ہو گیا، اب اگر اپنے قبیلہ میں واپس جاتی ہیں تو قبیلہ اور خاندان کے لوگوں سے اندیشہ ہے کہ شرک پر مجبور کر کے طرح طرح کی ایذا پہنچائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بے سہارا عورت کو سہارا عطا کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں، آپ ﷺ نے نکاح فرما کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اشرف الانبیاء ﷺ کی حرم ہونے کا شرف عطا کیا۔ (المعارف ابن قتیبہ، ص ۱۳۳)

صحیح قول کے مطابق ان کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب، ص ۷۴۸)
اور جس فراخ دلی کے ساتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے زندگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی باری سونپ دی تھی، اسی فراخ دلی کے ساتھ وہ دنیا سے جاتے جاتے اپنا مکان بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو سونپ گئیں۔

(الوفاء باموال المصطفى ﷺ، ص ۵۰)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے متصل مشرقی سمت میں تھا، اس لئے کہ ان دونوں حجروں کو آنحضرت ﷺ نے تعمیر مسجد سے فراغت کے بعد ایک وقت ہیئت تعمیر فرمایا تھا۔ (اخبار مدینة الرسول ﷺ، ص ۷۳، وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۴۵۹)

اور چونکہ یہ مسلم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی جنوبی سمت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا اور مغرب میں مسجد نبوی تھی۔ اب مشرقی سمت ہی باقی رہی جہاں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا۔ واللہ اعلم

(۳) حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

ان کی پہلی شادی جنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوئی تھی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رشتہ کی پیش کش کی، ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اور صاحبزادی رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے غم سے نڈھال تھے اس لئے انکار فرما دیا اور کہا: میرا ابھی شادی کا ارادہ نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے افضل ہے اور عثمان کی شادی اس عورت سے ہوگی جو حفصہ سے افضل ہے۔ اشارہ واضح تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ۳ھ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما کر ان کی اور ان کے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دل جوئی فرمائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اپنی دامادی کا رشتہ قائم فرما کر دونوں بزرگوں کو برابر کی فضیلت عطا کر دی۔

(المعارف، ص ۱۳۵۔ اسد الغابہ، ج ۶ ص ۶۵)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے بہت قریب سمت قبلہ میں واقع تھا، دونوں مکانوں کے درمیان ایک تنگ راستہ تھا جس سے بمشکل ایک آدمی گزر سکتا تھا، بسا اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں اپنے اپنے مکان سے آہستہ آہستہ بات بھی کر لیا کرتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان کا کچھ حصہ اس وقت روضہ پاک کی جالی کے اندر اور کچھ حصہ باہر واقع ہے جہاں زائرین کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔

(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۵۴۳۔ خلاصۃ الوفاء، ص ۲۷۹)

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ میں ۳۵ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ (مقرب التہذیب، ص ۷۴۵)

(۴) حضرت زینب بنت خزیمہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

یہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں، ۴ھ میں شوہر کے شہید ہو جانے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا، بڑی نیک اور احسان پسند عورت تھیں، غریبوں سے بڑی محبت کرتی تھیں، اسی لئے ”ام المساکین“ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ (وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۵۴۳۔ خلاصۃ الوفاء، ص ۲۷۹)

آپ ﷺ سے عقد کے دو ہی مہینے بعد دنیا سے چل بسیں۔

(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۴۵۹۔ اسد الغابہ، ج ۶ ص ۱۲۹)

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں تو انہی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے مشرقی سمت میں واقع تھا۔ (کتساب السنن، ص ۳۷۳) اس سے پتہ چلا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مکان باب جبرئیل سے نکلنے والے راستہ پر واقع تھا، اور اس کے مغرب میں حضرت فاطمہ

(۵) حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

”ام سلمہ“ کنیت، ”ہند“ نام، ابو امیہ بن مغیرہ کی بیٹی اور ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہا کی بیوہ تھیں، شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ کی سعادت سے سرفراز ہوئیں، غزوہ احد میں شوہر نے جام شہادت نوش فرمایا تو اس وقت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے چار یتیم بچوں کی کفالت ان کے سر آگئی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد ان سے نکاح فرمایا اور انہی کے مکان میں داخل فرمایا۔

(المعارف، ص ۱۳۶، وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۱۵۹، اسد الغابہ، ج ۶ ص ۲۸۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب مکان میں آئیں تو آنگن کی دیواریں کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھیں، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ میں گئے ہوئے تھے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بچی اینٹیں لگا لیں آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اور کہا: مال مسلم کا بدترین مصرف تعمیر ہے۔ (التراغیب والترہیب، ج ۳ ص ۲۲)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے آخر ۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی، اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

یزید بن قسیط کی روایت ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت کا پر وائے (حضرت ابولبابہ سے ایک خطا سرزد ہو گئی تھی جس کی توبہ میں انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا تھا) بذریعہ وحی وقت سحر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آرام فرما تھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سحر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟۔ اللہ آپ کے دانتوں کو یوں ہی ہنساتا رکھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی، اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہ

میں ابولہبہ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تیرا بچہ چاہے تو سنا دے۔ راوی کا بیان ہے:۔ ابھی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے ابولہبہ! خوش ہو جاؤ، اللہ کے یہاں تیری توبہ قبول ہو گئی، لوگ یہ سن کر دوڑ پڑے کہ ابولہبہ رضی اللہ عنہ کو کھول دیا جائے۔ ابولہبہ رضی اللہ عنہ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ اپنے مبارک ہاتھ سے مجھے کھولیں گے۔ آپ ﷺ جب صبح کی نماز کے لئے نکلے اور ابولہبہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۳ ص ۲۳۷)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد نبوی اور (ریاض الجنۃ) جنت کی کیاری سے قریب تھا۔

(۶) حضرت زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا)

جحش بن رباع اسدی کی بیٹی تھیں، اللہ نے آنحضرت ﷺ سے ان کا نکاح آسمان میں فرمادیا تھا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِيَكْلَأَ يَكَوْنُ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ خَرَجَ فِي أَرْوَاحٍ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ
وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا O (الاحزاب: ۳۷)

پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا، ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ (منہ بولے بیٹے) انہیں طلاق دیدیں اور اللہ کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہا سے فخر کے طور پر کہا کرتی تھیں۔ تمہارا نکاح تو تمہارے گھر

واہوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سرت آسمان ادا کر دیا۔

(بحاری، کتاب التوحید، باب وکان عرقہ علی العاد)

طبیعت کی بڑی قیاس تھیں، کثرت سے صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے پہلے وہ عورت مجھ سے آکر ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم لوگ جب نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی گھر میں اکٹھا ہوتی تھیں تو دیواروں پر اپنا ہاتھ اٹھا اٹھا کر ناپاڑتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے؟ مگر جب نہ نبی جیش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تب یہ مٹھی سلجھی کر آنحضرت ﷺ نے ”طول پد“ (ہاتھ کی لمبائی) سے کثرت سخاوت و عمدہ مرا دلیا تھا۔

بڑی ماہر و دشکار عورت تھیں، چزار نکلیں اور اسکی سلامتی کرتیں اور اس سے حاصل شدہ آمدن اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔

(طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۱۰۸)

ظیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔

(تغریب التہذیب، ص ۲۴۷)

(۷) حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

اصل نام ”رملہ“ اور ”ام حبیبہ“ کنیت ہے حضرت ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ اپنے پہلے شوہر عبید اللہ بن جیش رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حبشہ گئیں، وہیں شوہر کا انتقال ہو گیا۔ قریش کی اذیتوں سے بھاگ کر دین و ایمان کی حفاظت کے لئے غربت کو وطن بنایا تھا مگر شوہر کی وفات کے بعد زمین چاروں طرف سے تنگ نظر نے لگی۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب عبید اللہ بن جیش رضی اللہ عنہ کا

حبشہ میں انتقال ہو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کوئی مجھے ام المومنین کہہ رہا ہے، اول تو میں گھبرائی، بعد میں یہ تعبیر سمجھ میں آئی کہ آنحضرت ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔ (صفۃ الصفوة، ج ۲ ص ۱۳) اور ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو سہارا دیا اور اپنی زوجیت میں داخل فرما کر ان کو عزت بخشی غالباً ان کا حجرہ مسجد کے شمال میں واقع تھا۔ (وقضاء الوفاء، ج ۲ ص ۵۲۹) البتہ یہ یاد رہے کہ اس حجرے کے علاوہ ان کا ایک اور مملوکہ مکان تھا۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۳ ص ۲۳۹)

(۸) حضرت جویریہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

یہ قبیلہ بنو مصلح کے سردار "حارث بن ضرار" کی بیٹی تھیں، ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی، جو غزوہ مریسج میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا، اس غزوہ میں بہت سے لونڈی غلام ہاتھ لگے، ان میں جویریہ بھی تھیں مال غنیمت تقسیم ہوا تو یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، بڑے باپ کی بیٹی تھیں، غلامی کو غیرت نے گوارا نہ کیا اور ثابت رضی اللہ عنہ سے مکاتبہ کر لی، کہ ایک طے شدہ رقم کی ادائیگی کے بعد ان کو آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن پاں کچھ نہ تھا، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کی طالب ہوئیں۔ آپ ﷺ نے ان کی رضامندی سے ثابت رضی اللہ عنہ کی رقم ادا کر کے ان سے شادی کر لی، اس رشتہ کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھا کہ اپنے نبی ﷺ کے سرالیوں کو غلام بنا کر رکھیں۔ چنانچہ تمام لونڈی غلام آزاد کر دیئے گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے کسی عورت کو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے بابرکت نہیں دیکھا۔

چنانچہ بنو مصلح پر اس اخلاقی رواداری کا ایسا اچھا اثر پڑا کہ سب کے سب

مسلمان ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۳ ص ۲۳۹)

صحیح قول یہ ہے کہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔ (تقریب، ص ۷۱۵)

متحدین کی عہد و قیول میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے محل وقوع کی تعیین نہ مل سکی۔ غالباً ان کا مکان مسجد سے شمال مشرق سمت میں "ذکاة الانوات" سے قریب تھا۔ ("کنز" یعنی چہرہ، "انوات" یہ ترکی لفظ "آقا" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں سردار، برہمگ، لیکن اس کا اطلاق قہر شامی کے خدمت گاروں پر بھی ہوتا ہے، اور یہاں مراد مجروح شریف اور مسجد نبوی کی خدمت و حفاظت کرنے والوں کی جماعت ہے، سب سے پہلے اس خدمت کے لئے شہید نور الدین زنگی سنی ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۳ء نے بارہ آدمیوں کی ایک ٹیم ترجیب دی جس کے لئے "لفظ قرآن" ہونا شرط قرار دیا، پھر سلطان ملتان الدین ایبک نے خرید بارہ آدمیوں کا اضافہ کر کے چونہیں آدمیوں کو مقرر کیا، بعد کے ارسل و سلامین و قافو قافا اس تعداد میں اضافہ کرتے رہے، گئی زمانہ میں ان کی تعداد سو سے متجاوز ہو گئی تھی، ان کے لئے مخصوص اداانہ ہوا کرتے تھے، الرحلة المجازیة، ص ۲۱۲)

جیسا کہ اسماعیل بن محمد بن الحنفی نے اس کا اشارہ دیتے ہوئے کہا کہ سب سے آخری مکان حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ (کنز العمال، ص ۲۷۳)

(۹) حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

یہودی سردار "یحییٰ بن اخطب" کی بیٹی اور کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں، (ان کی پہلی شادی سلام بن مظہم یہودی سے ہوئی تھی، اس نے طلاق دی تو دوسری شادی کنانہ سے ہوئی، المعروف، ص ۱۸) ۷ھ میں غزوہ خیبر میں کنانہ مارا گیا تو اموال غنیمت کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ قرظہ اور نصیر کے سردار کی بیٹی ہیں یہ آپ بنی کے لائق ہیں، آپ ﷺ نے ان کے حال پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد کر دیا جائے اور اپنے قبیلہ میں لوٹ جائیں یا اسلام قبول کر لیں تو خود رسول اللہ ﷺ اپنے پاس رکھ لیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند کرتی ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور شادی کر کے عزت بخشی۔ بڑی عکسہ اور ہونہار خاتون تھیں۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

غزوہ خیبر سے پہلے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ میں تھیں تو ایک دفعہ خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چاند آ کر گر رہا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب اپنے یہودی باپ کو سنایا تو وہ آگ بگولہ ہو گیا اور چہرے پر ایسا طمانچہ رسید کیا کہ نشان پڑ گیا، اور کہا: تو شاہ عرب کے پاس جانے کے لئے گردن اونچی کر رہی ہے؟ طمانچہ کا یہ نشان آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے تک باقی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا تو انہوں نے پورا واقعہ سنایا۔ (اسد الغابہ، ج ۶ ص ۱۶۹)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا تو ان کے رشتہ داروں نے ان کا مکان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کیا۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، ص ۲۶۰)

ان کے مکان کی تعیین بھی متقدمین کی کتابوں سے نہیں ہو سکی، لیکن غالب یہ ہے کہ ”دکنۃ الاغوات“ سے قریب ہی تھا۔

(۱۰) حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) اور ان کا مکان

والد کا نام حارث تھا، بنو ہلال سے تعلق رکھتی تھیں، ۷ھ کا آخر تھا جب آنحضرت ﷺ نے ”عمرة القضاء“ (۶ھ میں جب مشرکین نے مسلمانوں کو عمروہ کرنے سے روک دیا تو نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پھر ۷ھ میں اس عمروہ کی قضاء کے لئے مکہ آئے اور مناسک عمروہ ادا کیے، اسی لئے اس عمروہ کو ”عمرة القضاء“ کہتے ہیں۔ معیون ابن ہشام، ج ۳ ص ۳۷۰) کے لئے رخت سفر باندھا، اسی سفر میں آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بنو ہلال کو قریب کرنے کی غرض سے ان سے نکاح فرمایا۔

قرآن کی آیت ”وامرأة مومنة ان وهبت نفسها للنبي“ کی تفسیر میں قتادہ کہتے ہیں کہ ”امراة مومنة“ سے یہی میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔ (ابن کثیر، ج ۵ ص ۴۸۳) اور انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۵۱ھ میں

مقام "سرف" ("سرف" مکہ سے پچاس کی دوری پر نعمت سے قریب ایک مقام ہے، اعظم البلدین ج ۲ ص ۱۱۶) میں انتقال فرمایا (تذکرہ ص ۷۵۲، احسن الفارہ ج ۶ ص ۲۷۲، ۲۷۱) اور وہیں دفن ہوئیں، آج بھی مدینہ منورہ سے شریعہ ہجرت پر مکہ مکرمہ جاتے ہوئے مکہ سے قریب آئیں گلو میٹر پہلے دائیں جانب ایک قبر ہے جو "قبر سمونہ" کے نام سے مشہور معروف ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مقام "سرف" میں منتقل ہو گئی تھیں، جہاں ان کا قبیل آباد تھا۔ یہ علاقہ آج بھی مقام سرف کے نام سے معروف ہے۔

تحدیث کی کتابوں میں کوئی صراحت نہیں ملتی جس سے ان کے حجرہ شریفہ کی جائے وقوع کی تعیین ہو سکے لیکن غالب یہ ہے کہ مسجد نبوی سے شمال مشرق میں "وکتہ الاغوات" سے قریب ہی ہوگا۔ واللہ اعلم

”اہل بیت“ کی تحقیق

جب ذکر پھرا ہے نبی آخر الزماں ﷺ کے مقدس گھروں کا تو کیا ہی اچھا ہو کہ یہ تعیین بھی ہو جائے کہ آپ ﷺ کے ”گھر والے“ (اہل بیت) کون ہیں؟ اور آیت شریفہ ”انما یورثہ اللہ لیلہب عنکم الوجہ اہل البیت و بطہرکم تطہر“ میں مذکور ”اہل بیت“ میں کون خوش نصیب شامل ہیں؟

اہل علم سے اس سلسلے میں تین اقوال منقول ہیں:

پہلا قول: اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں کی شان میں نازل ہوئی۔“

دوسرا مفسرین میں سے حضرت سعید بن جبیر، ابن سائب، عمرو اور مقاتل سب اسی کے قائل ہیں۔ نیز اس قول کی تائید آیت کے پس منظر و پیش منظر سے بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ آیات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے متعلق ہیں۔ حضرت عمرؓ کو کہتے

ہیں: جس کا جی چاہے آئے، میں اس سے اس بات پر مباہلہ کر سکتا ہوں کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۵ ص ۳۸۱۔ روح المعانی، ج ۲۲ ص ۱۳)

البتہ یہ غلجان کہ ”لیذهب عنکم“ اور ”یطہرکم“ میں مذکر کی ضمیر سے کیوں خطاب کیا گیا؟ تو مفسرین نے اس غلجان کو یوں رفع کیا ہے کہ لفظ ”اہل“ کی رعایت میں مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے، اور یہ یہیں نہیں بلکہ قرآن میں دیگر مقامات پر بھی ”اہل“ کے لئے جمع مذکر ہی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں، ملاحظہ فرمائیے، فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ سے یوں خطاب فرمایا تھا:

اَتَعْجَبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ہود: ۷۳)

کیا تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی خاص رحمت اور اس کی (انواع و اقسام کی) برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ بیشک وہ تعریف کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔

دیکھئے ”اتعجبین“ واحد مونث کا صیغہ ہے مگر آگے ”علیکم“ میں ضمیر جمع مذکر، ظاہر ہے ”اہل“ ہی کی رعایت میں لائی گئی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی بیوی سے یہ خطاب نقل کیا گیا ہے: ”قَالَ لَاهِلْهُ امْكُنُوا اِنِّيْ اَنْتَ نَارًا“ (القصص: ۲۹) (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا: بخبرو! میں نے ایک آگ دیکھی ہے)

یہاں بھی اہل کیلئے جمع مذکر حاضر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے اور اہل زبان کے یہاں تو اس قسم کا استعمال عام ہے، جب کوئی شخص اپنے دوست سے اہل خانہ کی خیریت دریافت کرتا ہے تو کہتا ہے: کیف اہلک؟ (آپ کی اہلیہ کیسی ہیں؟)

جواب ملتا ہے: ہم بخیر (وہ بخیر ہیں)۔ (تفسیر روح المعانی، ج ۳ ص ۱۳)

مشہور مفسر امام ابن کثیر بھی اس قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۵ ص ۱۵۶)

علامہ ابن جوزی بھی اسی قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں، اس لئے کہ وہی

آپ ﷺ کے گھر میں رہتی تھیں۔ (زاد المسیر، ج ۶ ص ۳۸۱)

دوسرا قول: اہل بیت سے مراد حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور

حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ اس کی دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک

روایت ہے، فرماتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

آئیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا: تیرے شوہر (علی) اور تیرے دونوں فرزند کہاں

ہیں؟ عرض کیا: گھر میں ہیں، فرمایا: ان کو بلا لاؤ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا: چلے رسول اللہ ﷺ آپ کو اور آپ کے دونوں

فرزندوں کو یاد کر رہے ہیں، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب آپ ﷺ نے ان کو

آتے ہوئے دیکھا تو چار پائی کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس پر سے ایک چادر کو اٹھایا اور

زمین پر پھیلا کر بچھا دیا، اور انہیں اس پر بٹھا دیا، پھر چادر کے چاروں کناروں کو ان

کے سر پر سمیٹ کر بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا، اور دائیں ہاتھ سے رب کریم کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے یہ دعا فرمائی: "اللھم هؤلاء اھل بیتی فادھب عنھم

الرجس وطھرھم تطھیراً"۔ (ابن کثیر، ج ۵ ص ۱۵۴)

تیسرا قول: آیت مذکورہ میں اہل بیت کی پہلی مخاطب امہات المؤمنین

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ ان کے علاوہ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں ان کی

اولاد آپ ﷺ کا آبائی گھرانہ اور ہر وہ شخص اہل بیت ہے جسے بارگاہ نبوت سے یہ

اعزاز حاصل ہوا۔ اور مختلف اوقات و مقامات میں آپ ﷺ نے اس کا اظہار فرمایا:

ذیل میں ایک جملہ ملاحظہ ہو۔

”بیت“ سے مراد معاشرتی اور آبائی دونوں قسم کے مکان ہیں، چنانچہ معاشرتی مکان کے افراد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، اور آبائی مکان کے لوگ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں، لہذا اہل بیت صرف ازواج مطہرات کا نام نہیں بلکہ ان میں خاندان اور قبیلہ کے مذکورہ بالا افراد بھی شامل ہیں، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے گھر والوں (اہل بیت) کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا، حضرت حصین نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اے زید! آپ ﷺ کے اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ زید بن ارقم نے کہا: آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تو اہل بیت ہی ہیں، لیکن صحیح معنوں میں اہل بیت وہ حضرات ہیں جن کے لئے مال زکوٰۃ حرام کر دیا گیا ہے، پھر حصین نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے کہا: آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

قول راجح اور اس کے اسباب ترجیح

مفسرین کا خیال ہے کہ ترجیح تیسرے قول کو حاصل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آیت میں مذکور اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات کے علاوہ حضرات علی، فاطمہ اور حسین رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کی بقیہ تین بیٹیاں حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور انکی اولاد رضی اللہ عنہم بھی ہیں، نیز تمام وہ حضرات جنہیں بارگاہ نبوی ﷺ سے یہ لقب عطا ہوا جیسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں، ذیل میں بعض مفسرین کے اقوال کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مشہور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں:

”اگر مراد یہ ہے کہ ازواج مطہرات ہی نہ آیت کے نزول کا سبب بنیں گی اور نہیں تو اس میں کوئی کلام نہیں، لیکن اگر یہ مطلب ہے کہ ازواج مطہرات کے علاوہ کوئی اور مراد ہی نہیں تو یہ محل نظر ہے، کیوں کہ متعدد احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ آیت کی مراد اس سے عام ہے۔“ (ابن کثیر، ج ۲ ص ۱۵۳)

مفسر ابن کثیر عموم پر دلالت کرنے والی حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں جو شخص کلام الہی میں غور و تدبر کرے گا اس کے لئے یہ بار کرنے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ آنحضور ﷺ کی بیویاں آیت کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے کہ سیاق کلام ان کے حق میں ہے۔

چنانچہ اس کے بعد باری تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

”وَإِذْ كُنْتُمْ مَابِطِلَىٰ فِي بُيُوتِكُمْ“ (اے نبی! کیا بیویاں ان آیتوں کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے) یعنی کسی اور امتی کو اس نعمت اور اس شرف سے نہیں نوازا گیا کہ کلام الہی اس کے گھر میں نازل ہو، یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے کہ کلام الہی صرف تمہارے گھروں میں نازل ہوا، جب کہ دوسری بیویوں کو خصوصی شرف حاصل نہ ہوا لیکن جب ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں تو آپ ﷺ کے قرابت داروں کو بدرجہ اولیٰ اہل بیت ہونے کا حق حاصل ہے۔ جبکہ بعض روایات میں آپ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ اور حسین رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”اللھم علوۃ اہل بیتی و اہل بیتی احق“ ”الہی! یہ میرے گھر کے لوگ ہیں اور میرے گھر کے لوگ زیادہ مستحق ہیں“ (ابن کثیر، ج ۲ ص ۱۵۸)

مشہور مفسر علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

”آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ازواج مطہرات کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی شامل ہے، اور ”ووسطہم وکسم“ میں ضمیر مذکر سے خطاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نیز حضرت علی اور حضرات حسین رضی اللہ عنہم بھی ”اہل بیت“ میں

داخل ہیں۔ اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب کہیں مذکر و مونث کا اجتماع ہو تو مذکر غلبہ پاتا ہے، چنانچہ ازواج مطہرات بمقتضائے آیت اہل بیت کے مصداق و مفہوم میں شامل ہیں، اس لئے کہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی اور خطاب بھی انہی کو کیا گیا ہے، جب کہ سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔“ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۱۸۳) مشہور مفسر علامہ نسفی فرماتے ہیں:

”آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں داخل ہیں، اور ”عنکم“ میں ضمیر مذکر لائے کی وجہ یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں مراد ہیں جس کی دلیل ”ویطہرکم تطہراً“ ہے۔ (مدارک التنزیل، ج ۳، ص ۶۴) مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

”باری تعالیٰ نے جو ”لیذهب عنکم“ اور ”یطہرکم“ فرمایا تو اس کا مقصد اہل بیت کے مفہوم میں مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل کرنا تھا، اس سلسلے میں اہل علم کی مختلف رائیں منقول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ اہل بیت نام ہے آپ ﷺ کی اولاد امجاد اور ازواج مطہرات کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہما کا شمار بھی انہیں میں ہے، اس لئے کہ ان لوگوں کو آپ ﷺ کے ساتھ معاشرت حاصل تھی۔“ مشہور مفسر علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

”ظاہر یہ ہے کہ ”اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو آپ ﷺ سے تعلق مزید حاصل تھا، اور جن کی نسبت آپ ﷺ سے ایسی مستحکم اور قریب تھی کہ آپ ﷺ کے ساتھ ان حضرات کا ایک مکان میں رہنا اور جمع ہونا عرفاً قبیح نہ تھا، اس لئے اہل بیت کے مصداق میں ازواج مطہرات کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ چار نفری کنبہ بھی شامل ہے جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔“ نیز فرماتے ہیں: ”چادر والی حدیث حصر پر دلالت نہیں کرتی۔“

”ایک جماعت نے درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ یہ آیت

ازواج مطہرات، حضرات علی، وفاخرہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم شامل ہیں، ازواج مطہرات تو اس لئے کہ وہی اس آیت کے سیاق میں مراد ہیں اور رہی آپ ﷺ کے گمردن میں مکونت پذیر تھیں۔ اور حضرت بھی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ اور حضرات حسین رضی اللہ عنہم کو چوں کہ آپ ﷺ سے قرابت اور نسبی تعلق حاصل تھا اس لئے وہ بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔“ (فتح القدیر، ج ۴ ص ۲۵۰)

ان کے علاوہ بیشتر مفسرین نے اسی قول کو رائج اور زیادہ درست قرار دیا ہے۔



﴿ساتواں باب﴾

رسول اکرم ﷺ

کا گھریلو نظم و نسق

گھر کے سربراہ، خود حضور ﷺ

گھر ایک چھوٹا سا معاشرتی ادارہ یا ایک قسم کی مختصر ریاست ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کسی بھی ادارے یا ریاست کے نظام کو کامیابی اور خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ایک امیر، حاکم، منتظم یا سربراہ کی ضرورت ہے ورنہ وہ ادارہ یا ریاست دوہم برہم اور چوپٹ ہو کر رہ جائے۔ گھریلو ادارے اور گھریلو حکومت کنٹرول کرنے اور اس کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے لئے تنظیمی سربراہی شریعت محمدی صی صیہا اصول و السلام میں مردوں کو سونپی گئی ہے کیونکہ گھر کے انتظام و انصرام، اس کی ضرورت و اخراجات کی فراہمی اور ہر طرح کے خطرات سے حفاظت کے لئے جس جسمانی ذہنی فکری اخلاقی قوتوں اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ خالق کائنات نے اپنی مخلوق مصلحتوں کے تحت طبعی اور فطری طور پر مردوں کو ودیعت فرمائی ہیں۔ اس لئے انسانی معاملات میں عورتوں کو مردوں کے ماتحت قرار دیتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا:

أَمْرُ جَالٍ لِّمَوْتُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ
عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النساء: ۳۴)
مرد عورتوں کے سر دھڑے (محرمان، محافظ، منتظم، مدبر، مامور، نمائند) ہیں۔ اس
کا ارتکاب مکرر کرنے والا اور ان کی کفالت کرنے والے ہیں۔ اس
لئے کہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک (مردوں) کو دوسرے
(عورتوں) پر (طبعی و فطری لحاظ سے) بڑائی دی ہے اور اس لئے
کہ مردوں نے اپنے مال کو (عورتوں پر) خرچ کیا ہے۔

ایک حدیث نبوی ﷺ بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ گھر کا محکمہ ان
اور مرد اور مرد ہی ہوتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ نے امت کے ہر ہر
فرد کو اپنی جگہ مکرر و مردار (داع) قرار دینے اور اس کی رعیت کے بارے میں

مسئولیت کا احساس دلانے کے ضمن میں فرمایا:

الرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عنهم

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۸۲، ۸۳، ۲۸۱، ج ۲، ص ۷۷۶)

اور مرد اپنے اہل خانہ کا نگران و ذمہ دار ہے اور (بروز

قیامت) ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

خالق کائنات اور اس کے آخری نبی ﷺ کے اس فیصلے کے برعکس جو قوم میں اور

تہذیبیں دین و دنیا کے تمام امور میں مرد و عورت کی مساوات اور شان و شانہ کام کرنے

کی غیر فطری روش پر گامزن ہوئیں، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ وہ بالعموم کام اور

ذلیل و خوار ہوئیں۔ اسی لئے وہ نائے میل، ختم الرسل اور انسانیت کے، اخلاقی، جسمانی

و روحانی طبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ اہل فارس نے اپنے امور مملکت

کسر کی گئی تھی کے پرہیز کر دیئے تو فرمایا:

لن يفلح قوم ولو امرهم امرءة (تفسیر ابن کثیر) تحت

سورة النساء، آیت (۳۱) اردو ترجمہ ہزارہ ۵ ص ۹۱)

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملے (خصوصاً

حکومت) کی ذمہ داری عورت کو بنائے گی۔

اسلام اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے درج بالا اصول کے

مطابق نبی پاک ﷺ اپنے گھر کی ہر طرح کی معاشی، معاشرتی، سماجی، روحانی،

ایمانی، اخلاقی، اور مادی حاجات و ضروریات کی فراہمی اور گھر کے نظم و نسق کو چلانے

کے ذمہ دار تھے۔

اس باب میں انشاء اللہ اس امر کا جائزہ لینے کی سعی کریں گے کہ نبی کریم

ﷺ نے کس کمال، تدبیر، حوصلے، برداشت، حسن تدبیر، دور اندیشی، پیار

محبت، مہربانیت، حکمت عمل اور حسن انتظام سے اس معاشرتی فرض کو سر انجام دیا۔

کس طرح نادار سے ڈار اور کثیر انعیال صاحب خانہ کے لئے گھریلو انتظام و انصرام

کے سلسلے میں بہترین نمونہ چھوڑا اور کس طرح آپ ﷺ نے گھر کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا اور گھر یوں ماحول کو بہشت نظیر بنایا۔

گھر، ایک بنیادی ضرورت

گھر یہ مکان کا انسان کی بنیادی ضرورت ہونا حق اور تجرباتی طور پر قوی مسلمہ ہے، شرعی اعتبار سے بھی انسان کی ایک بنیادی اور واقعی ضرورت ہے چنانچہ بیویوں کے ضروری نان نفقہ جس کا مہیا کرنا خاوند کی شرعاً ذمہ داری ہے، کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ (الطلاق: ۶)

ان کو گھر (رہائش) دور بنے کے واسطے جہاں تم خود رہتے ہو اپنے نقد و در کے موافق۔

اسی طرح ایک آدمی کی بنیادی ضروریات کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لبس لابن آدم حق فی سوی هذا الخصال بیت یسکنه و ثوب یوارى به عورته و جلف الخبز و الماء . هذا

حدیث صحیح (المستدرک للحاکم، ج ۱ ص ۲۱۲)

ابن آدم کا ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں (۱) گھر، جس میں وہ سکونت اختیار کرے، (۲) کپڑا یا لباس، جس کے ذریعے وہ اپنے قابل متزین کو چھپائے، (۳) روٹی کا ٹکڑا اور (۴) پانی۔

اس حدیث کی شرح علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے حق کا معنی مایہ (ضرورت) لکھا ہے اور درج بالا اشیاء کو "ضروریات ہائے" قرار دیا ہے۔

قرآن وحدیث کی مذکورہ اور دیگر نصوص سے استدلال واستنباط کرتے ہوئے فقہاء ومجتہدین امت نے بھی رکان کو انسان کی بنیادی ضرورت میں شمار کیا ہے۔

(احیاء علوم الدین، ج ۳ ص ۳۲۵)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے گھروں کی تعمیر

نبی کریم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو بچپن میں دادا جان اور جوانی میں اپنے مہربان چچا خولجہ ابوطالب کے ساتھ رہے، پھر عمر کے ۲۵ ویں سال جب سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد نکاح ہوا تو انہیں کے گھر منتقل ہو گئے، اس لئے حضور اقدس ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مستقل طور پر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں آپ ﷺ کو اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے گھریا حجرے بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

رہائش کی ضرورت دیگر مہاجرین مکہ کو بھی درپیش تھی اس کے لئے آپ ﷺ نے پہلے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمیان ”مواخات“ کا تاریخی اور مثالی عقد قائم فرما کر مہاجرین کی رہائش کا انتظام فرمایا پھر اللہ کے گھر یعنی مسجد کو تعمیر فرمایا۔ اس کے بعد اس شاہ عرب اور تاجدار مدینہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لئے دنیا کے عام حکمرانوں اور بڑے لوگوں کے برعکس پر تکلف محلات یا پر تعیش بنگلے اور لمبی چوڑی کونئیاں نہیں بلکہ انتہائی سادہ اور مختصر جھونپڑے یا حجرے تعمیر کرائے اور یہ حجرے آپ ﷺ کے وصال تک جب کہ اسلامی حکومت کا دائرہ حجاز، یمن، نجد، طائف اور بحرین سمیت دس لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔ (عہد نبوی ﷺ میں منظم حکمرانی، ص ۲۴۱) جوں کے توں رہے آخر تک ان میں کوئی فرق یا تہذیبی نہ آئی۔

ذاتی مکانات یا حجرے کس قسم کے تھے چنانچہ آپ ﷺ کے سارے حجروں میں جو آپ ﷺ کی ایک ایک زوجہ محترمہ کے لئے مخصوص کیا گیا تھا، کھجور کے تنوں، کھجور کے ٹکڑوں، کھجور کے چوں اور مٹی کے سدا کسی دوسرے عمارتی سامان کو استعمال

نہیں کیا گیا تھا۔ ستون کعبہ کے تنوں سے تھے۔ ضعیفوں کے طور پر بھی کعبہ کے نیچے آگے آگے تھے ان کے اوپر کعبہ کے چبڑے اور شاخیں ڈال کر مٹی سے لپٹ دیا گیا تھا، صرف چار قبروں کے آگے مٹی کی دیواریں یا باڑیں بنی ہوئی تھیں، باقی پانچ کے آگے یہ دیواریں بھی نہ تھیں۔ اونٹوں کے بالوں سے بنے ہوئے ٹاٹ ڈال کر پردہ کر دیا گیا تھا۔ داؤد بن قیس کے بیان کے مطابق جنہوں نے خود ان قبروں کو دیکھا تھا، چار دیواریں کے دروازے اور گھر کے دروازے کے درمیان کوئی چھ یا سات ہاتھ (ہاتھ عموماً ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) کا فاصلہ تھا اور اصل قبروں کی لمبائی، چوڑائی کوئی دس دس ہاتھ اور سہو دی کی ایک روایت کے مطابق تین ہاتھ تھی۔

(العیقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۵۰۱، وفء الوقوف، ج ۱ ص ۳۶۶)

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی لمبائی چوڑائی اتنی تھی کہ حضور ﷺ کے سجدے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاؤں سکھڑنے پڑتے تھے جب سجدہ ہو سکتا تھا۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ (جو بقول ابن کثیر سرسبز و سفید، غریب اور دراز قد تھے) فرماتے ہیں:

كنت ادخل بيوت ازواج النبی ﷺ في خلافة عثمان

بن عفان فاتناول سقفها بیدی (الامم المفرد، ص ۶۶)

میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوتا تھا (ان کی اونچائی اتنی تھی کہ) میں اپنے ہاتھ سے ان کی چھتوں کو چھو لیتا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی کے زمانے میں ۸۸ھ میں جب ان قبروں کو شہید کر کے مسجد نبوی ﷺ میں شامل کیا گیا تو معروف تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے روتے ہوئے کہا:

اگر ان مجروں کو اپنی اصلی حالت پر رکھا جاتا اور شہید کر کے مسجد میں شامل نہ کئے جاتے تو دنیا کو اتنا مزہ ہوتا کہ سید المرسل اور سید المتقین ﷺ نے کتنی کم دینا پراکتفا کیا۔ دوسرے حصول دنیا اور دنیا شریک و در میں شریک ہوں در کے اندھوں میں دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت کا داعیہ پیدا ہوتا۔ (وفاء الوفاء، ج ۱، ص ۳۲۷)

ان مجروں کے متعلق خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں دیکھی شہادت یوں دیتے ہیں:

میں نے ازواج انہی ﷺ کے مجروں کو دیکھا ہوا تھا وہ کھجور کے پھلوں سے تعمیر کئے گئے تھے جن کے دروازے پر سیاہ رنگ کے بادلوں کے ٹاٹ پڑے ہوئے تھے۔ جس دن ولید بن عبد الملک کے حکم سے یہ حجرے گرا کر مسجد میں شامل کئے گئے، اہل مدینہ جتنا اس دن روئے تھے کبھی روتے نہیں دیکھے گئے۔

(وفاء الوفاء، ج ۱، ص ۳۲۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے ساتھ ایک بال خانہ بھی تھا جیسے ”مشرابہ“ کہتے تھے۔ ایام کے ایام میں حضور اکرم ﷺ نے یہیں ایک مہینہ علیحدگی میں بسر فرمایا تھا۔ جبریل امین اور وحی خداوندی کی جائے نزول اور رب تک عرش معلیٰ ان مجروں میں زہد و فقر محمدی ﷺ اور بے ریشی دنیا کے باعث راتوں کو چراغ تک نہیں جلتے تھے۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۶)

گھر کی تعمیر میں فضول خرچی، ناپسند

گھر اور سر چھپانے کی جگہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے مگر گھر یا مکان کی تعمیر میں اسوۂ نبوی ﷺ یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے، مکان کی تعمیر و تزئین میں نام و نمود تلاش اور فخر و مہابات کے لئے فضول خرچی کرنا اگرچہ حلال

آمدنی سے ہو، نگاہ نبوی ﷺ میں پسندیدہ نہیں۔ آپ ﷺ نے تعلیم است کی خاطر کرم ایسٹ کے استعمال کو بھی پسند نہیں فرمایا چنانچہ سو رخ سہودی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (۱۰۰۰ سال قبل) کی مہم پر تھے تو ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے کو کچی اینٹوں سے تعمیر کر دیا، حضور ﷺ کو لے کر وہاں سے پہلے اس پر آپ ﷺ کی نظر پڑی، آپ ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ کیسی تعمیر دنیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لئے ستر پر دو ہے۔ فرمایا کہ سب سے بدتر معرّف جس میں مسلمان کا مال خرچ ہو، تعمیر ہے۔ (وفاء الوفاء، ج ۱، ص ۲۶۷)

یہاں وہ چیز یعنی مکانات کی تعمیر و تزئین میں فضول خرچی امت کے لئے بھی پسندیدہ نہیں تھی چنانچہ اس سلسلے میں یہاں ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

خادم رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ کی نظر (رستے میں) ایک بلند قبہ (گنبد) پر پڑی۔ تائید یہی کہ انداز میں آپ ﷺ نے پوچھا یہ گنبد نما مکان کس کا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک انصاری کا نام بتایا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور ناراضگی یا غصے کو دل میں رکھا (زبان سے کچھ نہ فرمایا) جب وہ مالک مکان انصاری بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض فرما (منہ پھیر) لیا۔ اس نے متعدد بار سلام عرض کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اپنے آقا کی ناراضگی اور بدلا ہوا رخ بھلا ایک سچا جان ثار کہاں برداشت کر سکتا تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے اس عدم توجہی کا ذکر کیا اور کہا آج حضور ﷺ کا یہ عجیب معاملہ دیکھا ہوں، انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ نے تمہارے گنبد کو دیکھا تھا اور تائید یہی کہ اظہار فرمایا تھا۔ عاشق زاد کو اپنے محبوب ﷺ کی ناراضگی اور بے التفاتی کی وجہ معلوم ہوئی تو کوئی تاویل نہ کی، سیدھے گھر گئے، کدال پکڑا اور گنبد کو گرا کر زمین سے برابر کر دیا اور پھر اظہار ایسا کہ آکر حضور ﷺ کو بتایا بھی نہیں بعد میں دو بابہ ایک دن جب نبی اکرم

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی

ﷺ اس رستے سے گزرے اور قبہ کو نہ دیکھا تو پوچھا اس گنبد کا کیا ہوا، سچا بہ رضى اللہ عنہم نے بتایا کہ مالک مکان نے آپ ﷺ کے اعراض کی وجہ پوچھی تھی اور ہم نے اسے بتا دیا تو اس نے اس کو گرا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

ان کل بناء وبال على صاحبه الا مالا الا مالا يعنى مالا

بد منه (سنن أبی داؤد، ج ۲ ص ۷۱۱)

ہر ایک تعمیر اس کے بانی کے حق میں وبال ہے مگر وہ تعمیر جو بہت ضروری اور ناگزیر ہو یعنی جس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔

اب مکان یا عمارت میں مالا بد منه (ناگزیر) کی کیا حد ہے؟ تو امام شعرانی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت یوں کی ہے کہ:

هو ما يقيه من الحر و البرد و السباع و نحو ذلك

(كشف الغمہ، ج ۲ ص ۲۰)

وہ اتنی عمارت ہے جو انسان کو گرمی، سردی اور درندوں سے تحفظ فراہم کر سکے۔

ایک روایت میں ہے: حضور ﷺ نے شان و شوکت والی عمارت میں سخت وعید سنائی تو آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! دکھاوے اور شان و شوکت کے لئے مکان بنانے کی کیا نشانی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يسنى فضلا على ما يكفيه استطالة منه على جيرانه و

مباهاة لآخوانه (من لا يحقره الفقہ، ج ۴ ص ۶)

کوئی آدمی اپنی ضرورت سے زیادہ مکان محض اس لئے بناتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں پر رعب جماسکے اور اپنے بھائیوں پر فخر کر سکے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ مکانات کی تعمیر میں فضول خرچی کو یوں ناپسند فرمایا:

جب کسی بندے کے مال میں برکت نہیں دی جاتی تو وہ اسے

کارے پانی میں لگا رہتا ہے۔ (مسکوٰۃ المصابیح، ص ۱۱۱)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

مومن جو کچھ بھی خرچ کرنا ہے اس پر اسے اجر دیا جاتا ہے مولائے

اس (منقول) خرچ کے جو وہ اس مٹی (تعمیر مکان) پر خرچ

کرے۔ (ابن خضام، ص ۱۴۱)

گھریلو سامان

منصور نبی کریم ﷺ کے گھروں میں عام طور پر موجود ساز و سامان اور دستمل

کی ضروری چیزوں کی ایک اجمالی فہرست پیش کئے دیتے ہیں۔

ازواج مصبرات رضی اللہ عنہن میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی

حضور ﷺ کی چھٹی زوجہ محترمہ جن کی جھولی اور جن کے حجرے میں آپ ﷺ نے

وصال فرمایا اور جس حجرے میں آپ ﷺ آج بھی محرابِ راحت ہیں۔ اس حجرے کا

کل ساز و سامان اور اہل کائنات کیا بھی؟ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ایک چار پائی جو دو لکڑیوں سے بنائی گئی تھی اور ان لکڑیوں کو عام سی رسیوں

سے باندھ دیا گیا تھا۔

۲۔ چار پائی کے اوپر ایک پرتی چادر پڑی رہتی جسے گرمیوں میں تہہ کر کے نیچے

بچھا دیا جاتا اور سردیوں میں آدمی گدے اور آدمی رضائی کے طور پر اوپر

اوڑھ لیتے۔

۳۔ ایک ٹکڑے جس میں کھجور اور درختوں کی چھال بھری تھی۔

۴۔ ایک ٹکا پانی کے لئے۔

۵۔ وضو اور نہانے کے لئے مٹی کا ایک ٹکڑا۔

۶۔ کھانے کے لئے مٹی کا ایک برتن۔

۷۔ ایک کھوئی جس پر چند سفی بٹا اور کھجور لٹکے رہتے۔

۸۔ بومے کے واسطے ایک بچلی۔

یہ تھا کاشانہ نبوی ﷺ و دولت کدۂ رسول ﷺ، مہبط وحی اور فرشتوں کا جائے نزول اور یہ تھا صبر و قانع پیغمبر ﷺ کا دنیا میں حصہ۔

(السيرة النبوية، ج ۱، ص ۲۳۳)

”ہے مہینے کے ”سوٹ“ تو سوائے روٹی کے ایک آدھ ٹیس، ایک آدھ چادر اور ایک آدھ غلام کے کوئی فالتو کپڑا ہی نہ تھا، جسے ”سوٹ کیسوں“ میں رکھنے کی نوبت آتی۔ (السيرة النبوية، ج ۱، ص ۱۱۷)

جس بالائے خات میں آپ ﷺ نے ایلاء کے زمانے میں قیام فرمایا تھا، ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو سرور کائنات ﷺ کے متوجہ بالاہم کے انتہائی مختصر سا رد سامان اور چٹائی جس کے نشان جسم نبوی ﷺ پر پڑ چکے تھے، کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! میں کیوں نہ درودوں در آنحال کہ اس چٹائی نے آپ ﷺ کے جسم نازنین پر نشان ڈال دیے ہیں اور یہ آپ ﷺ کا کل خزانہ ہے جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ قیصر و کسریٰ مال و دولت باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپ ﷺ کا یہ حال ہے ہے حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے فرمایا وہ اور اس کے محبوب ہیں۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

يا ابن الخطاب! لا ترضى ان تكون لنا الاخيرة و لهم الدنيا
اے ابن خطاب! کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے
آخرت اور ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے دنیا کی نعمتیں ہوں۔
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔

کا شہادت نبوی ﷺ میں موجود ساز و سامان کی بھی مگو، دوام المؤمنین - یہ وہاں صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وصال نبوی ﷺ پر کیا خوب مرثیہ کہا اور کتنا شاندار خراج تحسین پیش کیا، فرماتی ہیں:

وَمَا مِنْ لِمٍ يَلْبَسُ الْحَرِيرَ وَلَمْ يَنْسِ عَلَى لِرَائِشِ الْوَنِيرِ
وَمَا مِنْ خَرَجٍ خَرَجَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَنْبَعِ مِنْ عِزِّ الشَّعِيرِ

وَمَا مِنْ اخْتَارَ الْحَصِيرِ عَلَى الْمَرِيرِ
وَمَا مِنْ لِمٍ تَسْمُ بِمَالِ لَيْلٍ مِنْ خَوْفِ الْمُسْعِرِ
ترجمہ: اے وہ (کالی کالی والے) جنہوں نے کبھی ریشم کا کپڑا نہ پہنا اور جو زندگی بھر نرم بستر پر نہ سوئے۔

اے وہ (صاحبِ وقائعِ رسول ﷺ) جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کبھی جوگی روٹی بھی میر ہو کر نہ کھائی۔

اے وہ (شہنشاہ) جس نے چار پائی پر (نرم و گداز گدوڑوں اور مخملی بستروں کے بجائے) چٹائی کو اٹھیا رکھے (بچھائے) رکھا اور اے وہ (شب زندہ دار) جو دوزخ کے خوف سے (تعلیمِ امت کے لئے) رات بھر نہ سوتے تھے۔ (مطلع الشرور والعمى ان فیه

تلفظ: سید الاتس والجزاء، ص ۱۰۴)

گھریلو خادمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ثلاثہ رسول ﷺ پر اپنی خنجر گواہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں رسول متبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ خرا کی بنی ہوئی رسی سے بنی ہوئی چار پائی پر سر کے نیچے پڑے کاغذ لے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس محل میں مجھ کو استراحت تھی کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر اور چار پائی کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہ تھا۔ (سبل الہدی و

(الرشاد فی سيرة خير العباد، ج ۷ ص ۳۵۴)

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم ﷺ کی ایک چار پائی، عصا، پانی پینے کا برتن، بڑا پیالہ، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ، چھوڑ دار چادر اور کچادوہ تھا جب کبھی ان کے پاس قریش کے لوگ آتے تو آپ ان سے فرماتے:

اے قریش! یہ اس ذات والا شان کی میراث ہے جس کے طفیل اللہ کریم نے تمہیں (دنیا میں) عزت، افتدار اور کئی دیگر نعمتیں

مرحمت فرمائیں۔ (سبل الہدی و الرشاد، ج ۷ ص ۳۵۴)

اسی طرح ایک روایت کے مطابق اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے گھر میں بھی حضور ﷺ کا کچھ سامان موجود تھا جس کی وہ روزانہ زیارت کیا کرتے تھے، اور جب کبھی ان کے پاس کوئی وفد آتا تو اسے یہ متاع نبوی ﷺ دکھاتے ہوئے فرماتے:

یہ اس ذات کی متاع دنیا ہے جس کی برکت سے اللہ کریم نے تمہیں دنیا میں عزت و افتدار نصیب فرمایا، یہ سامان خرما کی بنی ہوئی رسی سے بنی ہوئی چار پائی، کھجور کی چھال سے بھرا تکیہ، پانی پینے کا برتن، بڑا پیالہ، اون کی چادر، آٹا پینے کی چکی اور ترکش (جس میں چند تیر تھے) پر مشتمل تھا۔ چادر میں آپ ﷺ کے پسینہ کا نشان بھی تھا ایک آدمی بیمار ہوا تو اس کے گھر والوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اس چادر نبوی ﷺ کے پسینہ کے چند قطرے نچوڑ دینے کی درخواست کی چنانچہ بیمار آدمی کو چند قطرے نچوڑ کر پلائے گئے تو وہ تندرست ہو گیا۔ (سبل الہدی و

الرشاد، ج ۷ ص ۳۵۵)

علاوہ ازیں دولت کدہ نبوی ﷺ میں جس گھریلو سامان کا تذکرہ ملتا ہے اس میں ایک طشت (تھال) ایک لکڑی کا پیالہ (جس کے چار حلقے تھے اور جسے چار آدمی

ن کر اٹھاتے تھے کپڑے کے لئے مٹی کا برتن، ایک پتھر کا برتن، تانبے کا ایک
(کپڑے بچھانے یا رتنے کا برتن) پتھر کا ایک ب، ایک تیل کی شیشی، ایک آگ کی
روسیہ (موتو آگ)، مسمرے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا (والدہ صاحبزادہ) برانیم بن رسول
بن حجازی کے ساتھ ہونے میں رتی تھی، عمار کی کنگھی، ایک سرے والی، تینوں شامل
تھی۔ (سیرت شامی، ج ۷ ص ۳۶۱)

مشہور محدث ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے دوست کدہ نبوی ﷺ کے سامان
سے متعلق متفرق احادیث کو جمع کرتے ہوئے احادیث نبوی ﷺ کی جو فہرست مرتب کی
ہے وہ درج ذیل ہے

- ۱۔ ایک شیشے کا ب۔
- ۲۔ ایک لکڑی کا پرلہ جو رات کو پیشاب کرنے کے لئے چارپائی کے نیچے رکھ
دیا جاتا۔
- ۳۔ صابون نامی ایک چھوٹا ڈونگا یا چھال (ایسا برتن جو انگور وغیرہ نچرتے وقت
جمع ہونے کے لئے نیچے رکھا جاتا ہے)
- ۴۔ پتھر کا ایک چھوٹا برتن جس سے وضو کیا جاتا تھا
- ۵۔ پیش کا ایک ٹکڑا (جو کپڑے بچھانے اور رتنے کے کام آتا تھا)
- ۶۔ "اسوہ" نامی ایک بڑا پیالہ
- ۷۔ پتھر کا ایک نہانے کا شب
- ۸۔ تیل کی ایک شیشی
- ۹۔ ایک ڈبہ یا توشہ دین جس میں شیشہ اور کنٹھیا رکھا رہتا، کہا جاتا ہے کہ یہ
کنٹھیا عمارت کا بنا ہوا تھا۔
- ۱۰۔ ایک سرد اشہ کی سرے دہنی جس سے رات کو سوتے وقت آپ ﷺ تین
سلاخیاس آنکھوں میں ڈالتے۔
- ۱۱۔ شیشہ اور کنٹھے والے ڈبے میں دو قینچیاں اور مسواک بھی تھی۔

۱۲۔ انفراد نامی ایک بڑا پیالہ جس کے چار حلقے تھے اور جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔

۱۳۔ ایک صاع (پیانہ کا نام ہے)

۱۴۔ ایک مد (پیانہ کا نام ہے)

۱۵۔ ایک چادر

۱۶۔ ایک چار پائی جس کے پائے ساج کے تھے۔

۱۷۔ چمڑے کا بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (زاد المعاد فی ہدیٰ

خیر العباد، ج ۱ ص ۱۳۲)

چار پائی رسول ﷺ سے برکت کا حصول

نبی کریم ﷺ کے استعمال میں رہنے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر سے مس کرنے والی چیزیں اپنی ظاہری ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے اگرچہ کوئی زیادہ نفیس اور قیمتی نہ تھیں مگر روحانی و معنوی اور برکت کے اعتبار سے اور حضور ﷺ کے ساتھ نسبت کے حوالے سے رشک عرش بریں اور دنیا و مافیہا سے زیادہ قدر و قیمت رکھتی تھیں، اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ہو جاتا ہے جسے صاحب سیرت شامی رحمہ اللہ نے بلاذری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

قریش مکہ کے نزدیک چار پائیوں پر سونا بہت پسندیدہ امر تھا، جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نزول فرمایا، آپ ﷺ نے پوچھا ابویوب! کیا تمہارے ہاں کوئی چار پائی نہیں؟ انہوں نے عرض کیا: قسم بخدا نہیں، یہ بات انصاری صحابی اسعد بن زرارہ کو پہنچی تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چار پائی بھجوا دی جس کے بازو اور پائے لوہے کے تھے۔ آپ اپنے وصال تک

اسی چار پائی پر سوتے رہے، اسی چار پائی پر آپ ﷺ کا جنازہ پڑھا گیا، آپ کے وصا کے بعد اہل مدین حصول برکت کے لئے اسی چار پائی پر اپنے مردوں کو اٹھاتے تھے حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی چار پائی پر اٹھایا گیا۔ (سیرت نسائی، ج ۷ ص ۲۰۴)

گھر میں تکلفات و تعیشات سے نفرت

نبی کریم ﷺ کو گھر کی تعمیر میں فضول خرچی کی طرح گھر میں خواہ کواہ کے بلا ضرورت تکلفات سے بھی نفرت تھی، اس کا اندازہ ذیل کے چند واقعات سے لگائے۔

(۱)..... اپنی تخت جگہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو جو تعلق خاطر تھا، اہل طم سے مخفی نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی حضور اکرم ﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ بنی کو خوش آمدید کہتے، ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر انہیں اپنی جگہ پر بٹھا دیتے۔ حضور ﷺ کا جب بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی عقیدت و محبت کا مظاہرہ فرماتیں۔ (الادب المفرد، ص ۱۳)

اس تعلق خاطر کے باوجود سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے متعلق ایک روایت ملاحظہ فرمائیے اور اندازہ کیجئے کہ عام غربت کے زمانے میں تکلفات کے استعمال کو آپ ﷺ نے کس طرح ناپسند فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ سفر سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو دروازے پر ایک پردہ لگا نظر آیا چنانچہ گھر میں داخل نہ ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمول یہی تھا کہ کبھی یاہر سے تشریف لاتے تو پہلے بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی داخل ہوتے، اس دلدہا پس مڑ جانے کا سیدہ کو براغم ہوا، حضرت علی رضی اللہ

عنه آئے اور سیدہ رضی اللہ عنہا کو مغموم دیکھا تو پوچھا آپ کو کیا ہوا؟ کہنے لگیں: ابا جان آئے تھے مگر غریب خانہ میں داخل نہیں ہوئے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہمارے دروازے پر آکر گھر میں داخل نہ ہونے کا سیدہ فاطمہ کو برائم ہے، فرمایا:

و ما انا و الدنيا و ما انا و الرقم

میرا اور دنیوی زیب و زینت اور نقش و نگار کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے، یہ دنیوی تکلف ہے مجھے اس سے کیا واسطہ؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور سیدہ کو حضور ﷺ کے گھر داخل نہ ہونے کی وجہ بتائی، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوبارہ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ اس پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: کپڑے کو فلاں قبیلے کے ضرورت مند لوگوں کی طرف بھیج دو۔

(مسند ابی داؤد، ج ۲ ص ۵۷۳)

(۲)..... سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ ان سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کوئی (شو قیر رکھا گیا) کتا ہو یا (شو قیر) تصویر تو اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے، انہوں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلو تا کہ ان سے بھی یہ بات پوچھ لیں چنانچہ ہم ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابو طلحہ نے ہمیں اس طرح کی حدیث حضور ﷺ سے سنائی ہے، کیا آپ نے بھی اس بارے میں کوئی بات سنی ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں، البتہ میں تمہیں ایک چشم دید اور خود بینا واقعہ سناتی ہوں وہ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے میں آپ ﷺ کی واپسی کے انتظار میں تھی، اسی دوران میں نے اون کے ایک کپڑے سے پردہ ہٹایا اور دیوار پر چوڑائی کے رخ ڈال دیا، حضور ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور سلام عرض کرتے ہوئے کہا کہ

اللہ کا شکر ہے جس نے آپ ﷺ کو اس غزوہ میں غلبہ اور عزت عنایت فرمائی۔ ﷺ نے گھر کی طرف دیکھا تو دیوار پر پڑے پردہ کو ملاحظہ فرما کر مجھے کوئی جواب نہ دیا، میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھ لئے، آپ ﷺ پردے کے پاس آئے اور اسے پھاڑ دیا پھر فرمایا: اللہ نے ہمیں جو رزق عنایت فرمایا ہے اس میں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور مٹی (دیواروں) کو کپڑے پہنائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اس پردے کے ٹکڑے کر کے دو ٹکڑے بنا لئے جن میں کھجور کا چھلکا بھر دیا گیا تو اس پر آپ ﷺ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۰۰)

(۳)..... صحیح بخاری میں گھریلو خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر (حجرے) کے ایک جانب باریک رنگ دار پردہ لٹکا دیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ اپنا یہ پردہ یہاں سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی ہیں۔ (سنن نسائی، ج ۲ ص ۲۶۰)۔

(۴)..... صحیح بخاری ہی میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے تصویر دار تکیہ خرید لیا جب رسول مقبول ﷺ نے اس تکیے کو دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر قدم رنچنے نہ فرمایا، میں نے آپ ﷺ کی کراہت (ناپسندیدگی) کو بھانپ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے جو کچھ گناہ کیا ہے اس پر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف توبہ (رجوع) کرتی ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ تکیہ کیسا اور کہاں سے آیا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یہ تکیہ میں نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں اور قیام لگایا کریں، حضور ﷺ نے فرمایا: روز قیامت ان تصاویر والوں کو عذاب کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو تصویریں تم نے بنائیں انہیں زندہ کرو (جان ڈالو) مزید فرمایا: ایسا گھر جس میں یہ (جانداروں کی) تصویریں ہوں اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۴۸۳)

(۵)..... سونے چاندی کے زیورات اور ریشمی لباس شرعی نقطہ نگاہ سے

خواتین کے لئے اگرچہ جائز ہیں مگر اس کے باوجود نبی پاک ﷺ اپنے گھروالوں اس سے منع کرتے ہوئے فرماتے تھے:

ان كنتم تحبون حلبة الجنة و حريرها فلا تلبسوها في

الدنيا (سنن نسائی، ج ۲ ص ۲۱۱)

اگر تم جنت کے زیورات اور جنت کا ریشمی لباس پسند کرتے ہو تو

ان چیزوں کو دنیا میں نہ پہنو۔

چنانچہ ایک مرتبہ اپنی نخت جگر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو ان کے گلے میں ایک سونے کا ہار جو انہیں اپنے شوہر تاجدار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہدیہ دیا تھا دیکھ کر فرمایا:

يا فاطمة ابغرك ان يقول الناس ابنة رسول الله و في

يدها سلسلة من نار

اے فاطمہ! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگے گی کہ لوگ کہیں رسول

اللہ کی بیٹی ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن ہیں۔

پھر اسی وقت واپس تشریف لے گئے اور بیٹھنا بھی پسند نہ فرمایا، سیدہ نے اس کنگن پر ابا جان علیہ التحیۃ والسلام کی اس قدر ناپسندیدگی دیکھی تو اسی وقت بازار میں بھیج کر بیچ دیا اور اس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا، حضور ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو فرمایا:

باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے بیٹی فاطمہ کو آگ سے نجات

عنایت فرمائی۔ (ایضاً، ج ۲ ص ۲۴۴)

اسی طرح اپنی چیتیتی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ سونے کے کنگن پہنے دیکھا تو فرمایا:

کیا میں تمہیں اس (سونے کے کنگنوں) سے بہتر چیز نہ بتاؤں اگر تو

ان کو اتار کر چاندی کے کنگن بنوا لے اور انہیں زعفران کے رنگ

سے رنگ لے کر یہ تمہارے لئے بہتر ہوں گے۔ (ایضاً)

خواتین کو جمعیتی اور فساد خیز طور پر بننے سے کیڑوں، سوسوں اور نئے نئے ڈبہ انگ کے لباس سے جو جنون کی نہ تھکتی محبت ہوتی ہے وہ کوئی عقلی چیز نہیں ہے، شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات میں ہم تک اس چیز کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، مگر نبی کریم ﷺ کی ازدواجی مطہرات کی سادگی، بے تکلفی یا دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما كانت لاحد انا الا ثوب واحد (صحیح بخاری، ۱۰ ص ۶۰)

ہم تمام ازدواجی مطہرات میں سے کسی ایک کے پاس بھی ایک جوڑے کے سوا کوئی چیز نہ تھا۔

ان ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں بعض خواتین بڑے رئیسوں اور سردارانِ قبائل کی بیٹیاں تھیں مگر کاشانہ نبوی ﷺ میں زہد و فقر کا یہ عالم ہے کہ دوسرا جو راہبیسر نہیں، مخصوص ایام سے پاکی پر اسی کیڑے کو دو کر نماز ادا فرماتی ہیں۔ (ایضاً)

زہد و قناعت

خود آپ ﷺ کی جیتی زہد و محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

عن عمروة عن عائشة انها كانت تقول واللہ یا ابن
اخی ان کنا لننظر الی الهلال ثم الهلال ثم الهلال
اهلة فی شہرین و ما اوقد فی ابیات رسول اللہ ﷺ
نار قال قلت یا خالة فما کان یمیشکم قالت الاسودان
السمیر و الماء الا انه قد کان لرسول اللہ ﷺ جیران
من الانصار و کانت لہم متاع فکانوا یرسلون الی
رسول اللہ ﷺ من البانہا فیسقیناہ (مسلم (مع شرح

نہوی، ج ۲، ص ۱۰۱)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے فرمایا کرتی تھیں، اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو پھر دوسرے مہینے کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے مگر رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: خالہ جان! تو پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا: دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی، البتہ کچھ انصار حضور ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں اور جو ازراہ محبت اور بطور ہدیہ آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے، جو آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے تھے۔

ایک اور گواہی بھی اسی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے سن لیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کے زہد کو دیکھا اور بنفس نفیس تمام آل محمد ﷺ سمیت فاقے پر فاقے برداشت کئے اور کبھی زبان پر حرف شکایت نہ آیا، فرماتی ہیں:

حضور ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے وصال کے دن تک مرغن غذا تو کیا آل محمد ﷺ کو کبھی متواتر دو دن تک ہوئی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوئی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۴۶)

ایک اور قرہی فرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

كان رسول الله ﷺ يبيت الليالي المتتابعة طوايا واهله لا يجدون عشاء و كان اكثر حبزهم خبز الشعير

(جامع ترمذی، ص ۳۴۱)

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی متواتر راتیں

بھوکے رہتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا اور جب کبھی
روٹی میسر ہوتی تو اکثر بھوکے ہوتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔

حضور ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا لیکن آپ ﷺ نے
اپنی اس تکلیف کو کبھی بھی کسی کے سامنے شکایت نہیں کی، پیٹ بھر
کر کھانا سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب ملا تھا، اثر ایسا ہوتا کہ
آپ ﷺ ساری ساری رات بھوکے رہتے لیکن آپ ﷺ کا یہ
فائدہ آپ ﷺ کو دوسرے دن کے روزے سے نہیں روکتا تھا
حالانکہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے سارے
خزانے سارے بھل اور زندگی کے خواہشات طلب کر لیتے اور میں
جب بھوک کی حالت میں آپ ﷺ کے شکم اطہر پر ہاتھ بھیرتی تو
آپ ﷺ کی بھوک کو دیکھ کر مجھے ترس آتا اور میں رو پڑتی اور میں
آپ ﷺ سے عرض کرتی میری جان آپ پر قربان اگر آپ
ﷺ اپنی خوراک بھر دینا سے حصہ لے لیتے، آپ ﷺ ارشاد
فرماتے: "اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا واسطہ میرے بھائی! اولو
العزم رسولوں نے اس سے بھی زیادہ سخت محبتیں صبر و شکر سے
بھیلی ہیں، وہ اس دنیا سے ستر کر گئے اور ترجیح دے اپنے رب کے
دربار حاضر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کھانا اور بڑا ثواب عطا
فرمایا ہے، مجھے یہ سوچ کر شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں نے اگر دنیا
کی زمین میں بیس و عشرت طلب کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں
قیامت کے دن ان سے پیچھے رہ جاؤں، مجھے اس سے بڑھ کر اور
کوئی دوسری چیز پیاری نہیں کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں
(انبیائے سابقین) سے جا ملوں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ زندہ

رہے پھر آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ (الشفاء، ج ۱ ص ۱۴۲)

آپ ﷺ کی راتوں کا زیادہ تر حصہ اپنے کریم رب کے حضور قیام و سجود میں گزر جاتا، تھوڑا بہت جو آرام فرماتے اس کے لئے بھی آج کل کے طرز پر کوئی پٹنگ، گدا اور نرم و گداز بستر نہ تھا بلکہ بان کی ایک کھر درہی چار پائی یا چٹائی ہوتی تھی جس سے نازک اور نازنین جسم پر نشان پڑ جاتے۔ (الشفاء، ج ۱ ص ۱۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

حضور ﷺ کا بستر مبارک چڑے کا ہوتا جس میں کھجور کی مچھال بھری ہوتی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

گھر میں حضور ﷺ کا بستر کھل کا ہوتا جسے ہم لوگ آپ ﷺ کے لئے دوہرا کر دیتے تھے اور آپ ﷺ اس پر آرام فرما لیتے، ایک رات ہم نے اس کھل کو چارتہ کر دیا (تاکہ آپ ﷺ کا بستر ذرا نرم ہو جائے) تو صبح کے وقت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ رات کو تم لوگوں نے میرے لئے سونے کے لئے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے بتایا کہ اسی کھل کو چارتہ کر کے بچھا دیا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ایسا نہ کیا کرو بلکہ جیسے پہلے بچھاتے تھے ویسے ہی بچھایا کرو اس لئے کہ تمہارے بستر نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا۔ (الشفاء، ج ۱ ص ۱۴۲)

مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے اور چٹائی کی مٹی آپ کے جسم پر دکھائی دے رہی تھی، میں فداک امی و امی کہتا ہوا آپ ﷺ کے جسم کو ملنے لگا اور عرض کیا آپ ﷺ نے مجھے بتایا کیوں نہ؟

ہم کچھ چمکا دیتے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہوتی اور آپ ﷺ آرام سے سو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ، میری دنیا اور دنیوی آرام و راحت کی مثال ایک مسافر سوار کی ہے جو درخت کے سایہ تلے لیٹا پھر اس کو چھوڑ کر

چلتا ہوا۔ (سیرۃ النبی ﷺ، ابن کثیر، اردو، ج ۳ ص ۳۱۹)

دنیا کے بادشاہوں اور سربراہان مملکت کے گھروں میں روشنی کا کیا کچھ انتظام نہیں ہوتا مگر اس محبوب خدا ﷺ کے گھر کا یہ حال ہے کہ گھر میں روشنی کرنے کے لئے دیا تک نہیں (الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۱۰۵) اور کبھی میسر ہوا تو اس میں جلانے کے لئے تیل نہیں تھا، حتیٰ کہ پیر (جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا) کی رات جب آپ ﷺ پر نزع کا عالم طاری تھا تو خاتون اول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پڑوس کے گھر سے مانگ کر اس میں تیل ڈالا۔ (المنظوم فی تاریخ الامم و الملوک، ج ۴ ص ۳۳)

حضور اکرم ﷺ کے گھر میں زہد کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپ ﷺ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا، اس دن آپ ﷺ کی زرہ ابو شحمہ نامی یہودی کے ہاں صرف تیس صاع (قریباً ڈھائی من) بھوکے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۱۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک مونا کھل بیوند لگا ہوا اور ایک مونا کپڑے کی لٹکی نکال کر دکھائی اور فرمایا ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض ہوئی تھی۔ (بخاری شریف، ج ۱ ص ۱۳۸)

اخراجات نبوی ﷺ کی کہانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبانی

کا شایہ نبوی ﷺ کے اخراجات کیا تھے؟ اس کی تفصیل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم کرتے ہیں، جنہیں مؤذن رسول ﷺ ہونے کے علاوہ بعثت سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک آپ ﷺ کا خزانچی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جب حضور اکرم ﷺ کے پاس کوئی مسلمان

آدمی آتا اور اسے نکلا (یا بھوکا) دیکھتے تو مجھے اس کے لئے کپڑے مہیا کرنے کا فرماتے، میں جا کر قرض لیتا، اس کے لئے کپڑے اور متعلقہ چیزیں خریدتا، اسے کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا، حضور اکرم ﷺ کے اخراجات کا سلسلہ اس طرح چلتا رہا، مجھے ایک مشرک آدمی ملا اور کہنے لگا بلال! میرے پاس بڑی وسعت ہے میرے علاوہ کسی سے قرض نہ لیا کرو۔ چنانچہ میں اس سے قرض لینے لگا، پھر یوں ہوا کہ ایک دن میں وضو کر کے اذان کے لئے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آدھمکا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا یا حبشی! میں نے کہا: حاضر ہوں، وہ مجھ پر جھپٹا اور ایک سخت بات کہی، پھر کہنے لگا: جانتے ہو مہینہ گزرنے میں کتنے دن باقی ہیں، میں نے کہا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے، کہنے لگا مہینہ ختم ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں اگر تو ادا نیکی نہیں کرتا تو تجھے اپنی اس رقم کے عوض گرفتار کر لوں گا جو تیرے ذمہ ہے، میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تیری یا تیرے صاحب (پیغمبر ﷺ) کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ اس لئے دیا تھا کہ اس بہانے تجھے اپنا غلام بنالوں اور تجھ سے اس طرح بکریاں چرواؤں جس طرح اس سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے دل میں اس کی اس بات سے وہی چیز بیٹھ گئی جو ایسے مواقع پر لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جایا کرتی ہے، بہر کیف میں گیا اور اذان پڑھی۔ جب عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضور ﷺ نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے تو اجازت لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس مشرک کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیا کرتا ہوں اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے، ادھر نہ آپ ﷺ کے پاس اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس سے ادا نیکی ہو سکے اور وہ مجھے خواہ مخواہ ذلیل کرے گا لہذا آپ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں بعض مسلمان قبائل کے پاس چلا جاؤں کہ اللہ کریم اپنے رسول ﷺ کو اتنا رزق عطا فرمادے جس سے اس کی ادا نیکی ہو سکے۔ یہ کہہ کر کاشانہ نبوی سے نکلا اور گھر آیا۔ اپنی تلوار، نیزہ جو تے مر کے پاس رکھے اور صبح کی انتظار میں لیٹ گیا، جب بھی سونے کی کوشش کرتا فکر سے پھر آنکھ کھل جاتی، اس

طرح کرتے کرتے رات گزرتی اور صبح صادق طلوع ہوئی، میں گھر سے نکلنے ہی کی بجائے کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور پکارا کہ اے نبی! تمہیں حضور ﷺ بارہ بجے ہیں، میں حضور ﷺ کی طرف چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ کاشانہ نبوی ﷺ کے باہر چار اونٹ بیٹھے ہیں اور ان پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں خوشخبری ہو اللہ کریم نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام فرما دیا ہے“ میں نے الحمد للہ پڑھا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا تم نے باہر بیٹھے ہوئے چار اونٹ نہیں دیکھے؟“ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں ضرور دیکھے ہیں۔ فرمایا: ”یہ اونٹ اور بھٹا سامان ان پر لدا ہوا ہے وہ سب تیرا ہے“ ان اونٹوں پر کپڑے اور کھانے پینے کا سامان تھا جسے فدک کے رئیس نے حضور ﷺ کے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ فرمایا: ”یہ اونٹ اور سامان لے لو اور اپنا قرض اتارو“ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اونٹوں سے سامان اتارا اور انہیں رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں نے صبح کی اذان پڑھی جب حضور ﷺ نماز پڑھا چکے تو میں بیعت کی طرف نکلا اور کالوں میں انگلیاں ڈال کر زور زور سے اعلان کرنے لگا ”جس کسی نے رسول ﷺ سے قرض لینا ہو وہ آجائے“ میں سامان بیچ کر قرض اتارنے لگا حتیٰ کہ حضور ﷺ پر کوئی قرض باقی نہ رہا، سارا قرض اتارنے کے بعد بھی میرے پاس ڈیڑھ دوادقیقہ کا رہا، اب میں مسجد میں آیا تو شام ہو چکی تھی، حضور ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے، میں نے سلام عرض کیا تو دریافت فرمایا ”تمہارے معاملے کا کیا ہوا“ میں نے عرض کیا: ”اللہ کریم نے وہ سب کچھ ادا فرما دیا ہے جو حضور ﷺ کے ذمہ تھا اور اب کوئی قرض باقی نہیں رہا“ پوچھا: ”کیا کوئی چیز باقی رہی ہے؟“ میں نے عرض کیا: ہاں، دو دینار بچے ہیں“ فرمایا: ”دیکھو! انہیں خرچ کر کے مجھے راحت پہنچاؤ، میں اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوں گا جب تک کہ تو انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچاتا“ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے اس دن رات مجھے تک کوئی آدمی نہ آیا تو حضور ﷺ نے رات مسجد میں ہی گزار دی، دوسرا دن بھی مسجد میں ہی تشریف فرما رہے حتیٰ کہ شام کو دو

(مسافر) سوار آ گئے۔ میں نے ان دو دینار کے کپڑے اور کھانا خرید کر انہیں پہنا دیا اور کھلا دیا جب آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ چکے تو پھر مجھے بلایا اور پوچھا: "تیرے معاملے کا کیا ہوا؟" میں نے عرض کیا "اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے راحت پہنچا دی ہے" آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور دو دیناروں کے خرچ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا، اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ آپ ﷺ کو چانک اللہ کی طرف سے بلاوا آ جائے اور یہ دینار آپ ﷺ کے پاس موجود ہوں، اب آپ ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کی طرف چلے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھا، آپ ﷺ ایک ایک زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے ہر ایک کو سلام کیا پھر آخر میں اس حرم کے پاس پہنچے جن کے پاس رات گزرنے کی باری تھی۔ (صحیح ابن حبان، ج ۷، ص ۸۹)

مہمان داری

انسانی اخلاق اوصاف خوبیوں اور کمالات میں مہمانداری یا مہمان نوازی ایسا وصف و کمال ہے جسے ہمیشہ سے نہ صرف ہر انسانی معاشرہ میں عقلاء و شرفاء زمانہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ سمجھا گیا ہے بلکہ تمام سابقہ شرائع اور خود شریعت محمدی ﷺ میں بھی یہ فعل بڑی عظمت کا حامل ہے، جس کا تفصیل یہ محل نہیں۔ عرب تو اس وصف و کمال میں بطور خاص مشہور تھے، اب یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ خوبی اور کمال، شاہکار تخلیق، انسان کامل اور صاحب شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ اتم نہ پایا جاتا، چنانچہ مہمان نوازی کے حوالے سے جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کاشانہ نبوی ہمیں ایک ایسا مہمان خانہ نظر آتا ہے جس کے دروازے اجنبی غریب الدیار مسافر اپنوں اور پرائیوں سب کے لئے دن رات کھلے رہتے تھے، جس طرح دوسرے تمام انسانی اور غیر انسانی کمالات میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہ تھا اسی طرح اپنی طبعی شفقت و رحمۃ للعالمین کے باعث مہمان نوازی اور مہمانوں کے لئے ایثار میں بھی

آپ فریقہ اپنی مثال میں رکھتے تھے، آپ خلیفہ کے آباء اجداد کو بھی سہماں نہ دیتے تھے۔
وہ صرف میں چور نہ عرب میں سب سے نمایاں ورممتاز تھے۔

(مطبوعة باسمي - مكتبة ابن رشد - ص 111 و 112)

یہاں آپ عظیم الشان ذوقِ صوفیہ پر مہمانِ نوازی کے حوالے سے چند مہربانیاں پیش کرتے ہیں۔

منصور چٹنگا کے نزدیک وہ کھانا سب سے زیادہ پسندیدہ تھا جس پر زیادہ تھو پڑتے تھے۔ (النساء، ۲، ص ۸۵) آپ چٹنگا کے گھر بیٹا خادمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میتھ اور شام کے کھانے پر جب بھی نبی کریم ﷺ تشریف لاتے

تو مہمانوں کی پھرتنگ چلی۔ (شہنشاہ مرہٹہ، ص ۵۶)

ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب تیرے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اکثر بھوکے رہتے تھے تو سننے والے راوی حضرت عمرؓ نے دریافت کیا اس بھوک کی وجہ کیا تھی؟ تو انہوں نے بتایا:

لكنة من بغشاه و اغنيائه و قوم يلزمونه لثانك و لا

بكل طعاماً اذ الا معه اصحابه و اهل الحاجة

يتبعون من الصلوة (سجلات الكبرى، ج ١ ص ١٠٩)

کثرت سے آپ ﷺ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور ان مفلس و گویاں کو جو کھانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ چمکے رہتے تھے، آپ ﷺ جب بھی کھانا تناول فرماتے تو آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ اور اہل عیال بھی شریک ہو جاتے جو مسجد میں نبی آپ ﷺ کے پیچھے جاتے۔

یو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک رات حضور ﷺ کے ہاں مہمان نضرہ آپ ﷺ نے اس بکری کا دودھ اوجھ کر مجھے پیلا دیا

جس کا گھر والوں کو ملا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے اہل وعیال بھی کوئی ہمارے اہل وعیال نہ تھے، صبر و شکران کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، سب کہنے لگے، ہم آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے جس طرح کل رات بھوکے گزار لی تھی۔

حضور ﷺ کے ہاں مہمان نوازی میں اپنے پرائے اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی، جو بھی مہمان کا شانہ نبوی ﷺ میں آتا آپ اس کی بھرپور خاطر تواضع فرماتے، ابو بصرہ کی بھی حسب عادت آپ ﷺ نے خاطر تواضع فرمائی، مہمان کو سیر ہو کر کھلایا مگر سب گھر والوں نے رات بھوکے گزار دی، حضور ﷺ کا یہ بلند اخلاق اور کمال ایثار اپنا اثر کر چکا تھا، ابو بصرہ حضور ﷺ کی اس ایثار نفسی سے اتنا متاثر ہوئے کہ صبح ہوتے ہی کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (مسند امام احمد، ج ۶، ص ۳۹۷)

اہل علم کو معلوم ہے اصحاب صفہ، ان فقراء و مساکین صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہا جاتا تھا جن کا مدینہ منورہ میں کوئی گھر بار نہ تھا، نہ ہی انہیں گھر بار اور مال و متاع کی چنداں خواہش تھی، دنیا کے نہ ہونے پر انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا، ان کا سب سے بڑا مشن اور مقصد زندگی ہمہ وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں رہ کر علم دین حاصل کرنا تھا۔ ان "اضیاف الاسلام" کے لئے حضور ﷺ نے مسجد کے ایک کونے میں ایک سایہ دار چوبترہ (صفہ) بنوایا تھا وہ اسی میں سوتے اور دن رات رہتے تھے، جب تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا اور عام خوشحالی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے کھانے پینے کا یہ انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو بعض صاحب حیثیت صحابہ رضی اللہ عنہم پر انہیں تقسیم فرما دیتے، وہ ایک ایک دو دو چار چار اور بعض حضرات اس سے بھی زیادہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ (الطبیقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر بھی دس کے لگ بھگ جو آدمی بچ جاتے حضور ﷺ ان کو اپنے کھانے میں شامل فرما لیتے۔ (وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۲۵۶)

صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ان اصحاب کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ

عظیم سے فرمایا:

جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (ان اصحاب صفہ میں سے) تیسرے کو لے جائے اور اگر اس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ (ان اصحاب صفہ میں سے) پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان اصحاب صفہ اور خود حضور ﷺ کو اس اصحاب صفہ کو گھر لے گئے۔

(صحیح بخاری، ج ۱ ص ۸۱)

علاوہ ازیں بھی عموماً یہی ہوتا کہ پہلے اصحاب صفہ کو کھانا دے بعد میں خود نوش فرماتے۔ حضور ﷺ کو ان مہمانان اسلام کا کتنا خیال تھا اور انہیں کس طرح اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر ترجیح دیتے تھے، اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگائیے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ:

ایک رات حضور ﷺ اپنے گھر سے نکل کر ہماری (اہل صفہ کی) طرف تشریف لائے، مجھے فرمایا کہ سب اصحاب صفہ کو بلاؤ، اس وقت سب سوچکے تھے، بہر کیف میں نے ایک ایک کر کے سب کو جگا دیا اور ہم سب کا شانہ نبوی ﷺ کے دروازے پر آ گئے، اجازت لے کر اندر گئے تو آپ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھ دیا جس میں بڑے تیار کردہ ایک کھانا تھا، فرمایا: بسم اللہ پڑھو (کھاؤ) ہم نے اس میں سے حسب فضا کھایا، پھر ہم نے ہاتھ کھینچ لیا، پیالہ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے آل محمد (ﷺ) کے گھر میں اس کھانے کے سوا جسے تم دیکھ رہے ہو کوئی چیز نہیں، دست نبوی ﷺ لگنے سے کھانے میں اللہ تعالیٰ نے وقتی برکت ڈال دی کہ سب سے میرے ہو کر کھایا اور پیالہ ابھی

جوں کا توں تھا۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۲۵۶)

حضور اکرم ﷺ کو اصحاب صفہ کے کھانے پر مہمان نوازی کا کتنے خیال تھا اس کا اندازہ درج ذیل ایمان افروز واقعہ سے لگایے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قہر بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک سے اپنے چکر کو کھائے زمین پر گر پڑا اور بھاء مجھے شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا، چنانچہ ایک دن میں اس رستے پر بیٹھ گیا جہاں سے سب بہ رضی اللہ عنہم گزرتے تھے (تاکہ کوئی دعوت دے دے مگر کسی نے بھی میرا مقصد نہ سمجھا) یا آخر میرے حضور ﷺ گزرے تو آپ ﷺ مجھے یوں بیٹھا دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے پیٹ پر اور میرے دل میں تھا اسے بچوں لیا۔ فرمایا ابو ہریرہ! میرے ساتھ آ جاؤ۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہولیا، آپ ﷺ اپنے دولت خانہ میں داخل ہوئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی، میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ میں دودھ پیا، آپ ﷺ نے گھروالوں سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں صاحب نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ابو ہریرہ! اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور سب کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسڑم کے مہمان تھے یہ لوگ اپنے اہل و عیال اور کسی قسم کا مال نہیں رکھتے تھے نہ ہی کسی دوسرے آدمی کے پاس ٹھہرتے تھے بلکہ مستقل مسجد میں ہی رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو سیدہ ان کے پاس بھیج دیتے اس میں سے خود کوئی چیز تناول نہ فرماتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو ان لوگوں کو بلا لے اس میں سے خود بھی کھاتے اور انہیں بھی شریک فرماتے، اصحاب صفہ کو بلا نہ والی بات مجھے اچھی نہ لگی، میں نے دل میں کہا یہ تمہوڑا اس دودھ تمام اہل صفہ کو کیا کرے گا۔ اس کے پینے کا تو میں زیادہ حقدار تھا۔ جب وہ سب آ جائیں گے تو امید نہیں ہے کہ میرے واسطے بھی کوئی چیز بچے، بہر کیف اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور سب کو بلا لیا سب لوگ اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ یہ پورے پکڑو اور

سب کو پلاؤ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پیالہ پکڑا اور سب کو باری بارہ پلانے لگا، جب ایک آدمی میرے ہاتھ میں پیالہ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھا دینا، میں پلاتے پلاتے آخر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا، دودھ میں اللہ نے اتنی برکت ڈالی کہ میرے اور آپ ﷺ کے سوا سب نے میرے ہاتھ پر لیا تھا اب آپ ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے میری طرف دیکھا اور قسم فرمایا، پھر فرمایا ابو ہریرہ! میں نے عرض کر لیا کہ یا رسول اللہ! تو فرمایا: اب صرف میں اور تو باقی مرد گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے صحیح فرمایا ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ اور بیٹھ میں بیٹھ گیا اور ایک مرتبہ دودھ پیا، فرمایا دوبارہ پیو میں نے پھر پیا، آپ ﷺ برابر مجھے فرماتے رہے کہ پیو پیو حتیٰ کہ میں نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ معیشت فرمایا ہے، اب کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا تو پھر مجھے دودھ میں نے پیالہ آپ ﷺ کے حوالے کیا، آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑی اور پچا ہوا دودھ نوش فرمایا۔

اصحاب صفہ کی مہمانداری اور ان حضرات الاسلام کی تشریفی کے حوالے سے سنن ابی داؤد کی ایک روایت اور ذرا روایت بھی ملاحظہ کریں:

عیش بن طخفہ بن قیس اللہ ری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ایک رات حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو، ہم آپ ﷺ کے ہمراہ سیدہ کے گھر گئے، آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ہمیں کچھ کھلاؤ، وہ اندام کے مونے پہنے ہوئے آئے۔ سے تیار کردہ کھانے کی ایک چیز لائیں، وہ ہم کھا چکے تو آپ ﷺ نے پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کچھ اور بھی ہمیں کھلاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور، آٹے، پنیر اور گھی سے تیار کردہ ایک صوف لے آئیں، وہ ہم کھا چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اب ہمیں کچھ پلاؤ۔ سیدہ دودھ کا بڑا پیالہ لائیں، ہم نے پی لیا تو آپ نے پھر سیدہ سے فرمایا: کچھ مزید پلاؤ۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بڑا پیالہ لائیں، یہ پیالہ بھی ہم نے چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: چاہو تو ہمیں سوچاؤ اور چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔

طلحہ بن قیس غفاری کہتے ہیں کہ میں منہ اور پیٹ کے بل سو گیا، تھوڑی دیر بعد کسی آدمی نے اپنے پاؤں سے مجھے حرکت دی اور کہا اس طرح سونے کو اللہ کریم پسند نہیں فرماتا، موصوف کہتے ہیں میں نے دیکھا تو رسول رحمت ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ (مسند ابی داؤد، ج ۲ ص ۶۸۷)

آپ کس طرح مہمانوں کی خاطر تواضع اور ان کے لئے ایثار فرمایا کرتے اس سلسلے میں مسند امام احمد میں سے ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقر و فاقہ اور سخت بھوک نے میرے دو ساتھیوں کو اور مجھے آلیا، حتیٰ کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھوں میں اندھیرا ہونے لگا، جب کوئی اور چارہ کار نظر نہ آیا تو ہم نے سوچا کہ اصحاب رسول ﷺ کے پاس چلتے ہیں شاید کسی کی طرف سے کھانے کی دعوت مل جائے، چنانچہ ہم لوگ سب صحابہ کے پاس باری باری گئے، مگر ان سب کے ہاں بھی تو افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک نے بھی ہم سے صلح نہ ماری اور کوئی بھی ہمیں ٹھہرانے کے لئے تیار نہ ہوا، اب در رسول ﷺ پر جانے کے علاوہ بچنے کی کوئی شکل دکھائی نہ دیتی تھی، اس لئے ہم حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور فرمایا یہ چار بکریاں ہیں خود بھی پیو اور ہمیں پلاتے رہو، ہم کئی دن تک حضور ﷺ کے گھر رہے، ہمارا معمول یہ تھا کہ بکریوں کا دودھ دوہ کر اس کے چار حصے کرتے، ایک حصہ حضور ﷺ کے واسطے چھوڑ دیتے اور باقی اپنے اپنے حصہ کا پی کر سوجاتے، حضور ﷺ عموماً رات کو دیر سے گھر تشریف لے آتے اور اتنی آواز سے سلام کہتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا اور سوئے ہوئے کی نیند میں خلل واقع نہ ہوتا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر نو اُفل پڑھتے اور پھر دودھ کے برتن کے پاس آکر دودھ نوش فرمالیتے۔ ایک دن شیطان نے میرے دل میں دوسوہ ڈالا کہ حضور ﷺ انصار کے ہاں گئے ہیں، آپ وہاں سے کھاپی لیں گے اس گھونٹ دودھ کو آپ کیا کریں گے، لہذا تجھے یہ دودھ پی لینا چاہیے۔ اس وسوسے کو وہ

میرے میں اللہ، کرتار نہ یہاں تک کہ میں اٹھ اور حضور ﷺ کے دھسے کا دودھ پی کر
 پیے کو تو پی گیا مگر اب انتہائی غداست محسوس ہوئی، میں اپنے آپ سے کہنے لگا فسوس تو
 نے کیا کر دیا؟ تو نے حضور ﷺ کا دودھ پی لیا، اب آپ ﷺ تشریف لائیں گے
 اور دودھ نہیں دیکھیں گے تو تیرے لئے بددعا فرما دیں گے اور یوں تیری دنیا و آخرت
 خراب ہو جائے گی۔ میں نے ادھر ادھر بہت پانے پائے مگر اس پریشانی کی وجہ سے
 مجھے نیند نہ آئی میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، راستے میں حضور ﷺ بھی تشریف
 لائے آپ ﷺ نے حسب معمول آہستہ سے سلام کیا پھر مسجد میں نماز پڑھی اور دودھ
 کے برتن کے پاس تشریف لائے، ڈھکن ہٹایا تو اس میں کوئی چیز نہ تھی، آپ ﷺ نے
 آسمان کی طرف سر اٹھا کر مجھ سے کہا اب شامت اتنی حضور ﷺ بددعا فرمائیں گے،
 مگر آپ ﷺ نے یوں دعا کی:

اللھم اطعم من الطعمنی و اسق من سقانی

اے اللہ! اس شخص کو کھانا کھلا جو مجھے کھلائے اور اس شخص کو پلا

جو مجھے پلائے۔

یہ سن کر میں نے چادر اوڑھ لی، چھری بھری اور بکریوں کی طرف گیا کہ ایک کو
 آپ ﷺ کے واسطے ذبح کرتا ہوں، بکریوں کے پاس جا کر دیکھا کہ سب کے تھن
 دودھ سے بھرے ہوئے تھے، جلدی جلدی ایک برتن میں دودھ دودھ اور حضور ﷺ کی
 خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے دودھ پی لیا ہے؟ میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پی لیا اور باقی مجھے دے دیا،
 میں نے عرض کیا حضور آپ پیجئے۔ آپ ﷺ نے تھوڑا سا مزید پی کر باقی مجھے عتاب
 فرما دیا اور میں نے پی لیا، سب میں نے یقین کر لیا کہ آپ ﷺ میرے ہو گئے ہیں اور
 آپ کی مذکورہ دعا کا بھی میں مستحق ہو گیا ہوں تو مجھے خوب ہنس آئی، حضور ﷺ نے
 پوچھا عقدا کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا تو فرمایا: یہ دودھ اللہ کی طرف
 سے مخصوصی رحمت تھی مگر اس بات کا دکھ ہے کہ تو نے اپنے ساتھیوں کو نہیں دیا اور بھی

پہنچے تو بہت اچھا ہوتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے نوش فرمایا تو بچے لوگوں کی کوئی پروا نہیں۔ (السيرة النبوية، ج ۱، ص ۶۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن بھوک نے ستایا تو مجبوراً گھر سے مسجد نبوی ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا، راستے میں چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی تو وہ تعجب سے پوچھنے لگے: اے ابو ہریرہ! اس وقت کہاں؟ میں نے دل کی بات بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے اس وقت گھر سے نکلنے پر بھوک نے مجبور کیا ہے، وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہمارا بھی یہی معاملہ ہے ہمیں بھی بھوک ہی نے اس وقت گھروں سے نکالا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے پوچھا: اس وقت تم سب کیسے؟ ہم نے صاف عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت بھوک ہمیں آپ کے پاس لاگئی ہے۔ نبی رحمت ﷺ کے نورانی چہرے پر ان فقیروں کے بے وقت آنے اور آرام میں مغل ہونے کے کوئی ناگوار اثرات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ فوراً کھجوروں کا ایک طبق منگوایا اور ہر آدمی کو دو دو کھجوریں عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: یہ کھا لو اور اوپر سے پانی پی لو، یہ آج کے دن تمہارے لئے کافی ہو رہیں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کو بچا کر گود میں رکھ لیا، حضور ﷺ نے پوچھا: ابو ہریرہ! تم نے یہ کھجور کیوں بچا رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا: اپنی امی کے لئے، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تم کھاؤ تمہاری امی کے لئے ہم مزید دو کھجوریں دے دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور کھالی اور میری والدہ کے لئے حضور ﷺ نے مزید دو کھجوریں عنایت فرمادیں۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۳۹)

مختلف گھریلو امور

گھریلو کام کاج

دینی، علمی، روحانی، معاشرتی، خاندانی اعتبار سے نبی کریم ﷺ بلندی کی جن

چوبیسوں پر فائز تھے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے گھر پر ذاتی کام کاج میں کبھی کسی قسم کا عذر محسوس نہیں کرتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی ہنک و توجہ اور عار بھنا دراصل ایک قسم کا تکبر، غرور اور باطن کا فنور ہے۔ پھر اس روپ میں جو اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں، بنا بریں تعلیم امت کے لئے آپ ﷺ اپنے گھریلو کام خود سرانجام دیتے ورنہ خدام کی کوئی کمی نہیں تھی۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بڑاتے، ان کے کپڑے خود صف کرتے اور جھاڑ لیتے، اپنی بکریوں کا دودھ دودھ لیتے، اپنے کپڑے اپنے دست مبارک سے بیوند لگاتے، اپنے نعین پاک گانٹھ لیتے، اپنا کام خود کرتے، گھر میں صفائی کر لیتے، اونٹ کو خود باندھ لیتے اور خود چارہ ڈالتے، اپنے خدام کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور خادمہ سے مل کر آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سودا سب خود اٹھالاتے۔

(الشفاء ج ۱ ص ۱۶۶، ۱۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین سیدہ فاطمہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ سیدہ نے جواب دیا: آپ ﷺ ایک انسان تھے، گھر میں آپ ﷺ کو کچھ کرتے تھے جو عام انسان کرتے ہیں، پھر ورج بالا کاموں میں چند کے نام گنوانے۔

(تاریخ الاسلام (صیوة العیسیٰ علیہ السلام) ص ۴۵۹)

صاحب سیرت شامی نے الادب المفرد لابن ماجہ بخاری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

حسن بن خالد اور سہیل بن خالد جب ایک مرتبہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اس وقت گھر کی دیواری مرمت

میں مصروف تھے۔ (سبل الہدیٰ و الرشاد، ج ۷، ص ۳۶)

آپ ﷺ نے اپنے گھر میں قیام کے وقت کو یا ایک روایت کے مطابق دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک حصہ اپنے رب کی یاد کے لئے، دوسرا حصہ گھر والوں کے لئے اور تیسرا حصہ اپنی ذات کے لئے مختص ہوتا تھا، پھر اپنے ذاتی وقت کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر رکھا تھا، اس دوران آپ ﷺ خاص اور مخصوص احباب کے ذریعے عامۃ الناس کی مدد کرتے اور فرماتے: تم لوگ ایسے لوگوں کی حاجتیں مجھ تک پہنچاؤ جو کسی مجبوری کے سبب اپنی حاجت مجھ تک نہیں پہنچا سکتے۔ جو شخص ایسے حاجت مند لوگوں کی حاجت مجھ تک پہنچائے گا جو اپنی حاجت میرے پاس نہیں لاسکتے ہیں تو وہ آدمی قیامت کے دن ہر قسم کے خوف سے امن میں ہوگا۔ (الشفا، ج ۱، ص ۱۳۶)

گھریلو صفائی

گھریلو امور میں گھر کی صفائی بھی ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے، نبی کریم ﷺ کی جسمانی، روحانی اور ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے پاکیزہ ذات کے نزدیک ہر چیز میں صفائی کتنی ضروری تھی، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ طہارت و صفائی کو آپ ﷺ نے ایمان کا جزو یا نصف ایمان قرار دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، ص ۳۸)

اپنی طبعی نفاست و طہارت پسندی اور پھر صفائی کے شرعاً ضروری ہونے کے باعث آپ ﷺ نے سب لوگوں کو حکم فرما رکھا تھا:

ان اللہ طیب يحب الطیب نظیف يحب النظافة کریم
يحب الکرم جواد يحب الجواد فنظفوا فیتکم ولا
تشبهوا بالیہود (جامع ترمذی، ابواب الاستیذان و الآداب،

باب ما جاء فی النظافة، ص ۳۹۷)

بے شک اللہ کریم پاک ہے پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے، نظیف ہے

لفظ ثلث (سہ) کو پسند فرماتا ہے، اگر نہ وہ نواز ہے مگر وہ جو در کو
پسند فرماتا ہے، واجباً تو یہی اپنے گھر میں کے صحنوں اور حویلیوں کو
صاف ستھر کرے اور یہ بھی مانتا ہے جو جافہ (المسودہ حسنہ) اور در
نرجسہ ہدی، برسیل، انصاری، زاد المعاد لابن قیہ، ص ۶۷، ۶۸)

گھر والوں کے آرام کا لحاظ

آرام، سکون اور نیند کے انسان کے لئے ضروری اور ایک بنیادی حق ہونے کو
رحمتِ عالم ﷺ سے بڑے ترکوں سمجھا جاتا ہے، حضور ﷺ اللہ کے رسول تھے اور
آپ ﷺ سے یہ امر قطعی نہیں تھا کہ دنیا کوئی بڑے سے بڑا باہت اور ہتھکڑی بھی
عبادات، حاجت، لٹی یا دوسرے دینی و دنیاوی امور میں پیغمبرِ خدا کی مثل نہیں دوسکتا،
ہاں لئے آپ ﷺ اپنے مشغول اور دن رات کی گونا گوں جہادی و قرآنی، معاشی و
مصرفیات میں اپنے اس دعیال اور گھروں کے آرام و سکون اور نیند کا پورا لحاظ
فرمایا کرتے تھے۔

اہم مسلم نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ایک رات
حضور ﷺ کے رختِ البقیع میں چائے اور اشِ بقیع کے لئے استفادہ کرنے کی روایت نقل
کی ہے، اس روایت میں سیدہ نے حضور ﷺ کے اٹھنے اور گھر سے باہر تشریف لے
جانے کے جس انداز کو بیان کیا ہے، اس سے آپ ﷺ کی اس سیریاہ و روش کا اندازہ
نہونی لگایا جاسکتا ہے، آپ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

..... فاصعد رداءه ورويدا و استعل رويدا و فتح الباب

رويدا فخرج ثم اجافه رويدا الح (المسودہ الحسنی)

یہ ۵۸۸، ۵۸۹

آپ ﷺ نے اپنا چادر آہستہ آہستہ سے جوتا پینا، آہستہ سے
دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور پھر آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔

اسی طرح کا ایک عام معمول حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے جو اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بھوک مٹانے کے لئے کچھ دن حضور ﷺ کے مہمان بنے تھے، حضور ﷺ نے ان سے فرما رکھا تھا کہ یہ تین بکریاں ہیں، ان کا دودھ پیئے رہو، وہ رات کو اپنے حصے کا دودھ پی کر حضور ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے لئے رکھ دیتے، جب آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے تو اتنی آواز سے سلام فرماتے کہ جاگئے والا تو من لیتا مگر سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑتا۔ (جامع ترمذی، ابواب الاستیذان و الآداب، باب کیف السلام، ص ۳۸۹)

محمد ثین نے آپ کا یہ معمول بھی لکھا ہے کہ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور رات ہو جاتی تو ایسی رات کو گھر میں تشریف لے جاتے تھے، بلکہ صبح یا شام داخل ہوتے۔ (زاد المعاد، ج ۱، ص ۱۵۴)

یہ بات صرف اپنے لئے نہیں تھی بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے منع فرما رکھا تھا۔ (جامع ترمذی، باب فی کراہیۃ طروق الرجل اہلہ لیلًا، ص ۳۸۸) ایسا فرمانے میں جہاں اور حکمتیں مثلاً نہانا دھونا ہو سکتی ہیں (مشکوۃ المصابیح، ص ۳۳۹) وہاں یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ گھر والوں کے آرام و سکون میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔

رات کے سوتے وقت دروازہ وغیرہ بند کرنا

آپ ﷺ رات کو گھر میں محو استراحت ہوتے تو سونے سے قبل جہاں آپ ﷺ وضو کرتے مسواک کرتے، سر مہ ڈالتے (شمائل ترمذی، ص ۵۷۱) بستر پر لیٹنے کے وقت متعدد دعائیں پڑھتے (سنن ابی داؤد، باب ما یقول عند النوم، ج ۲ ص ۶۶۸) وہاں یہ بھی احتیاط فرماتے کہ گھر کا دروازہ بند کر دیتے، پانی کے مشکیزہ کا منہ باندھ دیتے، پیالہ کو اوندھا رکھ دیتے اور دیا بجھا دیتے۔ (الادب المفرد، ص ۲۱)

یہ چیزیں بظاہر معمولی ہیں مگر ان سے غفلت برتنے پر بعض اوقات گھر والوں کو جو عظیم نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ اہل دانش سے مخفی نہیں۔ دانائے سب ختم الرسل ﷺ

سے بڑھ کر ان چھوٹی چھوٹی گمراہیوں اور ضروری چیزوں سے کہ ان زیادہ دیکھا ہو سکتا تھا۔

عبادت شان

نبی کریم ﷺ کے امتیازات و خصوصیات میں یہ امر بھی داخل ہے کہ مخصوص ﷺ نے جس چیز کا بھی امت کا حکم دیا ہے، اس پر خود سو قصد عمل کر کے دکھایا۔ دین دنیا کے کسی ایسے معاملے کی نشاندہی کرنا مشکل ہے جس کے بارے میں یہ کہہ جا سکے کہ آپ ﷺ نے جوت میں لوگوں کو تو اس کے کرنے کا حکم دیا، ہوا اور خود خلوت میں اور گھر کی چار دیواری میں اس پر عمل نہ کیا ہو، یہی معاملہ عبادت الہی کا تھا، آپ کی عبادت الہی کا باب بڑا ایمان و فروز اور طوئیں ہے، آپ ﷺ کی پوری زندگی:

قُلْ إِنِّي صَلاَتٌ وَنُكْبَاتٌ وَنُكْبَاتٌ وَنُكْبَاتٌ

الْغَالِغِينَ (الانعام: ۱۶۶)

نماز اور میری قربانی یا میری ساری عبادتیں اور زندگی اور میری موت سب جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لئے ہیں۔

اور

النجبات لله والصلوات والنضبات

(مشکوۃ المصابیح، باب التہجد، ص: ۸۴)

تمام قول پڑھنے اور مالی عبادت اللہ کے لئے ہیں۔

کا مرقع اور عملی حوثہ تھی جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، ہم یہاں صرف آپ ﷺ کی عبادت شان سے متعلق پیش کرتا چاہتے ہیں تاکہ یہ چل سکے کہ اسلام کا پیغمبر ﷺ اور اللہ کریم کو محبوب ﷺ لوگوں کو صرف پانچ وقت کی نماز اور عبادت خداوندی کا حکم دیتا تھا، وہ رات کی تہہ نیوں میں خود اس پر کمر حد تک عمل پیرا تھا، آپ ﷺ کی عبادت شان اور قیام اللیل پر سب سے بڑی شہادت خود باری تعالیٰ کی

ہے، ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَ يُصَفِّهِ
وَأُفْلِقُهُ وَ طَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ (الزُّمَر: ۲۰)

بے شک آپ (ﷺ) کا پرودگار خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ رات کی دو تہائی اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔

حتیٰ کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ
قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ (الزُّمَر: ۱-۲)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے (محبوب ﷺ) رات کو نماز میں کھڑے رہا کریں مگر ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کیجئے یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے۔

اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کو پودی کائنات میں اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقررین، جن و بشر، ارض و سما، لوح و قلم اور عرش و کرسی پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی عظیم فضیلت ظاہری و باطنی کمالات، انتہائی قدر و منزلت، بلند ترین مرتبہ و مقام، جلالت و رفعت شان عنایت فرمائی تھی، اور دنیا و آخرت میں سیادت بنی آدم اور مقام محبوبیت و محبودیت جیسے انعامات و احسانات سے نوازا تھا، ان احسانات الہی کے تشکر کے تقاضوں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کون واقف ہو سکتا تھا، اس لئے اکثر آپ ﷺ راتوں کو بارگاہ الہی میں اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر دم آ جاتا۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اور بعض مواقع پر دوسرے لوگوں نے جب یہ عرض کیا کہ آخر آپ ﷺ اتنی مشقت و ریاضت کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں (الفن: ۲) تو فرمایا:

افلا اکون عبداً شکوراً (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۰۲)

تو کیا میں (اپنے رب کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

کبھی گھر کے لوگ جب سو جاتے تو آپ ﷺ چپ چاپ بستر اٹھتے اور دعا و مناجات الہی میں مصروف ہو جاتے، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ ﷺ کو بستر پر نہ پایا، میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کسی دوسری زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں، پھر میں نے اندھیرے میں ادھر ادھر نوا تو دیکھا تو آپ ﷺ کو کوع میں یا سر بسو دہیں اور تسبیح و تحمید الہی میں مصروف ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں مجھے مدامت ہوئی اور دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کس شان (عالم) میں ہیں اور میں کس خیال میں؟۔ (سنن النسائي، کتاب عشرة النساء، باب الغيرة، ج ۲ ص ۷۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ (جو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے تھیں) کے ہاں گزاری، میں بستر نبوی ﷺ کی چوڑائی کے رخ لیٹ گیا۔ (حاشیہ شمسائل ترمذی، ص ۵۸۸) اور رسول مقبول ﷺ بستر کی لمبائی کے رخ لیٹ کر سو گئے، جب آدھی رات ہو گئی تو اس سے تھوڑا قبل یا تھوڑا سا بعد آپ ﷺ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پر میں، پانی کی مشک لگی ہوئی تھی اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، عبد اللہ کہتے ہیں میں بھی وضو کر کے آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا دایاں کان پکڑتے اور مروڑتے ہوئے مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا پھر آپ ﷺ نے نوافل پڑھے جتنے اللہ نے چاہا (ایک روایت کے مطابق ۱۲ نوافل اور پھر وتر پڑھے) پھر سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے، پھر مودن نے آ کر نماز کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے اٹھ کر نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب التخفيف فی الوضوء، ج ۱ ص ۲۰) آپ ﷺ خود تو راتوں کو اٹھتے ہی تھے، گھر والوں کو بھی تہجد اور قیام اللیل کے

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی
لئے اٹھاتے اور ترغیب دیتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، ج ۱ ص ۱۵۲)

گھروں کا پردہ

نبی اکرم ﷺ کی ازدواجی مطہرات از روئے قرآن مجید چونکہ دنیا کی دیگر خواتین کی مانند نہیں تھیں۔ (الاحزاب: ۳۲) دوسرے اللہ کریم اہل بیت رسول ﷺ کو ان کے شایان شان انہیں اچھی طرح پاک صاف کرنا اور ہر قسم کی اخلاقی نجاست ان سے دور کرنا چاہتا تھا۔ (الاحزاب: ۳۲) اس لئے ان کے لئے دیگر مسلمان خواتین کی نسبت خصوصی اور سخت پردے کے احکام نازل ہوئے۔ (الاحزاب: ۳۲، ۴۳، ۵۹) آنحضرت رضی اللہ عنہن نے خود بھی ان احکام پر سختی سے عمل کیا اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث آنحضرت رضی اللہ عنہن سے اس کے خلاف ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فوراً تنبیہ فرمائی، چنانچہ ایک مرتبہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم جب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے پاس موجود سیدہ میمونہ اور ام سلمہ سے فرمایا: ان سے پردہ کرو۔ سیدہ ام سلمہ نے عرض کیا: کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے اس استفسار پر سختی سے فرمایا: ”کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو؟“

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ و بیان العورات)
اسی طرح ازدواج مطہرات کے لئے پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حسب سابق اور حسب معمول جب حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو فرمایا:

وراءک یا انس (احکام القرآن، ج ۳ ص ۳۶۹)
انس پیچھے ہی بٹھرو۔

کا شائہ نبوی ﷺ میں بغیر اجازت داخل ہونے سے خود اللہ کریم نے منع فرما

دیا تھا۔ (الاحزاب: ۵۳)

دیگر خواتین کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے میں علماء کا اختلاف ہے مگر

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے چیرے، ہاتھوں بلکہ لباس و رہبر سے
 باہر بھی ان کے جسم و ملہر کا پردہ فرض تھا، چنانچہ نام نودی نے قاضی عیاض کے
 حوالے سے صحیح سہم کی شرح میں لکھا ہے

چیرے اور ہاتھوں کے پردے کی فریضیت نبی اکرم ﷺ کی
 ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خصوصیات میں سے ہے تو بلا
 کسی اختلاف کے ان کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ اپنے چیرے کو
 گھوڑی وغیرہ کے لئے ظاہر کریں اور ان کے لئے یہ بھی جائز نہ
 تھا کہ وہ لباس پہنے ہوئے کسی غیر محرم کے سامنے آئیں، سوائے
 اس کے کہ انہیں حاجت بشری کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا،
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم ان (ازواج
 مطہرات رضی اللہ عنہن) سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو پس
 پردہ مانگو، ردو لوگوں کو سمجھ فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوئیں تو
 پس پردہ تشریف رکھیں اور جب وہ باہر نکلتیں تو اپنے بلبوس، جسم کو
 چادری سے لپیٹ کر نکلیں۔ (شرح مسلم، اردو، ج ۱ ص ۱۱۰)

ای طرح سفر میں جب آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے
 کسی زوجہ مختار کو ساتھ لے جاتے تو سرف برف میں نہیں بلکہ ہودج میں سوار ہوتیں
 جس پر نبی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی، چنانچہ لفظ اکف میں جب قہقہہ چنے گا تو سر بان
 نے یہ سمجھتے ہوئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہودج میں موجود ہیں، ہودج اٹھا
 نراؤت پر رکھ دیا جب کہ آنحضرت رضی اللہ عنہا تشائے حاجت کے لئے باہر نکلے ہوئی
 تھیں۔

فضائل اعمال

تالیف:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

ناشر:

مکتبۃ الشیخ

445/3 بہادر آباد، کراچی نمبر 5

فون: 021-4935493

موبائل: 0321-2277910

نور البصر فی سیرۃ خیر البشر

تالیف:

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہا روی رحمہ اللہ

ناشر:

مکتبۃ الشیخ

445/3 بیادہ آباد کراچی نمبر 5

فون: 021-4935493

موبائل: 0321-2277910

جدید مطبوعہ کتب مکتبہ الشیخ

طالب علم کے شب و روز



اہل علم کی طرف سے طلبہ کو قیمتی نصائح



دل کی پراسرار دنیا



وفت کی قدر اور علم سے پیار



صحبتِ اہل اللہ کے فیوض و برکات



کامیاب اُستاد



جواہرِ زکریا



حياة الصحابه

اردو

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ

ترجمہ

حضرت مولانا احسان الحق دامت برکاتہم

ناشر

مکتبۃ الشیخ

بہار آباد کراچی

021-34935493